

مترجم

جناب الحاج مولانا شفاق حسین



ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی
(از علمائے اوائل قرن ششم)

اجتہاد طبرسی

حصہ (اول - دوئم)

ناشر

ادارہ تحفظ حسینیت
لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احتجاج طبرسی

ابو منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب طبرسی
(از علماء اوائل قرن ششم)

حصہ (اول - دوم)

مترجم

جناب الحاج مولانا اشفاق حسین صاحب

ناشر:

ادارہ تحفظ حسینیت علیہ السلام

لاہور - پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

دنیا کے مظلوم ترین امام، حضرت حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے نام نامی اور اہلبیت اطہار (علیہم السلام) کے شیدائی جد نامدار شہید جناب سجاد حسین مرحوم کے نام، جن کو دشمنوں نے ۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۷ء کو حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت کے سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ (علیہ السلام) کے تابوت کی حفاظت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا تھا۔

اشفاق حسین ابن مرتضیٰ حسین

کربلائی (سوزخوان)

احتجاج طبرسی حصه اول

کچھ کتاب کے بارے میں

(زاہد علی جلال پوری ہندی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِیْنَ
اسلام دلیل و برہان، علم و اتقان کا دین ہے۔ رسول خدا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آنحضرت
کے اہلیت دین اسلام کو ابلاغ کرنے والے، خدا کے خاص نمائندے ہیں، ان کے علاوہ ایسے صحابہ کرام،
انصار و مجاہدین، علماء اور مومنین جنہوں نے اہلیت سے سچی محبت کر کے ان کے علوم و معارف سے کسب
فیض کیا۔ ایسے لوگوں کا ولایت الہی سے بہت گہرا رابطہ رہا ہے۔ کیونکہ

اسلام میں جو اہمیت و ولایت کی ہے کسی اور چیز کو یہ امتیاز حاصل نہیں ہے، اسی کو اسلام کی روح رواں قرار دیا
گیا ہے۔ حکومت و سلطنت کا بھی اس ولایت الہیہ کے مقابلہ میں کوئی خاص مقام نہیں ہے، مگر اس وجہ سے
کہ امت کیلئے حق و عدالت پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جائے، اسی لئے جب اہل علم و معرفت کو ولایت کی صحیح
معرفت ہو جاتی، پھر وہ کسی قیمت اس سے جدا نہیں ہوتے تھے، لیکن جنہوں نے ان حقائق کو درک نہیں کیا
تھا، جن کی حریصانہ آرزوئیں مادی دنیا تک محدود تھیں، ان لوگوں نے اسلام کے معنوی اقتدار پر قبضہ
جما کر مسلمانوں کا استحصال کرنا چاہا اور اسلامی قلم و پر قابض ہونے کی لالچ میں حریم الہی اور ولایت اسلامی
کے حدود کو پایمال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسی بنیادی کردار ابو جہل و ابوسفیان اور ان کے
پیروکاروں کا تھا، جو روز اول سے رسول اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، جنہوں نے کفار و مشرکین اور
منافقین کا متحدہ محاذ بنایا، جس کی وجہ سے اسلام کو غیر متلانی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

صدر اسلام کے مخلص مسلمانوں کیساتھ رسول اکرمؐ کے عزیز ترین افراد جناب حمزہ اور جناب جعفر طیار جو
آنحضرت کے قوت بازو تھے، شہید کر دئے گئے، مختصر ابھی اسلام کے پھولنے اور پنپنے کا وقت تھا،
دشمن اسلام کو زبردست نقصان پہنچا کر خود اسلامی مسند پر قبضہ جانے پر کمر بستہ ہو گئے، حالانکہ قرآن ان کی

ملا مت کر رہا تھا:

﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ﴾ (آل عمران ۱۰۱/۳)

کیونکہ تم لوگ کافر ہو جاؤ گے جب کہ تم پر آیات الہیہ کی تلاوت ہو رہی ہے اور تمہارے درمیان رسول موجود ہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جو رسول اور قرآن دونوں نجات کا سبب ہیں اور ان دونوں پر ایمان نہ رکھنا ہی کفر، مگر اسی و بدبختی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ

أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾

(سورہ آل عمران ۱۳۳/۳)

مگر تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، کیا اگر وہ انتقال کر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اٹھے بیروں (جاہلیت کی طرف) پلٹ جاؤ گے، جو بھی ایسا کرے گا، اس سے خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور خدا عنقریب شکر گزاروں کو ان کی جزا دے گا۔

اس آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں استفہام حقیقی نہیں ہو سکتا، ورنہ سوال کرنے والے کا جہل لازم آئے گا۔ لہذا یہ استفہام توہینی یا انکاری ہوگا اور آیت شریفہ میں صحابہ یقینی طور پر مخاطب ہیں جو آنحضرت کی رحلت کے بعد دین سے پھر گئے اور دور جاہلیت کی طرف پلٹ گئے۔ (انقلابتیم) لفظ ماضی ہے تاکہ تحقیق یقینی ہو جائے۔ واضح رہے کہ صحابہ تو حید و نبوت اور معاد سے نہیں پھرے تھے بلکہ جس چیز سے پھر گئے تھے وہ امامت تھی کیونکہ پیغمبر اسلام کے بعد امامت کے علاوہ کوئی ایسا خاص موروثی یا حادثہ وغیرہ پیش نہ آیا تھا کہ جس کو ترک کرنے سے اسلام سے پھر جاتے، اس کا مطلب امامت سے پلٹ جانا اصول کو چھوڑنے کے مترادف ہے۔

آیت یہ بھی بتا رہی ہے کہ جس طرح جناب موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کے لوگ مرتد ہو گئے اور

جناب ہارون کو چھوڑ کر سامری کی بیرونی اور گوسالہ کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اس طرح بعد رسول علی ابن ابیطالب کو چھوڑ کر دوسروں کی بیرونی کرنی گئی۔ علاوہ براین

﴿وَمَنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَيَّ النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَيَّ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ (سورہ توبہ ۱۰۱/۹)

اسے میرے رسول! جو کچھ منافقین تمہارے اطراف اور کچھ اہل مدینہ میں سے ایسے ہیں جو اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے، ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں، عنقریب ان کو دہرا عذاب کریں گے، اس کے بعد وہ عذاب عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے۔

پیغمبر اسلام سے منافقین کی مخالفت کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ صدر اسلام میں بہت سے قریش علی ابن ابیطالب کے ہاتھوں واصل جنم ہوئے تھے، جنہوں نے ہرگز دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ تو پیغمبر اسلام کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ لوگ علی ابن ابیطالب کی زیر ولایت نہیں آنا چاہتے تھے۔ طلحہ و زبیر اور سعد ابن ابی وقاص وغیرہ نے بھی رسول اللہ کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی اس لئے خلافت کیلئے نام زد نہیں کیا گیا تھا، اب ابوبکر نے چونکہ کسی جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور خاندانی اعتبار سے مالدار تھے، عمر اور عثمان کا بھی قریش کیساتھ کوئی جنگ و اختلاف نہ تھا، لہذا قریش کی ان سے کوئی کینہ و عداوت نہ تھی، چنانچہ قریش نے یہ خاکہ حیات حضور اکرم ہی سے ترسیم کر رکھا تھا کہ خلافت کا نقشہ ہی سچ کر ڈالا جائے۔ قرآن کی پیشین گوئی کے مطابق آنحضرت کی آنکھ بند ہوتے ہی لوگ جاہلیت کی طرف پلٹ گئے، مسلمانوں پر ایذا و اذیت، خاص طور سے اہلیت رسول پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے کہ کبھی بھی ایسا ظلم و ستم زمین و آسمان نے نہیں دیکھا ہوگا، اس وقت کے سیاہ کرتوتوں سے اور اق تاریخ پر ہیں۔

﴿وَمَنْ يَزِدْكَ مِّنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورہ بقرہ ۲۱۷/۲)

جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اور کفر کی حالت میں مر جائے گا اس کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے

اور وہ جہنمی ہوگا، وہیں ہمیشہ رہے گا۔ بعد رسول؛ بڑے نامور اور اصحاب مرتد ہو گئے۔

اس سیاہ عہد کا مورخین نے بہت کم ذکر کیا ہے۔ اسلامی ممالک میں بھی اجنبیوں کے تحت تاثیر حکمرانوں نے ان ظلم و زیادتی پر کتمان نمائی کی ہے۔ اگرچہ جوان اور غیر متعصب پڑھا لکھا طبقہ خاص طور سے ان حساس موقعیت کا جائزہ لینا چاہتا ہے، وہ اس تلاش میں ہے کہ کیونکر اہلبیت رسول، علی ابن ابیطالب اور ان کی اولاد پر طرح طرح کے ظلم روار کھے گئے اور ان کی سائنسی ہوئی؟

امام علی پر کتنا ظلم و ستم ہوا کہ یہ جملہ کہنا پڑا، جو جناب ہارون نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا تھا:

﴿إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعَّفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي﴾ (اعراف ۱۵۰/۷)

(یا رسول اللہ!!!) قوم نے مجھے کمزور بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دے۔

(اس سے متعلق روایت، کمال الدین ج ۱، ص ۲۶۲۔ ابالی شیخ طوسی ج ۱، ص ۱۵۳۔ ج ۲، ص ۲۱۹۔

ارشاد القلوب ج ۲، ص ۲۱۹۔ بحار الانوار ج ۲۸، ص ۵۳، ج ۲۲۔ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

رسول اللہ نے اپنی حیات مبارک میں امام علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اے علی! تم میرے بعد بہت جلد قریش اور ان کے متحدوں سے ظلم اور سختی دیکھو گے۔ اگر ساقی ملیں تو ان سے جہاد اور مخالفین سے جنگ کرنا اور اگر یار و مددگار نہ مل سکیں تو صبر کر کے اپنا ہاتھ سمیٹ لینا اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالنا۔

اے علی! تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے...

اہلبیت علیہم السلام کے فضائل کسی پر پوشیدہ نہ تھے۔

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے پوچھا، بابا جان ہم اہلبیت کے کیا فضائل و مراتب ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا بھائی علی میری امت سے افضل ہے، ان کے بعد حمزہ و جعفر بہتر ہیں اور تم (فاطمہ) اور دونوں فرزند حسن و حسین، میرے نواسے اور حسین کی طرف اشارہ کر کے کہا اس کے فرزندوں سے، مہدی جو امی (حسین) سے ہوں گے، مہدی سے پہلے والا اس سے افضل ہے کیونکہ

پہلے والا، بعد والے کا بھی امام ہے اور بعد کے ان کے وحی و جانشین ہیں۔ ہمارا تعلق ایسے خاندان سے ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے۔

امام علی علیہ السلام کی مظلومیت کے متعلق ہے کہ رسول نے فاطمہ علی اور ان کے دونوں فرزند پر نظر ڈالی اور مسلمان سے فرمایا: اے مسلمان! خدا کو گواہ بنا تا ہوں کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں گا، جو میرے اہلبیت سے جنگ کریں، یا جنگ کا ارادہ رکھتے ہوں گے، اور ایسے لوگوں سے جو ان سے صلح و آشتی رکھتے ہوں، ان سے صلح و آشتی رکھوں گا۔ جان لو! یہ بہشت میں میرے ہمراہ ہوں گے۔

(اسرار آل محمد، ترجمہ کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۱۳۱)

بعد رسول جو افراد ولایت کو نصب کرنے کے مقدمات میں مصروف تھے، انھوں نے سب سے خطرناک کام جو کیا وہ یہ کہ:

لوگوں کو، ولایت الہیہ، کے حقیقی مصادیق یعنی ائمہ اہلبیت سے دور کیا اور حکومت و امارت پر دینی کھول چڑھایا، نئے نئے مسلمان جوق در جوق جو اسلام سے ملحق و مشرف ہو رہے تھے، انھیں اصل مقاصد پر ثابت قدمی کے بجائے انحراف، اختلاف، جنگ و جدال کے ناگوار حالات میں الجھائے رکھا، کفر و شرک کے معنی میں شک و شبہ ایجاد کیا، جس کے مقابلہ میں اہلبیت رسول کو معاشرہ کی اصلاح و ہدایت کی خاطر بڑی سنگین قربانیاں دینی پڑیں۔

بنی نوع بشر کی ہدایت کیساتھ اپنی اہلبیت، صداقت اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے اور حق نہ ملنے پر حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے اتمام حجت کی خاطر احتجاج و براہین پیش کئے۔

اگرچہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے امام علی (علیہ السلام) سے فرمایا تھا:

اے علی! اگر امر حکومت و خلافت میں جنگ و جدال اور خونریزی کی نوبت پہنچنے والی ہو تو تم ایسے وقت میں سکوت اختیار کر لینا۔

نسخ البلاغ، ج ۲، ص ۹۱ (محمد ثقی کے حاشیہ سے ماخوذ)

مرحوم سید ابن طاووس نے کشف الغمہ میں امام علی کے کلمات کو یوں نقل کیا ہے:

رسول اللہ نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے، فرمایا ہے:

اے فرزند ابوطالب! آپ میری امت کے دلی و سر پرست ہیں، اگر لوگ مسالمت کیساتھ آپ کی ولایت قبول کر کے راضی ہو جائیں تو ان کے امور کی انجام دہی کے لئے قیام کرنا، اور اگر وہ اختلاف کریں تو ان کو انہیں کے حال پر چھوڑ دینا کیونکہ اللہ نے آپ کی امامت کو وسیلہ نجات قرار دیا ہے۔

رسول اللہ کی رحلت کے بعد امام علی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کو ان کے حق مسلم سے محروم رکھا گیا، امام علی اور بنت رسول اور دسیوں صحابہ کرام کے اثبات حق اور مطالبہ حق پر ظلم کیا گیا اور اسی طرح کے دیگر اہل حق و انصاف اور پیغمبروں کی حقانیت پر کئے گئے استدلال، اثبات، احتجاج اور براہین پر مشتمل مطالب کو علامہ طبرسی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی گراں قدر کتاب، "الاحتجاج"، میں قلمبند فرمایا ہے۔

بجھ اللہ افادیت کے پیش نظر اردو قارئین کے لئے برادر عزیز جناب حجۃ الاسلام مولانا اشفاق حسین صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کر دیا، اور یہ کتاب مولانا موصوف کی مساعی جلیلہ اور حوزہ علیہ بقیۃ اللہ کے تعاون سے منظر عام پر آ سکی ہے، خداوند عالم کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اہلیت (علیہم السلام) سے متعلق قدرے حقائق کو روشن اور لوگوں تک ابلاغ کرنے کی توفیق دی۔ ہم مولانا موصوف نیز دیگر مدرسین و اراکین کے بھی شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے کسی طرح کا بھی تعاون فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اہلیت (علیہم السلام) کے مقام عظمت میں جو کسمانہ نمائی، حق تلفی، شک و شبہات پیدا کئے گئے ہیں، انکا انکشاف کر کے اہل حق و تلاش کیلئے ابلاغ کر سکیں تاکہ حق کا بول بالا ہو سکے، آمین۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

زاہد علی جلال پوری

مقدمہ

وہ پروردگار لائق حمد و ثنا ہے جو تمام موجودات کے مراتب و صفات سے بالاتر ہے، وہ خالق ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس کیلئے زوال و فنا نہیں ہے، وہ خدا جس کے بے انتہا لطف و نعمت نے تمام دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے اور سب کے سب اس دائمی احسان و رحمت اور بہرمانی میں غرق ہیں۔

خداوند متعال کی رحمت و خوبی حد سے زیادہ اور شمار سے باہر ہے، ہم اپنے تمام عیب و نقص اور جملہ اپنی کمزوری و محدودیت کے ساتھ کیسے اس کی حمد اور اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں!!

میں گواہی دیتا ہوں کہ پیغمبر اسلام محمد ابن عبد اللہ تمام لوگوں میں برگزیدہ، خاتم المرسلین اور خداوند عالم کے الواعزم رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا کی رحلت کے بعد ان کے جانشین حضرت علی ابن ابیطالب اور ان کے بعد انھیں کی اولاد طاہرہ ہیں۔

خلفاء رسول اکرم، ان کی عزت اہل بیت میں سے بارہ افراد ہیں جو کہ از لحاظ علم و تقویٰ اور فضیلت تمام لوگوں سے افضل ہیں اور خدا کی طرف سے منتخب ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو ہدایت، معرفت اور حقیقت کی طرف دعوت دیں اور اسلام کے مقدس احکام، حدود و قانون کو پوری دنیا میں پھیلائیں۔

تالیف کتاب کا سبب

جس چیز نے مجھے اس کتاب کی تالیف پر ابھارا وہ ہمارے دوستوں اور دانشمندوں کی سستی اور لا پرواہی تھی کہ انھوں نے کنارہ کشی اور سکوت اختیار کر رکھا تھا، مخالفین سے احتجاج و مباحثہ اور باطل اہل ادیان کے مقابلہ سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور اس گمان میں تھے کہ پیغمبر اکرمؐ حضرات معصومینؑ، ہمیشہ ساکت و خاموش تھے اور اپنے شیعوں اور پیروکاروں کو بھی بحث و مباحثہ کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ بعض قائل تھے کہ ادیان باطل کے ماننے والوں سے گفت و شنید، مباحثہ جائز نہیں ہے۔

اس سبب سے میں نے عزم مصمم کر لیا کہ پیشوائے اسلام کے دوسرے اہل مذاہب و ادیان سے کئے ہوئے احتجاجات اور مناظرات کو جمع کروں اور انھیں اس کتاب میں رشتہ تالیف سے جوڑ دوں۔

بغیر بیان کے نہ رہ جائے، مناظرہ کی ممنوعیت ان افراد سے مخصوص ہے جن میں علمی صلاحیت نہیں ہے اور ممکن ہے مقابل سے مغلوب و لا جواب ہو جائیں، خود اور دوسروں کے متزلزل ہونے کا سبب بن جائیں اور مخالفین بھی راہ باطل و کج میں محکم اور جری ہو جائیں ورنہ علماء و دانشمند ہمیشہ مخالفین سے مباحثہ و مناظرہ کیلئے منتخب و مامور ہوا کرتے تھے اور اسی وجہ سے بلند و بالا درجات پر فائز تھے، بہتر ہے کہ احتجاجات، مباحثات جو وارد ہوئے ہیں اس سے پہلے اس کے بارے میں کچھ آیات قرآنی اور کچھ احادیث معصومینؑ کو بھی ہم بیان کر دیں۔

اس کتاب کے پڑھنے والے متوجہ رہیں کہ جو روایات ذکر ہوئی ہیں، اختصار کی خاطر اور اختلاف و ضعیف نہ ہونے کے سبب ان کے اسناد سے صرف نظر کیا گیا ہے اور صرف متون حدیث پر اکتفا کی گئی ہے کیونکہ تمام معتبر کتابوں میں موجود اور علماء و رجال حدیث کے درمیان مشہور ہے۔

احتجاج سے متعلق آیات

ترغیب، احتجاج اور مناظرہ و مباحثہ کرنے والوں کی فضیلت کے بارے میں آیات قرآن کا بیان کرنا ضروری ہے، (سورہ نحل، آیت ۱۲۵) ﴿ادع الی سبیل ربک...﴾ تا آخر ترجمہ: حکمت و موعظہ حسنہ اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ لوگوں کو راہ خدا کی طرف بلاؤ اور لوگوں کے نزدیک سب سے اچھے طریقے سے بحث و مباحثہ کرو۔

(سورہ عنکبوت، آیت ۳۶)

تم اہل کتاب سے بحث و مباحثہ نہ کرو مگر احسن اور عمدہ طریقہ سے۔

(سورہ بقرہ، آیت ۲۵۸)

کیا تم نے ابراہیم کو اپنے پروردگار کے بارے میں احتجاج و مباحثہ کرتے نہیں دیکھا۔

(سورہ انعام، آیت ۷۵، ۸۳)

یہ وہ دلیل و برہان ہے جسے ہم نے دشمن پر غلبہ و مقابلہ کیلئے ابراہیم کو عطا کی اس آیت میں حضرت ابراہیم کے اس مناظرہ کا ذکر ہے جو انھوں نے چاند، سورج اور ستاروں کے پوجنے والوں کے مقابل بیان کیا تھا اور اس کا اظہار تھا کہ طلوع و غروب کرنے والے مکان اور جگہ بدلنے والے اور محل حوادث والے عبادت و پرستش کے لائق نہیں ہیں اور وہ ایسے ہیں جو متغیر ہیں محتاج و حادث ہیں اور ایک دوسرے مبدأ کے نیاز مند ہیں۔

دوسری آیات بھی اس موضوع میں وارد ہوئی ہیں جسے ہم آنے والی بحث میں بیان کریں گے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: کہ ہم نے دین خدا میں احتجاج و مباحثہ سے کنارہ کشی نہیں کی ہے اور سزا انبیاء کی زبان و روش میں مخالفین کے ساتھ قانون خدا کے مطابق مناظرہ اور مباحثہ کیلئے حاضر ہیں۔

اہل علم و دانش کے فضائل

علماء و دانشمندیوں کی فضیلت، تبلیغ و تعلیم اور ہدایت کی اہمیت کے بارے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں، ہم یہاں پر کچھ حصہ بیان کرتے ہیں۔

(حدیث ۱) مجھ سے بیان کیا ابو جعفر مہدی ابن ابی حرب حسینی عرشی نے، ان سے ابو عبد اللہ ابن جعفر ابن محمد ابن احمد نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو جعفر محمد ابن علی ابن الحسین ابن بابویہ قمی نے، ان سے ابوالحسن محمد ابن قاسم (مفسر استرآبادی) نے ان سے ابو یعقوب یوسف ابن محمد اور ابوالحسن علی ابن محمد نے۔

انہوں نے امام حسن عسکری سے آپ نے اپنے آباء و اجداد سے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

بغیر ماں باپ کے تیم سے بڑا تیم وہ ہے جو اپنے امام زمانہ تک نہ پہنچ سکے اور احکام دین و وظائف الہی کے جاننے میں حیران و پریشان ہو (ہماری امت کے علماء میں سے) جو ان کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کرے وہ روز قیامت ہمارے ساتھ مشور ہوں گے اور وہ ایک خاص بلند درجہ کے مالک ہوں گے۔

(حدیث ۲) استاد گذشتہ، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ہمارے پیر و کاروں میں جو بھی احکام اسلام سے باخبر ہو اور وہ جاہل و نادان لوگوں کو جہالت کی ظلمت سے علم کی روشنی کی طرف ہدایت کرے تو وہ روز محشر ایک ایسا تاج و لباس پہن کر چلے گا کہ اس کے تاج کا نور عرصہ محشر کو روشن کر دے گا اور اس کے لباس کے ایک تاریکی قیمت دنیا کی قیمت سے زیادہ ہوگی اس کے بعد آواز آئے گی اے بندگان خدا!

یہ علماء آل محمد کے شاگرد ہیں جس نے اس کے نور علم سے دنیا میں استفادہ کیا ہے آج بھی وہ اس کی نورانیت سے فائدہ اٹھائے، محشر کی تاریکی و پریشانی سے نجات حاصل کرے اور جنت کی طرف جائے، پس جس نے بھی دنیا میں اس کے علم سے استفادہ کیا ہے وہ اس کی نورانیت سے متوسل و مستفید ہوگا۔

(حدیث ۳) اسناد گذشتہ، امام حسین کا فرمان ہے:

تیمان آل محمد کی تعلیم و تربیت کرنے والے اس شخص پر فضیلت و برتری رکھتے ہیں جو بغیر ماں باپ کے یتیم کی معاشی و سماجی کفالت کرتے ہیں اور ایسے ہیں جیسے آفتاب کو تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

(حدیث ۴) اسناد گذشتہ، امام حسین سے نقل کرتے ہیں:

جس نے ہمارے یتیموں سے کسی ایک کی سرپرستی کی اور اپنے علم و دانش سے اس کی ہدایت کی تو خدا روز قیامت خطاب فرمائے گا۔ اے میرے بندے تم نے اپنے برادر موسیٰ سے سبکی کی ہے، سبکی و احسان کرنے کا میں تم سے زیادہ سزاوار اور مستحق ہوں، پھر ملائکہ سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے صالح کیلئے اس کے ہر تعلیم دیئے ہوئے لفظ کے عوض جنت میں ہزار ہزار قصر تیار کرو اور اس قصر کے شایان شان جو چیزیں ہوں اسے بھی آمادہ کرو۔

(حدیث ۵) امام محمد باقر کا بیان ہے:

ایک عالم اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں چراغ ہو اور اس کی روشنی سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ عالم کے ہاتھ میں چراغ معرفت و شیعہ ہدایت ہے جس کے ذریعہ سے جاہل افراد کو جہالت و ظلمت کی سرگردانی و تاریکی سے نجات دلاتا ہے، نتیجہ میں وہ دوزخ کی آگ سے نجات پاتا ہے، خدا نجات پانے والوں کے ہر بال کے بدلہ میں اس عالم کو خیر و بہتر عطا کرے گا وہ بھی ایسا عوض جو خانہ کعبہ میں ایک لاکھ رکعت نماز ادا کرنے کے بدلہ سے بہتر ہوگا۔

(حدیث ۶) اسناد گذشتہ، امام جعفر صادق نے فرمایا:

ہمارے شیعہ علماء ہمیشہ دشمنوں کی سرحدوں کی تاک میں رہتے ہیں اور مخالفین کے رخنہ و تجاوز کو روکتے ہیں، علماء حق و حقیقت ہمیشہ عاجز و ضعیف اشخاص کو شیطان اور اس کے لشکر کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور دشمنان دین کے دست تسلط کو قطع کر دیتے ہیں، پرہیزگار و بیدار علماء پیش خدا ان لوگوں سے افضل و برتر ہیں جو ظاہری دلی دشمن کے مقابل مشغول جہاد و مبارزہ ہیں کیونکہ یہ جسم ظاہری سے دفاع کرتے ہیں

اور علماء قلب و جگر سے۔

(حدیث ۷) اسناد گذشتہ، امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا:

جو فقیہ ہمیشہ جاہل و محتاج افراد کی دستگیری کر کے انھیں مذہب کے حقائق و معارف و اصول کی ہدایت کرتے ہیں وہ اہلبیت کیلئے ہزار عابد سے زیادہ گراں و سخت ہیں کیونکہ عابد کا مقصد صرف اپنے کو نجات دینا ہے لیکن مرد فقیہ ہزاروں مردوں اور عورتوں کو شیطان و وسوسوں اور اس کی گمراہی و حیلہ بازی سے نجات دیتا ہے اس سبب سے ایک فقیہ خدا کے نزدیک ایک ہزار عابد سے بہتر و برتر ہوتا ہے۔

(حدیث ۸) اسناد گذشتہ، امام رضاؑ سے منقول ہے:

روز قیامت پروردگار مرد عابد کو آواز دے گا تم کتنے اچھے ہو کہ ہمیشہ اپنی اصلاح و اپنے تزکیہ نفس میں مصروف رہے اور اس جہان کیلئے توشہ و ذخیرہ فراہم کرتے رہے، جنت میں تمہارے لئے یہ جگہ ہے لیکن وہ فقیہ جو مسلسل بے چارہ و ضعیف لوگوں کی ہدایت و نجات کی کوشش کرتا رہا ہے روز قیامت اسے خطاب کیا جائے گا،

اے وہ جس نے پیمان آل محمد کی کفالت کی ہے اور شب و روز دوستانہ اہلبیت کی تعلیم و تربیت میں محنت کی ہے اپنی جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو، پس فقیہ بہت سے افراد کا انتخاب کر کے اپنے تربیت یافتہ ہزاروں لوگوں کی شفاعت کرے گا عابد و فقیہ کے درمیان یہ فرق ہے۔

(حدیث ۹) اسناد گذشتہ، امام محمد تقیؑ سے روایت ہے:

جو پیمان آل محمد کی خلاصی و نجات کیلئے محنت و مشقت برداشت کرے، انھیں حیرت و عظمت سے نجات دے، مخالفین کے باطل و غلط و سوسے اور خیالات کو قطع کرے، دلیل و برہان کے ذریعہ دشمنان دین کی بیہودہ باتوں کو رد کرے تو وہ تمام لوگوں کی نسبت ایسے ہی افضل ہے جیسے زمین کی نسبت آسمان برتر ہے یا آسمان کی نسبت عرش و کرسی یا آسمان کے بہت چھوٹے ستارہ کی نسبت چودھویں کا چاند افضل ہے۔

(حدیث ۱۰) اسناد گذشتہ، حضرت علیؑ کا قول ہے:

غیبت امام زمانہ میں اگر علماء و فضلاء مسلسل لوگوں کو خدا کی طرف دعوت نہ دیتے (اور مذہب پر) وارد ہونے والے اعتراضات و شبہات کو برطرف نہ کرتے اور کمزور لوگوں کو ابلیس اور اس کے پیروکاروں سے آزاد نہ کراتے تو بطور مسلم سب لوگ دین سے منحرف ہو کر گمراہ و مرتد ہو جاتے۔ پس علماء ہندگان خدا کے کمزور و متزلزل دلوں کو ہر طرح کے اضطراب و پریشانی سے بچاتے رہتے ہیں جیسے ناخدا سمندر کی پرخطر و خوفناک امواج کے مقابل کشتی کی حفاظت کرتا ہے، علماء کا یہ گروہ نزد خدا فضیلت و برتری رکھتا ہے۔

(حدیث ۱۱) اسناد گذشتہ، خود امام حسن عسکری سے منقول ہے:

روز قیامت ہمارے دوستوں کی تعلیم و تربیت کرنے والے علماء ایک ایسا تاج پہنے ہوئے محشور ہوں گے جس کا نور فضاے محشر میں پھیلا ہوگا اور اس کی روشنی انسانی چال کی تین لاکھ سال کی مسافت تک پہنچ رہی ہوگی، پس جس نے بھی ان کے علوم سے استفادہ کیا ہے اور ان کی رہنمائی کے سبب کج و تاریک راستوں سے نجات پائی ہے وہ ان کے انوار کی کسی شعاع سے متمسک ہو جائے گا اور بہشت میں اپنے اساتذہ کے ساتھ اپنے معین و مناسب مقام پر نزول و قیام کرے گا اور ان انوار کی شعاعیں جب ہمارے دشمنوں اور مخالفوں پر پڑیں گی تو وہ گونگے اور بہرے ہو جائیں گے اور انھیں جہنم کی طرف کھینچ کر لے جایا جائے گا۔

(حدیث ۱۲) اسناد گذشتہ، امام حسن عسکری سے منقول ہے:

ہم آل محمد کے کچھ دوست ناجیز و فقیر ہیں اس سے مراد وہ اشخاص ہیں جو ہمارے دشمنوں کے مقابل کمزور و عاجز ہیں اور مخالفین کے اعتراض و لعن و طعن کا نشانہ بنتے ہیں پس ان فقراء کی امداد و نصرت کرنا عام فقراء کی مدد سے بہتر و افضل ہے، جس نے اس گروہ کی دستگیری کی اور دشمن کے مقابل علم و برہان کے اسلحے سے ان کو تقویت پہنچائی، ان کے فقر و ضعف کو برطرف کیا، دشمنوں پر غالب و مسلط کر دیا، تو خداوند عالم ان کو ہمیشہ ان کے دشمنوں کے مقابل غالب و قاهر رکھے گا اور ان کے دشمنوں پر ضعف و عجز کو غالب و قابض بنا دے گا۔

(حدیث ۱۳) پھر آپ ہی نے فرمایا کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

جس نے علم و معرفت کے کمزور شخص کو قوی و مضبوط بنا کر مخالف و دشمن کے مقابل غالب کر دیا اسے خداوند عالم قبر کے سوال و جواب کے وقت تلقین کرے گا کہ کہو۔ اللہ میرا پروردگار ہے، مجھ اس کے رسول ہیں، علی ابن ابیطالب خلیفہ رسول ہیں، کعبہ میرا قبلہ ہے، قرآن کتاب آسمانی اور وسیلہ سعادت و خوشبختی ہے، باایمان لوگ میرے بھائی ہیں، پھر خدا کی طرف سے اعلان ہوگا کہ میرے بندے نے حق کا اظہار کیا اور اپنے صحیح اعتقاد کو بیان کیا اب اسے بہشت کے بلند مقامات پر ساکن کر دیا اسی وقت اس کی قبر جنت کے ایک خوبصورت باغ میں تبدیل ہو جائے گی۔

(حدیث ۱۴) آپ خود فرماتے ہیں:

مختلف مسلک و عقیدہ رکھنے والی دو عورتیں نزاع کرتی ہوئیں حضرت فاطمہؑ کے پاس آئیں اور دونوں نے اپنے اعتقاد کا اظہار کیا، صحیح عقیدہ رکھنے والی عورت کے مقصد کے مطابق آپ نے دلیل و برہان دے کر دوسری عورت کو مغلوب کر دیا، مومنہ عورت بہت خوش و مژم ہوئی، آپ نے فرمایا: حق کے غلبہ کے سبب ملائکہ کی فرحت و خوشی تم سے کہیں زیادہ ہے اور شیطان اور اس کے شاگردوں کا حزن و غم اس عورت کے اندر وہ دلال سے بیشتر ہے، خدا فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس عمل (نصرت حق و ابطال باطل) کی خاطر حضرت زہراؑ اکیلے پہلے سے آمادہ شدہ درجات کے مقابل دوسرے ہزار ہزار درجات و مکانات تیار کرو اور میرے بندوں میں سے جو بھی مخالفین حق پر غلبہ و تسلط کا سبب بنتا ہے اس کیلئے اس قانون و طریقہ کو جاری و قائم رکھو۔

(حدیث ۱۵) اسناد گذشتہ امام سے نقل کیا گیا ہے:

آپ کے پاس کوئی شخص کچھ ہدیہ دینے کے لئے آیا آنحضرت نے فرمایا، ان دونوں میں سے تمہارے نزدیک کون زیادہ بہتر و پسندیدہ ہے کہ اس ہدیہ کے عوض تمہیں ہدیہ کا نہیں برابر دیدوں یا ایسے مضامین و مطالب کو بیان کروں کہ تم فلاں گمراہ شخص پر غالب آ جاؤ اور کچھ سادہ لوح و بے خبر افراد کو ان کی کج روی

دوڑی تبلیغات سے نجات دلاؤ؟

اس کے علاوہ، اگر تم نے حسن انتخاب کے ساتھ ان دونوں میں سے بہتر و افضل کا انتخاب کیا تو تمہارے لئے دونوں چیزیں حاضر ہیں اور اگر تم نے مفضل کو اختیار کیا اور افضل کی تعیین میں غلطی کی تو ان دونوں میں سے کسی ایک کا تم کو اختیار ہوگا، اس شخص نے کہا کیا دشمن دین کو مغلوب کرنے اور لوگوں کو شر و برائیوں سے نجات دینے کا اجر و ثواب بیس ہزار درہم کی قیمت کے مساوی و برابر ہو سکتا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: بالکل نہیں، بلکہ اس عمل کی قیمت ساری دنیا کی قیمت سے ہزار ہزار گنا زیادہ ہے اس شخص نے جواب دیا پھر کیسے ممکن ہے کہ میں بے قیمت و پست تر چیز کا انتخاب کر لوں اور جو چیز با قیمت ہو اس سے صرف نظر کر لوں۔

امامؑ نے فرمایا: تم اپنے انتخاب میں سچے اور کامیاب نکلے، لویہ بیس ہزار درہم، تم تمہیں دے رہے ہیں اور مضمون و مطلب کی بھی تعلیم دیتا ہوں، پھر وہ شخص اپنے وطن واپس گیا اور مخالف سے مباحثہ کر کے اسے مغلوب و خاموش کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع امامؑ تک پہنچی، پھر جب اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

کسی نے بھی اپنے کاروبار اور کسب میں تمہاری طرح فائدہ نہ اٹھایا، تم نے وہ کام کیا جس کے سبب خدا تم سے خوش ہے، پیغمبر خدا تجھے دوست رکھتے ہیں اور ان کے پاک و پاکیزہ اہلبیت، ملائکہ مقربین اور مومنین بھی، تمام مومن و کافر کے برابر اور دیناوی فائدہ کے ہزار گنا سے بھی زیادہ تم نے اس عمل سے فائدہ اٹھایا ہے تمہیں یہ نعمت مبارک ہو۔

(حدیث ۱۶) اسناد گذشتہ، امام حسن عسکریؑ نے امام صادق سے نقل فرمایا ہے:

جو شخص ہمارے مخالفین کو مغلوب و لا جواب کرنے کیلئے قدم اٹھائے، ہمارے کمزور دوستوں کو ان کے شر سے بچائے ان دشمنوں کو شکست دینے اور ان کی کمزوریوں و عیوب کو ظاہر کرنے میں ہماری حمایت کرے اور پیغمبر خدا اور ان کی آل پاک کی تعظیم و تکریم کرے، تو خداوند عالم بہشت کے ملائکہ کو حکم دیتا ہے

کہ اس کیلئے جنت میں مخصوص عمارتوں و خاص قصروں کو بناؤ، ماور دشمنان خدا سے احتجاج کے ہر کلام و جملہ کے مطابق کچھ صاحب قدرت و قوت ملائکہ اس کے امور کی انجام دہی اور اس کے عملوں کے بنانے میں مدد کرتے ہیں، اس کیلئے اتنی نعمت اور مکان قصر تیار ہوتے ہیں کہ جس کی مقدار خدا کے علاوہ کسی کو بھی نہیں معلوم ہے۔

(حدیث ۱۷) امام حسن عسکری نے امام رضا سے نقل فرمایا ہے:

جو عالم اپنے فقر و احتیاج و ذلت کے ایام کیلئے جو بہترین زادراہ ذخیرہ کرتا ہے اور دوسری دنیا و آخرت میں جو بہترین عمل اس کے کام آئے گا وہ یہ ہے کہ اس نے ہمارے عاجز و کمزور دوستوں کی دیکھ بھری کی ہے، اس نے انہیں ہمارے دشمنوں کے چنگل سے نجات دلائی ہے اور مخالفین کی غلط باتوں اور باطل تبلیغات کا جواب دیا ہے، یہ شخص جب قبر سے اٹھے گا تو ملائکہ کی صفوں کا مشاہدہ کرے گا جو اس کی قبر سے بہشت کی منزل معین تک لگی ہوگی اور اپنے پروں پر بلند کر کے جنت کی مخصوص منزل تک پہنچائیں گے پھر کہیں گے، مبارک ہو، اے وہ شخص جس نے دشمنوں کو شکست دی ہے اور اپنے طیب و طاہر ائمہ کی طرفداری و حمایت کی ہے۔

(حدیث ۱۸) اسناد، امام حسن عسکری سے نقل ہوا ہے:

آپ کے چند اصحاب و دوست نے آپ کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ہمارا پڑوسی آپ اہل بیت کا مخالف و دشمن ہے جو ہمیشہ ہمیں اذیت دیتا ہے اور خلفاء ثلاثہ کے علی ابن ابیطالب پر افضل ہونے پر دلائل پیش کرتا ہے جس کے جواب سے ہم عاجز ہیں۔ امام نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک باخبر اور عالم شخص کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ صحیح و ضروری جواب دے اور ان کے دلائل کو باطل و بیکار کر دے۔ اس کے بعد امام نے ایک شخص سے کہا ان مخالفین کے پاس جاؤ، ان کی باتوں کو سنو، جب وہ تم سے جواب کے طالب ہوں تو اگر ان کی باتوں کو باطل اور ان کے اعتقاد کو بیکار کر سکتے ہو تو اس کا جواب دو اور بالکل سزاقت کر دو، وہ شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے ساتھ دشمنوں کی نشست میں حاضر ہوا، مخالفین بحث و گفتگو میں مصروف تھے، پھر

انہوں نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی باتوں کی تصدیق و موافقت چاہی۔ محبت امام نے بات شروع کی، ان کی باتوں کو باطل کیا اور ان کے عقائد کے فاسد ہونے کو ایسے ثابت کیا کہ وہ سب کے سب اپنی جگہ ٹھنڈے پڑ گئے، اور وہ ہمسایہ مخالف اتنا پڑ مردہ و پریشان ہوا کہ جیسے آسمان و زمین کے درمیان مسلح ہو گیا ہو، اصحاب و دوستان امام بے انتہا سرور و خوشحال ہوئے اور اتنا ہی مخالفین و دشمنان محزون و مغموم ہوئے، جب امام کے پاس واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا: دشمنان خدا کے مغلوب ہونے اور ان کے شکست کھانے کے سبب اللہ آسمان تم سے زیادہ خوشحال ہوئے ہیں اور شیطان اور اس کے اصحاب مخالفین سے کئی گنا زیادہ رنجیدہ و پریشان ہوئے ہیں، آسمان و عرش اور کرسی کے فرشتوں نے اس مرد غالب کیلئے خدا سے رحمت و مغفرت طلب کی ہے اور خدا نے بھی ان کی دعا قبول کر لی ہے اور ایسے ہی ان مغلوب و متہور شخص کیلئے لعن و نفرین کی ہے۔ خدا نے اسے بھی قبول کر لیا ہے۔

احتجاج رسول اکرم

امام حسن عسکری فرماتے ہیں: کہ ہمارے دادا، امام صادق کے سامنے گفتگو ہو رہی تھی کہ رسول خدا نے دین میں مباحثہ و مناظرہ سے منع فرمایا ہے:

امام نے فرمایا: مطلقاً روکا نہیں گیا ہے بلکہ اس سے جو بہتر و احسن نہ ہو جیسا کہ خدا نے بیان فرمایا: اہل کتاب سے مجادلہ و مناظرہ نہ کرو مگر احسن و عمدہ طریقہ سے، حکمت و موعظہ اور اچھی اچھی باتوں سے انھیں خدا کی طرف دعوت دو۔ دانشمندی اور علماء نے احسن بحث و مباحثہ کو دین کی ضروریات و احتیاجات میں شمار کیا ہے اور مباحثہ و مناظرہ غیر احسن کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ مطلق مباحثہ و احتجاج حرام ہو جبکہ خدا کا ارشاد ہے کہ مخالفین دعویٰ کرتے ہیں سوائے یہودی و عیسائی کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا پھر کہا کہ یہ مخالفین کی آرزوئیں ہیں اگر سچے ہیں تو اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کریں۔

اس آیت میں خدا نے سچائی اور ثبوت دعویٰ و اثبات مقصد کا معیار و میزان برہان و دلیل کو قرار دیا ہے واضح ہے کہ دلائل کا بیان کرنا ہی احتجاج و مباحثہ ہے۔

امام صادق کے اصحاب نے تقاضا کیا کہ آپ احسن و غیر احسن کی وضاحت فرمائیں۔

امام نے فرمایا: مباحثہ غیر احسن یہ ہے کہ وقت احتجاج مقابل کے ساکت و مغلوب کرنے کیلئے حق کا انکار یا باطل کا اعتراف کر لیا جائے جیسے مخالف درست بات کہہ رہا ہے اور تم اس خوف سے کہ اس کا مقصد و مطلب ثابت ہو جائے گا صحیح و حق بات کی بھی رد کر دو یا اس کی غلط باتوں کا جواب ایک باطل و نادرست گفتگو سے دو۔

مجادلہ احسن کے ذریعہ خود خدا نے احتجاج کیا ہے۔

ترجمہ: ان لوگوں نے دوبارہ زندہ ہونے کو بعید شمار کیا ہے اور اپنی پہلی خلقت کو فراموش کر دیا اور کہتے

ہیں کہ انسان کی بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے جوڑا (یا زندہ کیا) جاسکتا ہے، پھر خدا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے رسول کہہ دیجئے!! بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انھیں خلق کیا تھا وہ پروردگار ہر طرح کی خلقت پر مسلط اور اس کا عالم ہے وہ وہی خدا ہے جس نے تمہارے لئے سبز و شاداب درختوں میں آگ رکھی ہے جسے احتیاج کے وقت جلاتے ہو اور اسی سے اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہو۔ پس جو ان ہڈیوں اور دوسری مخلوقات کو عدم سے وجود میں لایا ہے کیسے انھیں دوبارہ زندہ کرنے میں عاجز و مجبور ہو جائے گا کیونکہ پہلی مرتبہ نہ کوئی مادہ تھا نہ ہی نقشہ و صورت۔ یہ بات معلوم ہے کہ دوبارہ زندہ کرنے اور زندگی دینے سے پہلی مرتبہ پیدا کرنا زیادہ سخت و مشکل ہے۔

خدا فرماتا ہے: کہ وہ پروردگار جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے وہ خدا انسان کی خلقت میں عاجز و مجبور ہو جائے گا؟ جس قادر و عالم خدا نے اتنے بڑے جہان کو پیدا کیا ہے اس کے بارے میں تم ایسی باتیں کیسے کہہ سکتے ہو؟ تمہاری نگاہ میں زمین و آسمان کے خلق کرنے سے زیادہ سخت و مشکل بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی دینا ہے؟

اس مقام پر امام صادق نے فرمایا: کہ مقابل کے اعتراض و شبہہ کا اس کے فہم و فراست کے مطابق جواب دینے اور اس کی غلط باتوں کو صحیح طریقے سے ظاہر کرنے کو مناظرہ و مجادلہ احسن کہتے ہیں۔

کیا رسول خدا نے احتجاج و مناظرہ کیا ہے؟

امام صادق سے ان باتوں کو سننے والے ایک شخص نے پوچھا: کیا رسول خدا نے مناظرہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے تصور کے مطابق کیا رسول اکرم نے خدا کے معین شدہ قانون و دستور میں کوتاہی اور اس کی مخالفت کی ہے اور جس وظیفہ پر مامور تھے اسے انجام نہیں دیا ہوگا؟ جبکہ خدا فرماتا ہے: کہ مخالفین سے بطریق احسن مباحثہ کرو، پھر فرماتا ہے کہ منکرین حشر و نشر سے کہہ دو جس خدا نے پہلی بار خلق کیا ہے وہی دوبارہ حیات عطا کرے گا۔ کیا اس حکم کے بعد بھی رسول مخالفین سے احتجاج ترک کر کے اپنے وظیفہ کی انجام دہی میں تقصیر اور مخالفت کریں گے؟

مخالفین رسول اکرم کی خدمت میں

امام صادق نے فرمایا: میرے آباؤ اجداد سے مجھ تک پہنچا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ یہود نصاریٰ دہریہ مانویہ اور بت پرست ان پانچ فرقوں کے پیشواؤں میں سے کچھ متفق ہو کر رسول اکرم کے پاس حاضر ہوئے اور انھوں نے رسول خدا سے مناظرہ کرنا شروع کیا۔

گروہ یہود: ہمارا عقیدہ ہے کہ جناب عزیز پیغمبر خدا کے بیٹے ہیں اس موضوع پر ہم آپ سے بحث کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ہمارے ہم عقیدہ اور موافق ہوئے تو ہمیں آپ پر سبقت و تقدم کا حق ہوگا ورنہ ہم آپ کی دشمنی و عداوت پر مجبور ہیں۔

گروہ نصاریٰ: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ان سے متحد ہو گیا ہے اس کے بارے میں آپ سے مناظرہ کیلئے آئے ہیں تو ان کی صورت میں ہمیں حق سبقت ہوگا مخالف کی صورت میں ہم آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔

گروہ دہریہ: ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ دنیا کی موجودات کیلئے نہ کوئی آغاز ہے نہ کوئی انجام، جہاں قدیم ہمیشہ سے ہے اس سلسلہ میں آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے موافقت کی تو ہم سابق عقیدہ پر ورنہ آپ ہم سے بھی بغض و عداوت ہی دیکھیں گے۔

گروہ مانویہ: ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دنیا کی تدبیر و تربیت کا سرچشمہ نور و ظلمت ہے یعنی نظام کائنات کے چلانے والے نور و ظلمت ہیں اگر آپ اس کے موافق ہیں تو ہمیں تقدم حاصل ہے ورنہ ہمیں بھی اپنا مخالف شمار کیجئے۔

گروہ مشرکین: ہم معتقد ہیں کہ یہ بت ہمارے خدا ہیں اس کے بارے میں ہم آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں، اختلاف کی صورت میں ان کی طرح ہم بھی آپ کے دشمن ہوں گے اتفاق کی شکل میں یقیناً

ہمیں حق تقدم ہے۔

رسول خدا نے فرمایا: میں اس پروردگار کی عبادت کرتا ہوں جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے علاوہ تم جس کا نام لے رہے ہو اس کا منکر ہوں وہ خدا نہیں ہے، میں خدائے جہان کا رسول ہوں اور تمام دنیا والوں کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں،

تا کہ لوگوں کو اجر و ثواب کی بشارت دوں اور عذاب و غضب خدا سے ڈراؤں، ہاں خدائے مجھے ہر جگہ بچایا ہے اور دشمنوں و مخالفوں سے محفوظ رکھے گا۔

رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج

آپ یہودیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ تمہارے عقیدہ کو بغیر کسی دلیل و برہان کے قبول کر لو؟ انھوں نے کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا: تو بتاؤ کس دلیل سے معتقد ہو کہ جناب عزیر خدا کے بیٹے ہیں، جواب دیا کہ کتاب توریت بنی اسرائیل سے متروک ہو چکی تھی اسے زندہ کرنے اور واپس لانے پر کوئی قادر نہ تھا اور اس صورت حضرت عزیر نبی نے اسے قابل عمل بنا دیا اس بنیاد پر ہم ان کو خدا کا فرزند کہتے ہیں کہ اتنا بڑا کام انھیں کے ذریعہ سے ہوا اور کتاب آسمانی دین الٰہی ان کی روحانیت و بلند ہمتی سے دوبارہ زندہ و جاری ہو گئی۔

رسول اکرم نے فرمایا: اس صورت میں حضرت موسیٰ اس مقام و منصب کیلئے زیادہ سزاوار و اولیٰ ہیں کیونکہ خود توریت ان پر نازل ہوئی ہے اور ان سے بہت سے معجزات و کرامات ظاہر ہوئے ہیں، تمہاری منطق و دلیل کے اعتبار سے ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ کا مقام جناب عزیر کی منزلت سے بلند اور ابن خدا سے بالاتر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا خدا کے بیٹے سے تمہاری مراد یہ ہے کہ دوسرے باپ کی طرح انھوں نے بھی (معاذ اللہ) اپنی زوجہ سے مقاربت کی جس سے جناب عزیر پیدا ہوئے؟ اس صورت میں تم نے خداوند عالم کو دنیا کا ایک محدود مادی و جسمانی موجود تصور کر کے اس کے صفات و مخلوقات کی صفات سے متصف کر دیا ہے۔ تمہارے لحاظ سے دوسری موجودات کی طرح خدا بھی مخلوق و حادث ہو اور ایک دوسرے خالق کا محتاج ہو۔

انھوں سے جواب دیا، ولادت سے ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کیونکہ جیسا آپ نے فرمایا وہ کفر و نادانی ہے بلکہ مقصد ان کا شرف و احترام اور عظمت ہے جیسا کہ ایک عالم و استاد اپنے شاگرد سے کہتا ہے اے

میرے بیٹے یا تم میرے بیٹے ہو، اس تعبیر سے استاد کا مقصد وہی احترام، مگریم اور اطہارِ محبت ہے بس، ورنہ استاد و شاگرد کے درمیان ولادت کی معمولی سی ہی نسبت موجود نہیں ہے، اس مقام پر خدا کی جانب سے توجہ خاص و لطف و محبت مخصوص کے سبب ہم کہتے ہیں کہ حضرت عزیزِ خدا کے بیٹے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس صورت میں تمہارا جواب وہی پہلی باتوں کی طرح ہے جس کا تقاضا ہے کہ موسیٰ بن عمران اس مقام کے زیادہ سزاوار ہیں بلکہ جناب عزیزِ کو خدا کا بیٹا کہیں تو ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ کو خدا کا بھائی یا استاد یا مولا کہا جائے، تاکہ عزیز پران کی برتری و فضیلت ثابت ہو اور خداوند عالم کی ان سے شدید محبت و مکریم اور کثرتِ لطف و تعلق معلوم ہو سکے جیسا کہ ہم گذشتہ مثال دیکھتے ہیں کہ جب استاد شاگرد کا زیادہ احترام و عزت بنانا چاہتا ہے تو کہتا ہے میرے استاد بزرگ، اے میرے بھائی باپ، اے میرے رئیس و امیر۔

کیا تمہارے نزدیک حضرت موسیٰ کو (معاذ اللہ) خدا کا بھائی یا چچا یا استاد یا باپ کہنا صحیح ہے؟ یہودی: آپ کے جواب سے متحیر و مبہوت رہ گئے اور کہنے لگے: میں اجازت دیجئے اس کے بارے میں ہم تحقیق و فکر کر لیں، پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر تم با قلب پاک اور بانیتِ خالص اپنی رفتار و گفتار میں غور و فکر کرو تو خدا راہِ حقیقت کی طرف تمہاری ہدایت کر دے گا۔

نصارئی سے پیغمبر اسلام کا احتجاج

رسول خدا نے نصاریٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہارے نزدیک پروردگار اپنے بیٹے جناب عیسیٰ سے متحد ہو گیا ہے چونکہ اس قول سے تمہارا نظریہ مبہم ہے اس لئے تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری مراد یہ ہے کہ خدائے ازلٰی وابدی اپنی حیثیت سے نیچے وپست ہو کر ایک حادث موجود سے متحد ہو گیا؟ یا ایک حادث و محدود موجود حضرت عیسیٰ ترقی کر کے قدیم وابدی خدا کے برابر اور ایک ہو گئے ہیں؟ یا اتحاد سے تمہارا خیال حضرت عیسیٰ کی شرافت و بزرگی اور ان کی نہایت تعظیم و تکریم ہے؟

صورت اول: از روی برہان عقلی محال ہے، کیونکہ جو قدیم و ازلٰی ہے وہ حادث کیسے ہو سکتا ہے اور جو حادث ہے اس کیلئے متغیر ہو کر قدیم ہو جانا کس طرح ممکن ہے۔ جبکہ قدیم و حادث (از لحاظ مفہوم و مصداق) ایک دوسرے کی نفیض ہیں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ اجتماع اور اتحاد محال و ممتنع ہے۔

دوسری صورت: بھی محال عقلی سے ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ خدا کے منتخب بندوں اور اس کی مخلوقات میں سے تھے اور یہ اس صورت میں حادث ہیں اور جو حادث ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

بہر صورت ان کا ابن خدا ہونا، اس سے متحد و برابر ہونا اور خدا کا قدیم رہ کر ان سے متحد ہونا باطل و محال ہے۔ نصاریٰ نے کہا ہمارا نظریہ یہ ہے کہ حضرت مسیح پر خدا کا لطف خاص اور اس کی بے پایاں عنایات ہیں ان کے ذریعہ امور عجیبہ و خوارق عادت باتوں کو جاری کیا ہے اور ان کو اپنی مخصوص تکریم و تعظیم سے نوازا ہے لہذا ان کا ابن خدا ہونا صرف عظمت و تکریم کی غرض سے ہے بس۔

رسول اکرم نے فرمایا: یہودیوں کے جواب میں جو میں نے کہا کیا تم نے نہیں سنا؟ پھر جناب عزیز کے ابن خدا ہونے کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا اسی کی تکرار کی، جس کے سبب یہ بھی خاموش ہو گئے۔

ایک عیسائی نے کہا کیا آپ حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ نہیں سمجھتے؟

رسول خدا: ہاں جانتا ہوں۔ عیسائی، تو پھر حضرت عیسیٰ کو پھر خدا کیوں نہیں مانتے؟

رسول خدا: حکم خلیل مادہ خلعت سے ہے جس کے معنی احتیاج فقر کے ہیں، معنی خلیل کی حقیقت نیاز مند، محتاج شخص ہے چونکہ حضرت ابراہیم بے انتہا باعفت مستغنی نفس تھے اور دوسروں سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی طرف متوجہ تھے اس سبب سے خدا نے ان کو خلیل کا لقب عطا کیا خصوصاً اس وقت جبکہ ان سے برا سلوک کیا گیا اور آگ میں پھینکا گیا ان کا لقب واضح و متحقق ہو گیا۔

ہاں! متحقق میں رکھ کر ان کو جب آگ میں ڈالا گیا تو از جانب خدا جبرئیل نازل ہوئے تاکہ ان کی مدد کریں، آگ میں جاتے وقت جبرئیل نے ان سے ملاقات کی اور اپنی ماموریت اور امداد پیش کی آپ نے جواب دیا مجھے خدا کے علاوہ کسی سے کوئی حاجت نہیں ہے، میرے لئے اس کی مدد کافی ہے اس وجہ سے آپ کو خلیل اللہ کہا گیا۔ اگر کلمہ خلیل (از مادہ خلعت) سے ہے تو اس کے معنی لطائف و دقائق کی طرف متوجہ ہونا، رموز و اسرار کا جاننا اس کا بھی تمہارے استدلال و برہان سے کوئی تعلق نہیں ہے ان دونوں میں سے کسی ایک میں ان کے خلیل خدا ہونے کے بارے میں کوئی منج عطفی نہیں ہے اور نہ ہی خالق کا مخلوق سے کوئی مشابہت یا قدیم کا حادث ہونا ہے، کیونکہ یہاں صفات میں مشابہت ہے نہ کہ ذات اور حقیقت میں۔

اس لحاظ سے حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا معنی فقر و احتیاج اور مخلوق سے قطع امید کے ثابت ہونے کے بعد ہے یا اسرار رموز علوم سے آگاہی اور معلومات کے بعد ہے لیکن تو اللہ و تناسل کا موضوع برعکس ہے کیونکہ باپ بیٹا اور بھائی کے درمیان کی نسبت حقیقی و ذاتی امور میں ہے، باپ بیٹے روز اول سے وجود کے آخری لحظات تک ایک دوسرے سے منسوب و نزدیک اور ہم جنس ہیں چاہے صورتاً نزدیک و مربوط ہوں یا نہ ہوں، ایک دوسرے کی نسبت چاہے وہ مہربان اور ایک دوسرے کے امور سے مطلع و آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔

پھر رسول خدا نے فرمایا: اگر جناب عیسیٰ کے بیٹا ہونے کی تمہاری دلیل یہی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل خدا ہیں تو ضروری ہے کہ تم حضرت موسیٰ کے ابن خدا ہونے کے بھی معتقد ہو جاؤ، کیونکہ جو معجزات و کرامات جناب موسیٰ سے ظاہر ہوئے وہ جناب عیسیٰ کے معجزات سے کمتر نہیں تھے بلکہ جیسا کہ یہودیوں کے احتجاج

میں کہا گیا کہ حضرت موسیٰ کو خدا کا باپ یا بیچا کہنا جائز ہو جائے گا۔

ایک عیسائی نے کہا، حضرت مسیح نے خود آسمانی انجیل میں فرمایا: میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کی طرف چلا جاؤں گا رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر تم اس جملہ سے استدلال کرتے ہو اور صحیح مانتے ہو تو یہ بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ اصحاب حضرت عیسیٰ اور اس جملہ کے سننے والے سب کے سب خدا کے بیٹے ہیں، کیونکہ اس جملہ میں انھوں نے اپنی طرح ان کو بھی خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔

اس جملہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بیٹا ہونا ان کے معجزات و کرامات کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اس جملہ میں ابن خدا کے عنوان، کا اطلاق دوسروں پر بھی ہوا ہے جبکہ ان میں وہ خصوصیات و امتیازات مفقود تھے خود حضرت مسیح کے کلام کے موجب یہ عنوان ان کیلئے اختصاص نہیں رکھتا اور جو بھی خدا پرست اور مومن ہے اس کیلئے استعمال ہو سکتا ہے تم خود اس جملہ کو بیان کرتے ہو لیکن اس کے مضمون سے غافل اور اس کے خلاف گفتگو کرتے ہو۔

تم اگر صرف ان کلمات کے ظاہری و لفظی معانی کا ارادہ کرنا چاہتے ہو تو کیوں نہیں کہتے کہ کلمہ پدر سے مراد حضرت آدمؑ یا حضرت نوحؑ ہیں کیونکہ دونوں نبی حضرت عیسیٰ کے حقیقی و فطری باپ ہیں تم اس ظاہری و حقیقی معنی کی نفی کر کے کیسے اپنے منظور معنی کو ثابت کر سکتے ہو۔

عیسائی یہاں خاموش ہو گیا اور سب نے کہا، آج تک ہم نے آپ کے مانند مضبوط و ماہر بحث و مباحثہ کرنے والا نہیں دیکھا تھا آپ ہم کو کچھ مہلت دیجئے تاکہ اس بارے میں خوب غور و فکر کر لیں۔

دہریوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

پیغمبر اسلامؐ نے دہریوں سے فرمایا: کس بنیاد پر تم کہتے ہو کہ دنیا کی تمام موجودات قدیم ہیں اور ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی ان کا کوئی آغاز و انجام نہیں ہے۔

انہوں نے کہا: ہم جو اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اس کا اعتقاد رکھتے ہیں چونکہ ہم نے کسی چیز کا آغاز نہیں دیکھا اور نہ ان کے انجام و فنا کو دیکھتے ہیں لہذا حکم لگاتے ہیں کہ موجودات عالم ہمیشہ سے تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔

رسول خدا: کیا تم نے اپنی آنکھ سے ہر چیز کی پستی و ابدیت اور قدامت کو دیکھا ہے؟ اگر تم مشاہدہ کا دعویٰ کرتے ہو تو تم کو بھی اسی عقل و فکر اور قوت بدنی کے ساتھ ازلی وابدی ہونا چاہئے تاکہ تمام چیزوں کی ابدیت و ازلیت کو دیکھ سکو، جبکہ یہ خود برخلاف حق و حقیقت اور تمام عقلاء و افراد بشر کے علم و مشاہدہ کے خلاف ہے یقیناً تم ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کرو گے۔

دہریہ: درست ہے، ہم نے موجودات کے قدیم ہونے اور باقی ہونے کا مشاہدہ نہیں کیا ہے۔
رسول خدا: دراصل صورت تم توقف کرو اور کسی ایک طرف کا حکم نہ لگاؤ، تم نے اپنے دعویٰ کے مطابق نہ تو اشیاء کے حدوث کو دیکھا ہے اور نہ ان کے قدیم ہونے کو، ایسے ہی ان کی بقا و فنا کا بھی مشاہدہ نہیں کیا ہے پس تم کیسے ایک طرف کا انتخاب کر کے دوسری طرف کی نفی کرو گے۔

کیا تم شب و روز کو دیکھتے ہو کہ مسلسل پے درپے جاری و ساری ہیں؟

انہوں نے کہا ہاں: رسول خدا، کیا رات و دن کا آنا جانا پہلے زمانہ سے تھا اور بعد تک رہے گا؟

انہوں نے کہا ہاں: رسول خدا، کیا ممکن ہے کہ یہ ترتیب بگڑ جائے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں؟

انہوں نے کہا ممکن نہیں ہے: رسول خدا، اس صورت میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں اور جب

ایک کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے آ جاتا ہے۔

انہوں نے کہا ہاں: ایسا ہی ہے۔

رسول خدا: تم نے اپنے اعتراف سے اس چیز کے حادث ہونے کا حکم لگایا ہے کہ شب و روز میں جو

سبقت کرتا ہے۔

پھر فرمایا: کیا تمہارے نزدیک شب و روز کیلئے کوئی ابتدا ہے یا وہ ازلی و غیر متناہی ہیں؟

پہلی صورت میں ان کا حادث ہونا ثابت ہے۔

دوسری صورت میں تمہیں کہنا پڑے گا کہ کیسے ممکن ہے کہ جو چیز اختتام و انتہا رکھتی ہو وہ آغاز کے اعتبار

سے لامتناہی ہو؟ انہوں نے کہا درست ہے۔

رسول اکرم: تم موجودات کے قدیم ہونے کے معتقد ہو کیا تم نے بطور تحقیق اس عقیدہ کے بارے میں

فکر و تامل کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، ہم نے غور کیا ہے۔

رسول خدا: کیا تم دیکھ رہے ہو کہ تمام موجودات عالم ایک دوسرے کے محتاج اور باہم مرتبط اپنے وجود

و بقائیں ایک دوسرے کی نیاز مند ہیں جیسا کہ عمارت ہے اس کیلئے ضروری ہے پتھر، اینٹ، سمیٹ، پانی،

لکڑی، اور ریت سب ایک دوسرے سے مرتبط ہوں اور ساتھ ساتھ مددگار بھی ہوں تاکہ ایک عمارت کھڑی

رہ سکے اشیاء عالم بھی ایسے ہی ہیں، جب ہم دنیا کی اشیاء اور تمام موجودات کو باہم مرتبط و محتاج دیکھ رہے

ہیں تو قدیم کیسے مان سکتے؟ اس صورت میں حادث کے معنی کیا ہوں گے؟ تمہارے عقیدہ میں جو چیزیں

قدیم ہیں اگر وہ حادث ہوتیں تو کیسی ہوتیں؟

یہ جماعت بھی رسول اکرم کے مقابل مغلوب و متحیر ہو گئی اور معنی حادث کی وضاحت اور اس کے آثار

و علامت کے بیان سے عاجز ہو گئی، کیونکہ معنی حادث کے بارے میں جو ان کا خیال تھا پیغمبر نے وہی ان

موجودات کے بارے میں ثابت کر دیا جس کو وہ قدیم مانتے تھے، اس طرح وہ مجزوں و منعموم ہوئے اور کہا

اس بارے میں ہم دقت کرنا چاہتے ہیں۔

مانویوں سے رسول اکرمؐ کا مناظرہ اور احتجاج

پیغمبر اسلام نے ان سے فرمایا: تم کیسے ایمان رکھتے ہو کہ مدبر و مربی عالم نور و ظلمت ہیں؟ مانوی دنیا و حصول سے تشکیل پاتی ہے خیر و نیکی اور شر و برائی، یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد و مخالف ہیں ان دو متضاد کو دیکھ کر ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ خالق خیر، غیر از خالق شر ہے کیونکہ خالق واحد و متضاد عمل انجام نہیں دے سکتا جیسے کہ آگ سے سردی کا اثر نہیں ہو سکتا اور برف گرمی نہیں پیدا کر سکتا اس اعتبار سے ہم نے یقین کر لیا کہ خالق خیر و خوبی نور ہے اور خالق شر و بد ظلمت ہے اور یہی دونوں دنیا و اہل دنیا کے دو قدیم صنایع و خالق ہیں۔

پیغمبر خدا! کیا دنیا میں سفید و سیاہ، سرخ و زرد اور سبز و کبود (چستکبرہ) رنگ موجود ہیں؟ کیا یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں؟ کیونکہ سردی و گرمی کی طرح دورنگ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے؟

اہل مانویہ، ہاں

پیغمبر خدا: جب سب جدا گانہ ہیں تو تم ہر رنگ کیلئے ایک قدیم صنایع کے معتقد کیوں نہیں ہوئے؟ کیا تمہارے گمان میں ہر چیز ایک مستقل خالق کی محتاج نہیں ہے؟ سب خاموش ہو گئے۔

پیغمبر خدا نے فرمایا: تمہارے عقیدہ کے مطابق کیسے نور و ظلمت اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار بن کر اس جہان کو چلاتے ہیں؟ جبکہ نور فطر تا صعود و بلندی کی طرف میلان رکھتا ہے اور ظلمت طبیعتاً پستی و نزول کی طرف مائل ہوتا ہے۔ دونوں میں سے ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی جانب مسلسل حرکت دہیر کر رہے ہوں تو کیا وہ باہم ایک مقام پر جمع ہو سکتے ہیں؟

مانوی انہیں ممکن نہیں ہے۔ رسول خدا! تو کیسے ممکن ہے نور و ظلمت اس جہان طبیعت میں باہم مخلوط و مجتمع و مرصط ہو جائیں؟ جبکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق نور کی طرف بالا حرکت کرتا ہے اور ظلمت بسوی ضد

و مخالف، کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ کائنات ایک مقام پر نہ جمع ہونے والے دو امر کے اجتماع سے حادث و تشکیل ہوئی ہے؟ ہمیں ماننا چاہئے کہ دونوں حادث اور خدائے قدیم کی مخلوق ہیں، مسلسل اس فرمانبرداری میں اور اس کی تدبیر کے تحت ہیں۔

انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں بھی وقت دیجئے تاکہ خوب غور و فکر کر لیں۔

بت پرستوں سے رسول اکرمؐ کا مباحثہ اور احتجاج

پیغمبر خداؐ نے عرب کے بت پرستوں سے کہا تم نے پروردگار جہان کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور ان بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ بت پرست: ہم اس عمل سے پیش خدا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

پیغمبر خداؐ: کیا تم نے اپنے ہاتھوں سے انہیں نہیں تراشا ہے؟

جب تم ان کے صالح ہو تو ضروری ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ خدا کی خوشنودی طلب کریں، غیر خدا کی عبادت کے جائز ہونے کی بناء پر ان کو تمہارے مقابل خاضع ہونا چاہئے اور تمہاری عبادت کرنا چاہئے، کیا خدائے جہان نے تمہیں ان کی عبادت کا حکم دیا ہے؟

رسول کی اس گفتگو سے ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ کچھ نے کہا خدا ان کے بیکل و مجسمہ میں طول کر گیا تھا جو ان بتوں کی شکل و صورت کے تھے، بتوں کی جانب توجہ کا مقصد ان مجسموں کی تحلیل و تکریم ہے دوسرے گروہ نے کہا ان بتوں کو پرہیزگار و عابد و خدا پرست اشخاص کی صورتوں کے مطابق بنایا گیا ہے اور اس سے مراد خدا کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے۔

تیسرا گروہ جناب آدمؑ کی خلقت کے بعد خدائے ملائکہ کو ان کے سجدہ کا حکم دیا، ہم اس سعادت خوش بختی سے محروم رہے جو کہ پیشگاہ خداوند متعال تقرب و خوشنودی کا وسیلہ تھی کیونکہ ہم اس دن لباس ہستی دو وجود سے مزین نہ تھے اس لئے حضرت آدمؑ کی مختلف شکلیں بنا کر اس عمل کا جبران کرتے ہیں اور ان کے سامنے پروردگار جہان کی تعظیم کے ارادہ سے حضور و خشوع کرتے ہیں، جیسا کہ آپ لوگ محراب مسجد میں سجدہ کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ سامنے ہوتا ہے اور عظمت و جلالت پروردگار کی نیت سے عبادت و سجدہ کرتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

تم سب غلط اور گمراہی کے راستہ پر چل کر حقیقت و یقین کے درست راستہ سے منحرف ہو گئے ہو۔

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا

رسول خداؐ نے پہلے گروہ سے فرمایا: تمہارے نزدیک خدا ان خمسوں میں ان باتوں کی صورت میں حلول کر گیا ہے یہ بات نہایت درجہ پست اور جاہلانہ ہے کیونکہ اگر خدا کسی چیز میں حلول کر گیا ہو تو اسے بھی مخلوقات کی طرح تیار منہ محدود اور حادث ہونا چاہئے، کیا اسے محدود و گہرا ہوا نہیں کہا جائے گا؟ کیا حلول کی صورت میں خداوند عالم اور ان خصوصیات جو اجسام میں حلول کرتی ہیں (مثلاً رنگ، بو، مزہ، نختی وزنی) کے درمیان کوئی امتیاز و فرق ہو سکتا ہے؟ پھر اس صورت میں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ جسم محیط و حادث ہے اور جو حلول ہو کر اس کے محیط میں واقع ہوا ہے وہ قدیم ہے؟ اس کا عکس ہونا چاہئے کہ محیط قدیم ہو اور جو اس میں محدود و محصور ہوا ہو وہ حادث ہو۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو خدا تمام موجودات و ممکنات کا خالق ہو وہ کسی حلول کرنے والی جگہ کا محتاج ہو؟ کیا اللہ مقام حلول سے پہلے اور موجودات عالم سے پہلے بے نیاز اور مستقل نہ تھا۔

چونکہ تم نے حلول کی گفتگو سے خدا کو حادث و ممکن موجودات کے صفات سے متصف کیا ہے، یقیناً تم اس خدا کو تغیر اور زائل پاؤ گے، کیونکہ جو تغیر اور زوال پذیر ہے، نتیجہ میں اسکو فنا ہونا ہے۔

کیونکہ حلول کرنے والی چیزیں اور جس میں حلول کرتی ہیں، ان صفات (حدوث، زوال و فنا) سے متصف ہوتے ہیں یہ عوارض کسی چیز کی ذات میں تبدیلی کو ظاہر کرتے ہیں۔

اگر تمہارا اعتقاد یہ ہو کہ حلول کرنا تغیر و تبدیلی کا سبب نہیں تو ضروری ہے کہ حرکت و سکون، سیاہ و سفید اور رنگارنگ ہونے کو بھی تغیر کا موجب نہ سمجھو اور ہر طرح کے عوارض و حالات تجویز کر کے مختلف ممکنات کے صفات سے پروردگار جہان کی تو صیغہ کرو، نتیجہ میں خدا کو حادث و محدود و محتاج و ضعیف سمجھو اور تم کو اس سے کوئی اعتراض بھی نہیں ہونا چاہئے۔

انھوں نے کہا غور و فکر کے بعد ہم اس کا جواب دیں گے۔

غیر خدا کا سجدہ

پیغمبر اسلام نے دوسرے گروہ سے فرمایا: تم کہتے ہو کہ کچھ لوگوں نے پروردگار عالم کے سامنے اظہارِ خضوع اور عبادت کیا، ہم نے انکی صورتوں کو بت بنایا ہے اور اسی کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں لیکن تمہیں جاننا چاہئے کہ جب تم نے ان کے مقابل سجدہ اور عبادت کیا، اپنے چہروں کو خاک پر رکھا اور اس حد تک ان کے سامنے خضوع و خشوع کرتے ہو تو پروردگار کے سامنے کیسی اظہارِ بندگی اور کیسا خضوع و خشوع کرو گے؟ سجدہ کرنے خضوع کرنے اور خاک پر پیشانی رکھنے سے بڑھ کر کوئی عمل ہے؟

اس صورت میں ان بتوں کی تعظیم و تکریم اور پروردگار کی عظمت و بزرگی برابر نہیں ہو جائے گی؟ اگر تم بادشاہ کی ویسی تعظیم کرو جیسی اس کے نوکروں کی کرتے ہو تو کیا تم نے بادشاہ کی اہانت و تحقیر نہیں کی؟ کسی چھوٹے کو از لحاظ عزت و احترام کسی بزرگ کے مساوی قرار دینا شخص بزرگ کی توہین و ذلت کا موجب نہیں ہے؟ سب نے کہا: ہاں ہر حال میں ایسا ہی ہوگا۔

پیغمبر نے فرمایا: جب تم بتوں کے سامنے ایسے خضوع و خشوع کرتے ہو اور پھر خدا کے سامنے بھی ایسی ہی بندگی و عبادت کرو تو کیا اس صورت میں تم نے پروردگار کی عظمت و جلالت کی اہانت نہیں کی؟ یہ لوگ بھی خاموش ہو گئے اور آپ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔

خانہ کعبہ کے مقابل عبادت کا مقصد

رسول اکرمؐ نے تیسرے گروہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

تم نے مسلمانوں کو اپنے اوپر قیاس کر لیا اور سمجھ لیا کہ خانہ کعبہ کے سامنے سجدہ کرنا بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کی طرح ہے لیکن تم بید خطا و گمراہی میں ہو کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے ہم اس کے بندے ہیں ہر بندہ و مخلوق کا وظیفہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے خالق کے احکام کی اطاعت کرے اور اس کے اوامر و نواہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

ہاں! ہمیں اپنی رفتار و گفتار میں خدا کی خوشنودی و رضائیت کا لحاظ کرنا چاہئے اور اسی کے ارادہ و مشیت کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ ہم کو پابند ہونا چاہئے اور اپنے اعمال کو فرمان الہی کی خصوصیات و شرائط کے ساتھ انجام دینا چاہئے، ہم حدود و وظائف مقررہ سے تجاوز نہیں کر سکتے اور اپنی فہم و تشخیص و خواہش سے وظائف مقررہ و تکالیف معینہ میں تصرف بھی نہیں کر سکتے۔

جب خداوند عالم کی جانب سے ہمارے لئے مخصوص وظیفہ مقرر ہو گیا تو اس وظیفہ کی انجام دہی اور اس کی خصوصیتوں اور قیدوں کو ترک نہیں کر سکتے کہ اسے دوسرے طریقہ سے بجلائیں کیونکہ جو عمل اپنی خصوصیت کے ساتھ مطلوب و پسندیدہ ہو ممکن ہے کہ دوسرے طریقہ کے ساتھ نہایت کراہیت و حرمت رکھتا ہو اور کسی طرح سے بھی اس فعل کی اجازت نہ ہو۔

ہم پروردگار جہان کے امر و نہی کی پیروی کرتے ہیں، چونکہ اس نے کہا ہے کہ ہنگام عبادت خانہ کعبہ کی طرف رخ کریں، لہذا ہم بھی اسکی فرمانبرداری میں اس کے حدود و حکم سے تجاوز و تعدی نہیں کرتے، لیکن تم نے اپنے خیال سے جناب آدمؑ کی صورت بنائی ہے اور اس شکل کے مقابل حضور و عبادت کرتے ہو جبکہ خدا نے خود حضرت آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا تھا نہ کہ ان کی صورت و شکل کا۔ اس سے زیادہ کہ سجدہ کا حکم ملائکہ کیلئے تھا

نہ کہ بنی آدم کی خاطر۔ اس بیان سے تم کس طرح خدا کی رضایت و موافقت ثابت کر سکتے ہو اور کیسے اس کی اجازت کی تشخیص و تعیین کر سکتے ہو؟ جن صورتوں کو تم نے بنایا ہے کیا ان کا حضرت آدم کے وجود سے مقایسہ و موازنہ کر سکتے ہو؟ تم نے کہاں سے اطمینان پیدا کر لیا کہ خدا تمہارے اس عمل سے ناراض نہیں ہے؟

رسول اسلام نے مزید فرمایا:

اگر کسی شخص نے تم کو روز معین ایک مکان معین میں دعوت دی تو کیا اس کی دعوت قبول کر کے کسی دوسرے دن دوسرے گھر جا سکتے ہو؟ یا اگر کسی نے تم کو کوئی لباس یا غلام یا کوئی حیوان بخش دیا تو کیا ان کی جگہ پر اس کے کسی دوسرے لباس یا غلام یا حیوان میں تصرف کر کے اپنی ملکیت بنا سکتے ہو؟ بت پرستوں نے کہا ایسا ہرگز نہیں کر سکتے، کیونکہ دوسری صورت و تقسیم میں ہمیں اجازت کا علم نہیں ہے۔

رسول اکرم نے فرمایا: پروردگار اور دوسروں کی حصول رضایت اور اجازت اکتال امر میں سے کسی کو مقدم رکھا جائے؟ آیا امور پروردگار میں بدون اجازت تصرف کرنا قبیح تر و بدتر ہے یا دوسروں کے امور میں جو کہ بندگان خدا ہیں؟

کیا پروردگار عالم کی طرف سے جن کو سجدہ کرنے کی تمہیں اجازت ہے؟
مشرکین نے کہا اس امر میں غور و فکر کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

امام صادق فرماتے ہیں: ان پچیس آدمیوں نے تین دن بعد رسول کے پاس آ کر دین مقدس اسلام قبول کیا اور اقرار کیا کہ ہم نے آپ جیسا حکم و مضبوط استدلال و گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا تھا ہم آپ کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں پھر امام نے حضرت علی سے نقل فرمایا:

﴿الحمد لله الذي خلق السموات و الارض وجعل الظلمت والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون﴾ (سورہ انعام آیت، ۱)

سب تعریف اس خدا کیلئے ہے جس نے بہت سے آسمان و زمین خلق فرمایا اور اس میں مختلف قسم کی تاریکی و روشنی بنائی (اس کے باوجود) پھر کفار دوسروں کو اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں۔

اس آیت کو خدا نے دوسرے مذاہب کے باطل عقاید کی رد اور ان کے بطلان کیلئے نازل کیا ہے، پہلا جملہ مادیتین کے عقیدہ کی رد کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ تمام موجودات قدیم وازلی ہیں دوسرا جملہ (نور و ظلمت) مانویتین کے عقیدہ کو باطل کرتا ہے، جن کا کہنا ہے کہ مبداء جہان نور و ظلمت ہیں، تیسرا جملہ بت پرستوں کے اعتقاد کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو خداوند عالم کے مقابلہ میں دیگر موجودات کی پرستش کر کے خالق دنیا و اہل دنیا کی عبادت سے روگردانی کرتے ہیں۔

پھر خدا نے ﴿قل هو الله احد﴾ (سورہ اخلاص) نازل کی، جو ان افراد کے بطلان عقاید کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خدا کی ضد و مثل و نظیر کے قائل ہیں۔
رسول اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے کہا، کہو۔

﴿يا كنعان﴾ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور اس بات سے بیزار و دور ہیں کہ تمام اشیاء قدیم وازلی ہیں، نور و ظلمت دنیا کو چلاتے ہیں خدائے جہان شریک مثل رکھتا ہے جنوں کی عبادت کرنا چاہئے۔

خدا فرماتا ہے: ﴿واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و ما تقدوا لانا من خیر تجلدوا﴾
عند الله ان الله بما تعملون بصیر ﴿﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۱۱۰)
اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کہ جو چکھا اپنے واسطے پہلے بھیج دو گے سب خدا کے یہاں مل جائے گا
خدا تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ بہشت میں سوائے یہود و نصاریٰ کوئی بھی نہیں داخل ہو سکتا یہ دعویٰ صرف ایک خیال و آرزو ہے۔ اے رسولؐ آپ کہئے اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ، ہاں جس نے خالق کائنات کے سامنے خصوص و مجردہ کیا اور نیک کام کئے ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس اجر و ثواب ہے اور انہیں کوئی حزن و غم نہیں ہوگا۔

مشرکین سے رسول اکرم کا احتجاج

امام حسن عسکریؑ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے پدر بزرگوار سے عرض کیا کہ جب یہود و مشرکین نے رسول خدا کو ملامت کیا اور انھیں اذیت دی تو کیا آنحضرتؐ نے ان سے مباحثہ و مناظرہ کیا تھا؟ میرے بابائے فرمایا: ہاں! آنحضرتؐ نے بہت سے مقام پر مخالفین سے احتجاج و مجادلہ کیا ہے ان موقعوں میں سے ایک موقعہ یہ ہے۔ (سورہ فرقان، آیت ۷) انھوں نے کہا یہ کیسا تغیر ہے، خدا کھاتا ہے لوگوں کی مانند کوچہ و بازار میں چلتا ہے اس پر کوئی خرشہ نازل ہونا چاہئے جو لوگوں کو ڈرانے میں اس کی مدد کرے یا اسے کوئی خزانہ دیا جاتا اور نہیں تو اس کے پاس باغ ہی ہوتا تاکہ وہ اس سے کھاتا پیتا اور ان لوگوں سے مومنین نے کہا تم ایسے کا اتباع کرتے ہو جو سحر زدہ ہے۔

(سورہ زخرف، آیت ۳۱) ان لوگوں نے کہا یہ قرآن مکہ و طائف کے کسی ایسے شخص پر نازل ہوتا جو بڑے ہوتے یعنی جن کے پاس جاہ و مال اور شان و شوکت ہو۔

(سورہ اسراء، آیت ۹۰) ان لوگوں نے کہا ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اس بے آب زمین سے پانی کا چشمہ نہ جاری کر دیں یا آپ کے پاس ایک ایسا باغ نہ ہو جس میں انجور و خرما کے درخت ہوں اور ان درختوں کے نیچے پانی کی نہریں جاری ہوں یا تھوڑا تھوڑا کاٹ کر آسمان کو زمین پر نہ لادیں یا گروہ درگروہ ملا لکھ کو ہمارے پاس حاضر نہ کر دیں، یا آپ کے پاس سونے کا گھرنہ ہو، یا آسمان پر جا کر ہمارے لئے کوئی کتاب لے کر نہ آؤ اپنی پیش نهاد اور گزارش کے اہتمام پر انھوں نے کہا اگر آپ پیغمبر ہیں تو ہماری درخواست ہے کہ آسمان کا ایک ٹکڑا یا بادل ہمارے اوپر نازل کرو جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کی درخواست کے سبب ان پر بجلی اور بادل کا ٹکڑا نازل کیا تھا۔

احتجاج کی وضاحت: ایک روز رسول اکرم اپنے کچھ اصحاب کے ہمراہ نزد خانہ کعبہ بیٹھے ہوئے انھیں احکام خدا اور حقائق قرآن کی تعلیم دے رہے تھے، اس وقت قریش کے کچھ بزرگ ولید ابن مغیرہ، عاص ابن ہشام، ابو جہل، عاص ابن وائل عبداللہ ابن حذیفہ اور دوسرے افراد نے جمع ہو کر کہا محمد ابن عبداللہ کے امور رائج اور زیادہ ہو گئے ہیں، ان کے امور نے وسعت اختیار کر لی ہے اس کی سرزنش و توجیح کا عزم مصمم کر لو اور مباحثہ و مناظرہ سے ان کی باتوں کو باطل و فاسد کر دو، تاکہ اس کے دوستوں کے سامنے اس کے باطل و غلط عقائد روشن و واضح ہو جائیں، ہاں اگر وہ اپنے باطل عقیدہ اور اپنی ضلالت و گمراہی سے توبہ نہ کریں اور اپنی سرکشی، انحراف پر باقی رہیں تو ہم اپنی تلوار سے ان کے شر و برائی کو دور کریں گے۔ ابو جہل نے کہا اس سے مباحثہ کون کرے گا؟ عبداللہ ابن مغزوی نے کہا میں مقابلہ کیلئے حاضر ہوں، کیا اس کے برطرف کرنے کیلئے مجھے سزا اور کاٹی نہیں سمجھتے؟ ابو جہل نے کہا، بہت اچھا قریش شفیق ہو کر رسول خدا کے پاس آئے، عبداللہ نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا تم نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور ایک عجیب وحشت ناک دعویٰ کرتے ہو تم کہتے ہو کہ میں رسول خدا ہوں، جو رسول خدا کی طرف سے بھیجا جائے اسے تمہاری طرح نہیں ہونا چاہئے کہ دوسروں کی طرح کھانا کھاتا ہو راستہ چلتا ہو کیونکہ بادشاہ روم یا سلطان فارس اگر اپنی طرف سے کسی نمائندہ کو معین کرتے ہیں تو ایسے کا انتخاب ہوتا ہے جو صاحب ثروت و ملکیت اور مالک حشمت و شخصیت ہو اور غلام و خدمت گزار رکھتا ہو یہ بات طے ہے کہ پروردگار سلطان سلاطین اور تمام افراد بشر سے بلند و برتر ہے اور ضروری ہے کہ وہ اپنے نمائندہ کے انتخاب میں بطریق اولیٰ و اکل ان امور کا لحاظ کرے۔

تم اگر نمائندہ خدا ہو تو تمہارے ہمراہ ایک فرشتہ کو ہونا چاہئے اور ہم اس فرشتہ کو دیکھیں کہ وہ تمام لوگوں کے حضور تمہاری تصدیق کرے بلکہ خدائی نمائندہ خود فرشتہ کو ہونا چاہئے نہ تمہارے جیسا ایک عادی و معمولی انسان ہمارے عقیدہ میں تم بہت بڑے اشتباہ اور بڑی غلطی پر ہو بلکہ سحر زدہ ہو۔

رسول خدا نے فرمایا: تمہاری باتیں ختم ہوئیں؟ عبداللہ نے کہا نہیں، ہمارا کہنا ہے کہ اگر خدا اپنی طرف

سے کوئی پیغمبر بھیجتا چاہتا ہے تو یقیناً کسی ایسے کا انتخاب کرنا جو لوگوں کے درمیان سب سے زیادہ عزت و احترام اور دولت و ثروت رکھتا ہو، جو قرآن تم پر نازل ہوا ہے وہ مکہ کے بڑے آدمی ولید ابن مغیرہ یا طاہف کے مرد بزرگ عروہ ابن مسعود ثقفی پر کیوں نہیں نازل ہوا؟

رسول اکرم نے فرمایا: اب بھی کوئی بات باقی ہے؟ عبد اللہ نے کہا ہاں، میں کہتا ہوں کہ ہم تم پر برگز ایمان نہیں لائیں گے، مگر یہ کہ تم مکہ کی سخت و سنگلاخ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دو کیونکہ مکہ کے لوگ پانی کے سخت محتاج ہیں، یا اس بے آب و گیاہ زمین میں ایک سبز و شاداب باغ آگادو کہ جس میں کثرت سے درخت خرما اور انگور ہوں اور ان درختوں کے درمیان پانی کا خوشگوار چشمہ جاری ہو، تم خود اور ہم بھی اس کے پھل کھائیں یا آسمان کے ٹکڑے زمین پر گرا دو (جیسا تم کہتے ہو کہ اگر وہ آسمان سے آتے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ بادل پر اگندہ ہو گئے ہیں) تاکہ تمہارے قول کی سچائی معلوم ہو جائے یا خدا اور آسمان کے ملائکہ کا ہمیں دیدار کرادو یا تمہارے پاس کوئی سونے کا گھر ہو اور ہمیں استادیدو کہ ہم بے نیاز ہو کر سرکشی کریں، جیسا تم کہتے ہو کہ جب انسان مستغنی ہو جاتا تو سرکش ہو جاتا ہے تاکہ تمہاری بات سچی ہو یا آسمان پر جا کر اپنے ہاتھ سے ایک کتاب لاؤ کہ اس میں لکھا ہوا ہو کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب اور اس کے دوستوں کی طرف بھیجی گئی ہے کہ تم میرے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی باتوں کی تصدیق کرو، ان تمام باتوں کے بعد اس نے کہا ان تمام علامات و آثار و معجزات کے مشاہدہ کے بعد بھی ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اطمینان قلب پیدا ہوگا یا نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ سارے اعمال خوارق عادت، باتیں جادو و شعبہ کے ذریعہ انجام پائی ہوں۔

رسول خدا: کیا تمہاری باتیں ختم ہو گئیں؟ عبد اللہ، ہاں اتنی باتیں کافی ہیں، اگر تمہارے پاس اس کا جواب ہو تو بیان کرو۔ رسول اکرم پروردگار! تو خود ان کی باتوں کو سن رہا ہے اور بندوں کے تمام ظاہری و باطنی امور سے آگاہ ہے تو بطور مصلحت ان مطالب کے جواب کیلئے کافی ہے اس وقت آیت نازل ہوئی:

﴿وَقَالُوا مَا هَذَا الرَّسُولُ يَا كَلِّ الطَّعَامِ وَيَمْسِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أَنْزَلَ إِلَيْهِ الْمَلِكُ

فیکون معہ نذیرا ﴿سورہ فرقان، آیت ۷﴾ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا رسول ہے کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چکر بھی لگاتا ہے اور اس کے پاس کوئی ملک کیوں نہیں نازل کیا جاتا جو اس کے ساتھ مل کر عذاب الہی سے ڈرانے والا ثابت ہو (بعد کی آیت کا ترجمہ) ان کی نادانی دیکھو کہ تمہارے لئے کیسی کیسی مثالیں دیتے ہیں انھوں نے مقام رسالت کو مقامات ظاہری و دنیوی سے مخلوط کر دیا ہے اور راہ حق و حقیقت سے گمراہ ہو گئے ہیں ان کی اس طرز فکر کے ساتھ راہ حق و سعادت کی طرف رہنمائی و ہدایت نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا: وہ پروردگار بزرگ و برتر ہے کہ جو اگر چاہے تو ان کی باتوں سے زیادہ اور ان کے مالی و دنیاوی خیالات و تصورات سے بیشتر تم کو بخش دے اور ایک بارغ کے بجائے بہت سے بارغ و محل اور پانی کے چشمہ عنایت کر دے خدا کی قدرت و طاقت و منزلت اس سے کہیں بزرگ و برتر ہے۔

پھر رسول خدا نے (سورہ ہود آیت ۱۲) تلاوت کی،

ترجمہ: اے رسول گویا تم نے ہماری بعض وحی کو ترک کر دیا ہے اور ان کے قول سے متاخر ہو گئے ہو جن کا قول ہے کہ رسول خدا خزانہ رکھتا ہو یا اس کے ہمراہ کوئی فرشتہ ہو لیکن تمہارا فریضہ صرف ابلاغ و انذار ہے اور خدا خود ہر چیز کا مراقب و محافظ ہے۔

پھر (سورہ انعام، آیت ۹) کی تلاوت فرمائی:

ترجمہ: وہ لوگ کہتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ ان پر ایک فرشتہ نازل ہوتا لیکن اس سے غافل ہیں کہ اگر فرشتہ ایسے نازل ہو کہ سب اس کو دیکھیں تو لوگوں کو اپنی دنیاوی اور مادی زندگی سے ہاتھ دھولینا چاہئے کیونکہ اس جسمانی عنصر کے ساتھ ملک کا دیکھنا غیر ممکن و محال ہے اگر فرشتہ نازل ہو تو اسے آدمی کی صورت اور جسمانی ہیكل میں ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں، اس حالت میں بھی لوگوں کیلئے شک و شبہ ہو گا جیسے کہ اس وقت شک و شبہ میں گرفتار ہیں۔

﴿مالہذا الرسول یا کل الطعام﴾ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔

رسول خدا نے فرمایا: تم کہتے ہو رسول کو غذا نہیں کھانا چاہئے اگر غذا کھانا بطلان نبوت کی دلیل ہے

جان لو کہ نبی کا انتخاب خدا کے اختیار میں ہے، جیسا چاہتا ہے عمل کرتا ہے اور جیسی مصلحت دیکھتا ہے حکم دیتا ہے کسی کو اس کی حکومت میں اعتراض و مخالفت کا حق نہیں ہے بعض کو فقیر، بعض کو غنی، بعض کو عزیز و محترم، بعض کو ذلیل و خوار، بعض کو صبح و سالم، بعض کو مریض و بعض کو شریف اور ذلیل قرار دیتا ہے اور بعض کو دوسرے صفات سے متصف کرتا ہے اس حالت میں نہ فقراء حق اعتراض رکھتے ہیں نہ انبیاء نہ اشخاص نہ سالم افراد نہ مریض افراد شریف و عزیز نہ ذلیل خوار۔

جو شخص بھی حکم و اختیار پروردگار کے سامنے زبان شکایت کھولے وہ یقیناً خدا کا مخالف و معترض کہا جائے گا اور وہ احکام الہی و مقررات آسمانی کا منکر ہوگا کیونکہ خدا ان کے جواب میں کہے گا میں دنیا و اہل دنیا کا بادشاہ ہوں، امور مملکت کی مصلحت تم سے بہتر جانتا ہوں اور افراد بشر میں سے جو جس کے لائق ہے وہ عطا کرتا ہوں میرے حکم و تقدیر کے مقابل سب کو مطیع و فرمانبردار ہونا چاہئے، پس جو بھی میرے حکم و فرمان کی اطاعت کرے وہ بندہ فرمانبردار اور مومن ہے اور جو مخالفت کرے وہ عاصی و مقصر ہے اور سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

پھر رسول خدا نے تلاوت فرمائی ﴿قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَكَلَّمْتُ رَبِّي لِنَفْسِ الْبَحْرِ قَبْلُ

ان ننفذ کلمت ربی ولو جننا بمثلہ مددا﴾ (سورہ کہف، آیت ۱۰۹)

ترجمہ: میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں غذا کھاتا ہوں، میرا اور تمہارا پروردگار ایک ہے خدا نے مجھے نبوت اور وحی سے مخصوص کیا ہے جیسا کہ ہر فرد بشر کو ایک امر سے مختص کرتا ہے جیسے تم افراد غنی و صبح اور اشخاص جلیل و شریف کے بارے میں حق اعتراض نہیں رکھتے ایسے ہی میری نبوت و رسالت کیلئے بھی ضروری ہے کہ تم مطیع و فرمانبردار ہو جاؤ۔

مقام نبوت اور جاہ و ثروت

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ سلطان روم و ایران جب اپنی طرف سے کسی کو حاکم و گورنر مقرر کرتے ہیں تو ایسے کا انتخاب کرتے ہیں جو صاحب ملک و مال اور مالک جاہ و ثروت ہو پروردگار عالم کو اس کی زیادہ رعایت کرنا چاہئے، اس بارے میں بھی تم ہوشیار ہو جاؤ!

خدا کے عمل پر تمہارا اعتراض بہت بڑی خطا ہے کیونکہ خدا خود عالم و صاحب اختیار ہے وہ اپنی تدبیر اور اپنے اعمال میں دوسروں کی فکر و موافقت کا محتاج نہیں ہے اور جیسا چاہتا ہے عمل کرتا، امور خدا کو دوسروں کے امور عادی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے علاوہ بخت نبی کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو خدا پرستی اور حق کی جانب بلائے اور وہ شب و روز لوگوں کی تعلیم و تربیت اور ہدایت کی سعی و کوشش کرے، اگر نبی صاحب ثروت اور مالک جاہ و جلال ہو تو عام افراد اور فقراء کا اس سے استفادہ کرنا بہت سخت و مشکل ہوگا کیونکہ امیر و ثروتمند ہمیشہ گھرے ہوئے مخلوق اور مکانات میں خادموں اور نوکروں کے سبب استفادہ کرنے والوں کی دسترس سے دور ہوتے ہیں نتیجہ میں اس کے اور لوگوں کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جائے گا۔

کیا اس صورت میں مقصد بخت پورا ہو سکے گا؟ کیا مسئلہ تعلیم و تربیت موقوف نہیں ہو جائے گا؟ کیا نبوت کا معنوی و روحانی مقام شان و شوکت سے مخلوط ہو کر ضائع و بے اثر نہیں ہو جائے گا؟ اگر بادشاہ یا رئیس حکومت کا لوگوں سے فاصلہ ہو جائے، اور ان کے درمیان ارتباط و تعلق برقرار نہ ہو تو کیا امور مملکت فاسد و برباد ہو جائیں گے، اور نظم و ضبط و صلاح حکومت درہم و برہم اور ظلم میں تبدیل ہو جائیں گے، نتیجہ میں عاجز و مجبور لوگوں کے حقوق ضائع و برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ خدا میرے جیسے دولت و ثروت اور طاقت و حکومت ظاہری نہ رکھنے والے بندہ کا انتخاب

کرتا ہے تاکہ تمہیں اپنی طاقت و قوت و عظمت سمجھائے کیونکہ پروردگار، اپنے رسول کی حمایت و نصرت کر کے اسے تمام دشمن اور مخالفین پر غلبہ دیتا ہے یہ بات خود چھری نبوت کی سچائی کی دلیل اور خدا کی عظمت و توانائی و قدرت کیلئے برہان ہے کہ تم میرے کلمات و تعلیمات کے نفاذ کو نہیں روک سکتے اور مجھے قتل کرنے اور منع کرنے سے عاجز ہو اور میں، بہت جلد خدائے قادر و قدرت مند کی مدد سے تم پر غالب ہو کر تمہارے شر و لوگوں کو اپنی حکومت اور اپنے قبضہ میں کر لوں گا اور میرے تمام مخالفین اور دشمنان مسلمین کے ہائے مطاعت خم کر دیں گے ﴿وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلٰئِكَتًا لَّقَضٰى الْاَمْرَ...﴾

جو تم یہ کہتے ہو کہ میرے ہمراہ ایک فرشتہ ہونا چاہئے جو کہ میری تصدیق کرے اور تم بھی اسے دیکھو بلکہ سزاوار یہ ہے کہ خود پیغمبر ملائکہ میں سے ہونہ کہ بشر سے، اس کے بارے میں تمہاری توجہ ضروری ہے کیونکہ فرشتے ہوا کی مانند ایک جسم لطیف رکھتے ہیں، جو قابل مشاہدہ نہیں، اگر تمہاری قوت دید و نظر بڑھادی جائے اور ملائکہ کو دیکھو تو قہری طور پر بصورت انسان درک کرنا ہوگا تاکہ انسان و ملائکہ کے درمیان انس و محبت اور حسن تقابم و ارتباط کی صورت پیدا ہو جائے اس صورت میں بھی تم یقین کیسے کرو گے کہ وہ فرشتہ ہے۔ انسان نہیں ہے؟ اس کے علاوہ اگر تم نے اس فرشتہ سے کوئی معجزہ دیکھا تو اس کے معجزہ ہونے کا یقین کیسے کرو گے کیونکہ اعجاز و معجزہ متحقق ہوگا جب دوسرے ملائکہ اس کے مثل پیش کرنے سے عاجز ہوں جیسے کہ بشر کے بارے میں اعجاز تب ہوگا جب دوسرے انسان اس کے مثل سے مجبور ہوں، چونکہ تم انسان کی فطرت اور طاقت سے باخبر ہو لہذا اگر انسان سے کوئی معجزہ ظاہر ہو تو اس کا یقین کر سکتے ہو لیکن ملائکہ کی نسبت ایسی خبر نہیں دے سکتے، کیونکہ ملک کی طبیعت و فطرت اور ان کی قوت کی کچھ بھی اطلاع نہیں رکھتے اور دوسرے ملائکہ کے معجزہ کو بھی نہیں جانتے۔

پس اگر فرشتہ نبوت کا دعویٰ کرے اور ایسا کام جو تمام انسان کو عاجز و مجبور کر دے تو بھی کس طرح سے اس کے دعویٰ کی سچائی کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پرندہ کا اڑنا معجزہ شمار نہیں ہوتا، اگرچہ تمام انسان اس عمل سے عاجز و مجبور ہیں۔

تم کو جان لینا چاہئے کہ بشر کا نبوت کیلئے انتخاب اس اعتبار سے ہے کہ تم اچھے طریقہ سے اس سے استفادہ کر سکو اور اس کی شناخت میں گرفتار زحمت و مشقت نہ ہو اور آسان و عادی طریقہ سے اس سے تمسک کر کے مذاکرہ و مکالمہ کر سکو۔

﴿ان تتبعون الارجال مسحورا﴾

تمہارا خیال ہے کہ میں ایک محرزہ آدمی ہوں یہ نہایت کمزور و پست بات ہے کیونکہ ابتدائی عمر سے آج تک مسلسل ایک طویل مدت میں تمہارے درمیان رہا ہوں، اس مدت میں تم نے میرے کردار و گفتار میں معمولی سی خطا و لغزش یا خیانت و ضعف و جھوٹ نہیں دیکھا ہے، تمہارا اعتراف ہے کہ میں مکمل و پاک عقل و خرد و فکر کا مالک ہوں، چالیس سال تک نہایت سچائی و امانت اور صحیح عمل کے ساتھ زندگی گذاری ہے، جو شخص چالیس سال تک اپنی قدرت و طاقت اور اپنے ارادہ یا پروردگار جہان کی توجہ و عنایت کے ذریعہ نہایت نظم و تدبیر اور درستی و امانت کے ساتھ زندگی بسر کر چکا ہے کیا وہ اس کے لائق ہے کہ اس کی نسبت ایسی باتیں کہی جائیں۔

خدا نے تمہاری غلط و نادرست باتوں کے جواب میں یہ فرمایا ہے:

اے رسول دیکھو! یہ لوگ تمہارے بارے میں کیسی مثالیں اور کیسی باتیں کہتے ہیں یہ لوگ راہ انصاف و حقیقت سے بالکل منحرف ہو گئے ہیں اور اپنے اثبات و دعویٰ کی خاطر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور انھوں نے راہ صواب و حق کو گم کر دیا ہے۔

﴿لولا هذا القرآن علی...﴾

تم کہتے ہو کہ یہ کتاب آسمانی کتاب قرآن مشہور و معروف و لید بن منیرہ کی وعروہ طاہی جیسے لوگوں پر کیوں نہیں نازل ہوئی؟ تمہیں جان لینا چاہئے کہ جاہ و ثروت اور منصب پیش خدا حقیقت میں کوئی قیمت و اعتبار نہیں رکھتا، عہدہ، مال و دنیاوی کسی طرح بھی نزد خدا قابل توجہ نہیں اگر دنیاوی لذتیں و نعمتیں پروردگار جہان کی نگاہ میں کبھی کے پروں کے برابر بھی ارزش و قیمت رکھتیں تو ان کا ایک ذرہ و قطرہ بھی کافرین اور

اپنے مخالفین کو نہ عطا کرتا۔

جاننا چاہئے کہ تقدیر و تقسیم خدا کے دست با کفایت میں ہے، اس بارے میں کسی کو بھی خود اسارا نہ دینے کا اختیار اور اعتراض و گلہ کا حق نہیں ہے، خدا اپنی نعمتوں و رحمتوں کو اپنے عین نظریہ اور اپنی صوابدید کے مطابق اپنے بندوں اور اپنی مخلوق کے درمیان تقسیم کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے اپنے نظریہ پر عمل کرتا ہے اور کسی کا کوئی خوف و ترس و لحاظ نہیں رکھتا۔

تم اپنے اقدامات و امور میں مختلف جہات کا لحاظ کرتے ہو، سوچتے ہو کہ تمہارا کوئی عمل مالی خسارہ و جانی نقصان کا سبب نہ ہو یا تمہاری شخصیت و ذات سے نہ ٹکرائے، کبھی کبھی تمہارے امور و دوسروں کے مال منصب کی طمع کے اعتبار سے یا شہوانی محبت و ہوئی پرستی کے لحاظ سے ہوتے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر حقیقت و عدالت کے خلاف قدم اٹھتے ہیں، تو ہر حال میں لوگوں کی عظمت و کرامت اور ان کے مراتب کی تشخیص کی منزل میں اور دوسروں کی تعین حدود و حقوق کے مقام پر غلط اور نادرست راستوں پر چل کر باطل و غیر صحیح اعمال کے مرتکب ہوتے ہو۔

لیکن خداوند عالم اپنے امور کو فقط از روئے حقیقت و عدالت انجام دیتا ہے، خوف و طمع اور خلافت، حقیقت و عدالت کا معمولی سا بھی اثر اس کے اعمال میں دکھائی نہیں دے گا۔ مال و منصب اور دنیوی شخصیت خدائے قادر کے اختیار و ارادہ کے مقابلہ میں ذرہ برابر تاثیر نہیں رکھتے، تم لوگ سطحی نگاہ کے اعتبار سے ثروتمند و منصب دار افراد کو مقام نبوت کیلئے زیادہ مزاوار سمجھتے ہو لیکن خدا اپنی رسالت کیلئے اس شخص کا انتخاب کرتا ہے جو فضائل اخلاقی و کمالات روحانی کا مالک ہو اور اطاعت و فرمانبرداری اور خدمت گزاری و حقیقت پرستی کی منزل میں پائیدار و محکم اور ثابت قدم ہو۔

ظاہری و معنوی تمام نعمتیں اور خوشیاں پروردگاری کی طرف سے ہیں اور اسی کے لطف و عنایت سے بھی، یہ بات معلوم ہے کہ خدا اپنے امور میں ہر طرح سے آزاد و صاحب مختار ہے، جب وہ کسی کو کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو اسے دوسری نعمت دینے پر مجبور نہیں ہے، وراں صورت جب اس نے کسی کو مال و ثروت اور

دوسری نعمتیں عنایت کی ہیں تو اسی کو منصب رسالت، نعمت روحانیت اور عہدہ ولایت عطا کرنے پر مجبور نہیں ہے جیسے اس نے کسی کو دولت دی ہے لیکن وہ جمال اور خوبصورتی سے محروم ہے اور دوسرے کو جمیل و خوبصورت پیدا کیا ہے، لیکن وہ محتاج ہے، کسی کو شرافت و بزرگی عطا کی ہے لیکن بعض ظاہری نعمتوں سے دور ہے کیا خوبصورت شخص مال و ثروت کا دعویٰ کر کے اپنے فقر و غربت کا شکوہ کر سکتا ہے؟ یا اثر و تمدن انسان اپنے حسین و جمیل نہ ہونے کا گلہ کر سکتا ہے؟ کیا صحیح و سالم اور بزرگ انسان کہہ سکتا ہے کہ مجھے محتاج دولت و مالکیت نعمت ہونا چاہئے؟ کیا ایسے آدمی کا اعتراض خدا کی عدالت میں قابل قبول ہے؟ جو شخص کسی کا احسان مند ہو کیا وہ منعم و محسن کو دوسرے احسان اور دوسری نعمت پر مجبور کر سکتا ہے؟ جو بندہ مخلوق پروردگار کی نعمت و رحمت میں سراپا غرق ہو گیا ہو وہ خدائے تعالیٰ حکیم، عادل، قادر، بے نیاز اور مہربان کے مقابل اعتراض کیلئے زبان کھول سکتا ہے؟ اس مقام پر امام حسن عسکری نے اضافہ کرتے ہوئے فرمایا:

رسول اکرم کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا

﴿أهم يقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا ورحمة ربك خير مما يجمعون﴾ (سورہ زخرف، آیت ۳۲) ترجمہ: ان کا کہنا ہے، بہتر یہ تھا قرآن ان دونوں میں سے کسی ایک پر نازل ہوتا جو ہمارے درمیان بزرگ و مشہور ہیں کیا یہ لوگ رحمت و فضل خدا کو تقسیم کرتے ہیں تاکہ اپنے نظریہ و سلیقہ کو ظاہر کریں؟ ہم نے دنیاوی نعمتوں اور آرام دہ وسائل کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ظاہری مراتب و درجات کے اعتبار سے ان کی طبقہ بندی کی ہے لوگ مقام حقیقت و درجہء کمال و روحانیت سے غافل رہ کر ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں انھیں خبر نہیں کہ پروردگار کی عظیم ترین نعمت اس کی رحمت معنوی اور توجہ خاص ہے۔

خداوند عالم نے لوگوں کی ضروریات کیلئے اور احتیاج و نظام جہان کی تکمیل کی خاطر دنیاوی نعمتوں کو انسان کے درمیان متفاوت و مختلف طریقہ سے تقسیم کرتا ہے، کسی کو مال و ثروت دیا ہے تو دوسرے کو علم

و معرفت و حکمت اور کسی کو حکومت دریاست، اس اختلاف کے نتیجہ میں سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط ہو گئے ہیں، ثروتمند عالم کے علم و دانش کا محتاج ہے، مرد حکیم صاحب دولت کے مال کا بادشاہ عالم کے علم و فکر و تدبیر کا فقیر غنی کا محتاج ہے اور غنی فقیر کی خدمت اور اس کے عمل کا کسی کو حق نہیں ہے کہ جو اسے نہیں ملا وہ اس کا گلہ و شکوہ اور اس پر اعتراض کر سکے۔

﴿حتیٰ تفجر الناس من الارض ینبوعا﴾

رسول اکرم نے فرمایا تمہارا یہ قول کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ آپ اس سخت و سنگناخ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیں، یہ تمہاری جہالت و غفلت کا متقاضی ہے کیونکہ چشمہ جاری کرنا اور سر زمین مکہ سے پانی نکالنا منصب رسالت کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ تم شہر طائف میں زمین و پانی اور باغ کے مالک ہو پھر بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کرتے اور تمہارے وہ دوست و آشنا جنہوں نے زحمتیں برداشت کیں، بہت سعی و کوشش کی، بہت سے باغ لگائے اور زمین سے پانی نکالے ہیں تمہاری تصدیق کے اعتبار سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے، پانی کا جاری کرنا اور باغ و باغیچے رکھنا ایک فطری اور معمولی کام ہے اگر میں ایسا کام کروں تو کسی طرح بھی میرے منصب رسالت پر دلالت نہیں کرے گا، یہ گزارش ایسے ہی ہے جیسے تم کہو کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ تم لوگوں کے درمیان دوسروں کی طرح راستہ چلو اور کھانا کھاؤ۔

اگر میں اپنے دعویٰ میں ایسے امر کو پیش کروں اور اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل بناؤں تو گویا میں نے لوگوں کو دھوکا دیا ہے اور ان کی کمزور افکار اور جہالت سے استفادہ کیا ہے سست و دلائل پر اعتماد کیا ہے اور درحقیقت میں نے اپنے دعویٰ کے باطل ہونے کو ثابت کر دیا ہے، مقام نبوت حیلہ و پھانہ اور فریب و دھوکہ سے پاک و دور ہے۔

﴿او تسقط السماء علینا کسفا﴾

تمہارا یہ کہنا کہ آسمان گھنے بادلوں کی صورت ہمارے سروں پر لاؤ! جان لو کہ آسمان کا نیچے آنا تمہاری ہلاکت و مرگ کا سبب ہے یہ مقصد رسالت و بعثت کے منافی ہے کیونکہ نبی کی بعثت کا مقصد لوگوں کو

سعادت و خوش بختی کی طرف رہنمائی کرنا ہے اور لوگوں کو ان آیات و حجت خدا کا دکھانا ہے جو پروردگار کے مقام جلال و جمال کا اظہار کرتی ہیں۔ معلوم ہے کہ حجت کا اظہار و اقامہ برہان اور آیت خود پروردگار کے اختیار میں ہے، مخصوص حجت اور معین نشانی کے انتخاب کے بارے میں لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ لوگ اپنی فہم کے مطابق اور شعور کے تھنسی اور اپنی ناقص تشخیص کے لحاظ سے پروردگار سے اس چیز کا تقاضا کریں جس کا انجام دینا افراد و جامعہ کے نظم و صلاح کے خلاف اور محال ہو بلکہ اس صورت میں ہر شخص اپنی ہوئی وہوس کے مطابق ایسے امور کا تقاضا کرے گا کہ ان امور کے بجالانے سے دنیا و دہم و برہم ہو جائے اور سارے کام از روئے ہوسرانی اور غلط میلانات سے چلنے لگیں او بسا اوقات ضد و نقیض سوالات اور تقاضے کو قبول کرنے پڑیں گے۔

پھر فرمایا کیا تم نے کوئی ایسا موقعہ دیکھا ہے کہ طبیب مریض کے علاج کے وقت ایسا نسخہ لکھے جو کہ مریض کے دلخواہ ہو؟ یا مدعی اپنے اثبات دعویٰ میں منکر کے معین شدہ دلائل کو بیان کرے؟ یہ مسلم ہے کہ اگر طبیب نظریہ مریض کی پیروی کرے تو اس بیمار کیلئے شفا و بہبودی تصور نہیں کی جاسکتی اگر اقامہ شہادہ و دلیل میں مدعی کیلئے لازم کر دیا جائے کہ وہ اپنے مقابل کے نظریہ کی پیروی کرتے ہوئے اس کی درخواست کے مطابق دلیل و برہان پیش کرے تو کمزور بے چارہ افراد کے حقوق ضائع ہو جائیں گے اور راستگو و درست کردار افراد اپنے اثبات دعویٰ و حق سے عاجز و مجبور ہو جائیں گے۔

﴿اوتانی باللہ والملائکۃ قبلاً﴾

تمہارا قول کہ تمہیں خدا و فرشتوں کو ہمارے سامنے حاضر کرنا چاہئے تاکہ ہم انہیں دیکھیں یہ بات بہت کمزور و بے بنیاد اور محال ہے کیونکہ خداوند عالم مخلوقات کے صفات سے پاک و منزہ ہے تم نے خدا کو اپنے بنائے بتوں پر قیاس کر لیا ہے جس کے سبب ایسی پیش نہاد کر رہے ہو تم جن اصنام کی پرستش کرتے ہو وہ سراپا کمزور و ناقص محتاج ہیں اور دیکھنے، سننے، جاننے، سمجھنے اور احساس و ادراک سے محروم ہیں لیکن خالق دنیا، خدا دانا و قوی سبح و بصیر اور مدبرک و محیط ہے۔

تم طائف و مکہ میں زمین و باغ و ملکیت رکھتے ہو، تو کیا تم نے ان کیلئے اپنی طرف سے عامل و محافظ معین نہیں کیا ہے؟ عبد اللہ مخزومی ہاں، ہاں میں نے معین کیا ہے۔

رسول اکرم: اپنے املاک کے کاموں میں تم خود سیدھے مراہعہ کرتے ہو یا ان عاملین و محافظین کے ذریعہ جنہیں تم نے معین کیا ہے؟

عبد اللہ مخزومی، اپنے نصب شدہ عاملین کے وسیلے سے۔

رسول اکرم: جب تمہارے عمال کسی زمین کو کرایہ پر دیتے ہیں یا کسی جنس کو فروخت کرتے ہیں یا تمہاری ملکیت میں تصرف کرتے ہیں تو کیا دوسرے ان تصرفات و اقدامات پر اعتراض کر سکتے ہیں اور کیا یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمیں خود مخزومی سے بات کرنا چاہئے؟ ہم تمہارے عامل ہونے کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک کہ عبد اللہ حاضر ہو کر تمہاری باتوں کی تصدیق نہ کر دے؟

عبد اللہ! دوسرے ایسی باتیں نہیں کر سکتے، رسول اکرم، تمہارے عامل کے ہاتھ میں کون سی علامت و نشانی ہونا ضروری ہے کہ وہ اس کی نمائندگی کی تصدیق کرے اور اس کے اقدامات نافذ کرے کیا ممکن ہے کہ کسی کے اختیار میں کوئی علامت نمائندگی نہ ہو اور وہ دعویٰ نمائندگی کرے اور لوگ اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں؟

عبد اللہ: کچھ نشانی رکھنا ضروری ہے، رسول اکرم، اگر لوگ ان باتوں کو نہ سمجھتے ہوتے تمہارے عامل سے درخواست کریں کہ وہ تم کو حاضر کرے تاکہ براہ راست تم سے گفتگو کریں اس صورت میں کیا تمہارا عامل تمہارے پاس آ کر لوگوں کی گزارش پہنچا سکتا ہے اور توقع رکھے کہ تم خود ان کے سامنے حاضر ہو گے؟ کیا کوئی عامل نمائندہ ایسی باتوں کی پیش نہاد اپنے آقا و مولا سے کر سکتا ہے؟

عبد اللہ: ہرگز نہیں بلکہ عامل کو اپنے مقررہ وظائف پر عمل کرنا چاہئے اور اسے اپنے مالک کو حکم دینے یا تکلیف و ذمہ داری معین کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

رسول اکرم: تم خدا اور اس کے رسول کیلئے اس امر کو کیوں نہیں تجویز کرتے جو اپنے اور اپنے عامل کی

خاطر معین کرتے ہو اور رسول خدا کیلئے وہ عمل کیوں ضرورت سمجھتے ہو جو اپنے نمائندہ کے لئے لازم نہیں جانتے؟ ہاں میں ایک رسول سے زیادہ کچھ نہیں ہوں، تو کیسے اپنے مولا مالک پروردگار جہاں کیلئے کوئی امر لازم کروں اور کوئی ذمہ داری اس پر لادوں، حکم دینا وظیفہ رسالت کے خلاف ہے ان باتوں سے تمہارے سوالات کے جواب واضح و روشن ہو گئے۔

﴿او یكون لك بيت من زخرف﴾

تمہاری یہ گزارش کی میرے پاس ایک سونے کا گھر ہونا چاہئے بے بنیاد و غلط ہے کیونکہ صاحب ثروت ہونا اور سونا چاندی رکھنا منصب رسالت سے کوئی تعلق وارتباط نہیں رکھتا، کیا تم نے سنا ہے کہ بادشاہ مصر کے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک گھر تھا؟ عبداللہ! ہاں۔

رسول اکرم: کیا وہ اس سونے کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ عبداللہ! نہیں کر سکتا،

رسول اکرم: اس صورت میں میرا سونا رکھنا بھی کسی طرح سے میری نبوت اور دعویٰ کی سچائی پر مدد نہیں ہو سکتا، میں حاضر نہیں ہوں کہ اپنے دعویٰ کے ثابت کرنے میں لوگوں کی جہالت و بے خبری سے استفادہ کر کے کمزور و ناقص دلائل پیش کروں۔

﴿او ترقیٰ لہی السماء ولن نؤمن﴾

تمہارا قول کہ میں آسمان پر جا کر وہاں سے ایک کتاب لے آؤں، اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح بھی ایمان لانے اور حق کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہو، اولاً تم کہتے ہو کہ صرف آسمان پر جانے سے ہم قانع نہیں ہوں گے، ایک کتاب بھی لانا چاہئے جبکہ آسمان پر جانا نیچے آنے سے زیادہ مشکل و دشوار ہے اور جب تم نے ظاہر کر دیا کہ صرف اوپر جانے سے ہم ایمان نہیں لائیں گے تو بطور مسلم کتاب نیچے لانے کے بعد بھی قبول نہیں کرو گے۔

ثانیاً: تم نے خود گفتگو کے انجام میں بیان کیا کہ ان نشانیوں کے بعد بھی ایمان لانا ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ پھر بھی تم کو اطمینان و ایمان حاصل نہ ہو، اس حالت میں سوائے عذاب و سزا اور گرفتاری آتش

جنم کے کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ انکار و عداوت کا نتیجہ صرف بلا و مصیبت اور عذابِ غیبی ہے۔

﴿ہل كنت الا بشرا سو لا﴾

رسول اکرم: پروردگار نے تمہاری ساری پیش نہاد کے جواب میں صرف ایک جملہ پر اکتفا کی ہے کہ فرماتا ہے: جانائیں سے کہو کہ خدا، مخلوقات کی صفات سے منزہ و مبرا ہے میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، پروردگار کی جانب سے مامور ہوں کہ لوگوں تک خدائی پیغامات پہنچا دوں، علامت و نشانی وہی ہے جو اس خدانے مجھے عطا فرمائی ہیں۔

ہاں! میں بشر ہوں میرے پاس ذاتی کوئی چیز نہیں ہے کسی عمل کے کرنے پر قادر نہیں ہوں، میں اپنے خدا کی جلالت کی عظمت و ارادہ کے سامنے خاضع و تسلیم ہوں، اس کیلئے کوئی فریضہ و ذمہ داری معین نہیں کر سکتا، اپنے احاطہ ماموریت سے باہر نہیں جاسکتا جیسا حکم وحی ہوگا، ویسا کروں گا۔

میں اگر تمہاری باتوں کو سنوں تو بادشاہ کے اس نمائندہ کی مانند ہوگا جو اپنی ماموریت کے درمیان لوگوں کی جدید گزارشات و اعتراضات کے مقابل بادشاہ کی طرف واپس ہو جائے تاکہ ان اعتراضات کو بادشاہ پر تحمیل کر کے اس کو مجبور کرے کہ وہ لوگوں کی خواہش کے مطابق عمل کرے جبکہ یہ عمل نہایت سادہ و جاہلانہ ہے۔

ابو جہل کی گفتگو

ابو جہل: ہم ایک بات کے علاوہ دوسری بات نہیں جانتے، جب حضرت موسیٰ کی قوم نے خدا کو دیکھا چاہا تو کیا وہ بجلی کی چمک اور اس کے نزول سے نہیں جل گئے؟ جبکہ تم بھی موسیٰ کی طرح رسول خدا ہو، اور ان کے مقابل ہو جو خدا کو دیکھنے کا تقاضا کرتے ہیں تم بھی ان پر بجلی گرا دو، ہم تکرار کرتے ہیں کہ تم پر ایمان نہیں لائیں گے مگر یہ کہ خدا اور ملائکہ کو ہمیں دکھا دو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: کیا تم نے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ نہیں سنا؟ جب وہ منزل ملکوت تک پہنچ گئے (ملکوتی وہ مقام روحانی ہے جس سے دنیاوی پردے ہٹ جاتے ہیں) اور خدا نے ان کی قوت باصرہ کو قوی کر دیا جس کے سبب وہ زمین پر لوگوں کے اعمال ظاہر و باطن سے مطلع ہو جاتے، انھوں نے اس وقت دوسرے دو عورتوں کو زنا کرتے دیکھا انھوں نے بددعا کی دونوں ہلاک ہو گئے، پھر دوسرے دو انسان کے اسی عمل قبیح کا مشاہدہ کیا ان کیلئے نفرین کی ہلاک ہو گئے، اس مرتبہ خدا نے ان کو وحی کی اے ابراہیمؑ اب بددعا سے اپنے کو روک لو میں پروردگار مہربان و حلیم اور بخشنے والا ہوں، جس طرح ان کی اطاعت، عبادت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی ویسے ہی ان کے گناہوں اور خطاؤں سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوتا، تم کو میرے بندوں کیلئے نفرین نہیں کرنا چاہئے اور ان کی ہلاکت و مصیبت کا سوال بھی نہیں کرنا چاہئے۔

دوسروں کے مثل تم بھی میرے بندہ ہو، تمہارا کام احکام کا پہنچانا اور لوگوں کو میرے عذاب سے ڈرانا ہے بس دنیا کی حکومت و سلطنت میں میرا کوئی رفیق و شریک نہیں ہے، دنیا والوں کا ہر طرح کا اختیار میرے طاقتور ہاتھوں میں ہے۔

میرے گنہگار بندوں کی سزوشد تین حالتوں سے باہر نہیں ہے یا میری بارگاہ میں واپس آ کر اپنی خطاؤں کی توبہ کرتا ہے، میں بھی اس کی توبہ قبول کر کے اس کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہوں اور ان کی لغزشوں

کو چھپا دیتا ہوں، یا ان کی آئندہ نسل اور مومن اولاد کی خاطر اپنے عذاب کو ان سے روک لیتا ہوں، کافر باپ اور مخالف ماؤں کو مہلت دیتا ہوں، تاکہ مومن اولاد ان کی نسل سے خارج ہو جائے یا اس دنیا میں نازل عذاب سے صرف نظر کر کے ان کو قیامت کے تحت آتش سوز عذاب کیلئے چھوڑ دیتا ہوں۔

بہر صورت میرا عذاب و غضب تمہارے قہر و ظفرین سے زیادہ ہے کیونکہ میں خدائے قہار ہوں، میرا قہر میری جلالت و عظمت کے اندازہ کے مطابق ہے درمیں حال اپنے بندوں کی صلاح و درستی کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں، ہمیشہ بندوں کی خوش بختی چاہتے ہوئے ان کی ہدایت و خوش نصیبی کے وسائل فراہم کرتا ہوں۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے ابوجہل تیری نسل سے پیدا ہونے والے بیٹے کی وجہ سے خدانے اپنا عذاب تجھ سے روک رکھا ہے اور وہ بیٹا عکرمہ ہے، قریش کے تمام افراد بھی ایسے ہی ہیں کہ خدانے انہیں ان کے آئندہ ایمان یا ان کی نسل کے با ایمان لوگوں کے سبب مہلت دی ہے اور عذاب و بلا کو ان سے روک رکھا ہے، پروردگار عالم اپنے بندوں کی نسبت مہربان و رحیم و حلیم ہے، ہمیشہ ان کی ہدایت و سعادت کا خواہاں ہے چھوٹی سی بھی رکاوٹ ان کی راہ سعادت میں نہیں پیدا کرتا۔

پھر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے اپنے سروں کے اوپر دیکھا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور آگ سیدھے ان کی طرف آرہی ہے اس طرح انھوں نے اپنے وجود میں آگ کی گرمی محسوس کی اور وہ سب اضطراب میں اور لرز اٹھے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: خوف زدہ نہ ہو تم آسمانی عذاب و بلا میں گرفتار نہیں ہو گے لیکن ضروری ہے کہ تم اپنے کو پچھاننا اور اس ہولناک منظر سے پند و نصیحت حاصل کرو۔

پھر مشرکین نے دیکھا کہ اس آگ کے پیچھے سے ایک نور ظاہر ہوا، جس نے اس آگ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جس نور کو تم نے دیکھا وہ فطری نور انیت و روحانیت ہے جو بہت جلد تمہاری نسل سے ظاہر ہوگی۔

رسول اکرمؐ کا مشرکین سے احتجاج

امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ:

لوگوں نے امیر المومنین سے پوچھا، کیا حضرت موسیٰ کے معجزہ کی طرح رسول خداؐ کے پاس بھی معجزات تھے؟ جیسے پہاڑوں کا بلند کرنا اور انھیں مخالفین کے سروں پر روک کے رہنا۔

آپ نے فرمایا: ہاں، خدا کی قسم انبیاءؑ گذشتہ کے معجزات میں سے ہر ایک سے بہتر معجزات رسولؐ کیلئے مخصوص ہیں، میں پہلا شخص ہوں جس نے ان کی دعوت نبوت کو قبول کیا اور ان کے سامنے خاضع و تسلیم ہوا کیونکہ روزِ دو شنبہ آنحضرتؐ مبعوث بر رسالت ہوئے اور دوسرے دن میں نے اظہارِ اسلام کر کے ان کے پیچھے نماز پڑھی، سات سال تک ہمیشہ ان کے ساتھ رہ کر ان کی اقتدا کرتا رہا یہاں تک کہ اس مدت کے آخر میں تدریجاً کچھ لوگ ان کی دعوت قبول کر کے دین مقدس اسلام میں داخل ہوئے۔

ایک روز کچھ مشرکین نے آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہو کر کہا آپ کا خیال ہے کہ آپ پروردگار عالم کی طرف سے اہل دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اور گذشتہ پیغمبروں سے بہتر ہیں جبکہ تمام انبیاءؑ صاحبِ اعجاز تھے، حضرت نوحؑ نے مخالفین کو پانی میں غرق کیا اور اپنے بیروکاروں کو کشتی کے ذریعہ نجات دی، حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے اور ان کو کچھ بھی ضرر و نقصان نہیں پہنچا، حضرت موسیٰ نے پہاڑ کو اپنی قوم کے سروں پر روک دیا جس کے سبب وہ ایمان لائے، حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو ان کے گھر میں انجام دئے ہوئے امور کی خبر دیتے، جماعت مشرکین اس وقت چارھوں میں تقسیم ہو گئی اور ہر ایک نے انبیاءؑ مذکورہ کا الگ الگ تقاضا کیا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرا وظیفہ تبلیغ احکامِ دہیان و حقایق اور لوگوں کو انداز کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اپنے دعویٰ رسالت کے اثبات کیلئے قرآن مجید رکھتا ہوں، جو ایسی عظیم نشانی اور بہت بڑا معجزہ ہے کہ جس

نے عرب و غیر عرب کو عاجز کر دیا ہے جبکہ یہ فصیح عربی زبان میں ہے تمام گروہ عرب اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں، لہذا میرے اثبات دعویٰ کیلئے قرآن مجید بہترین نشانی اور بہت بڑا معجزہ ہے۔

جب خدا کی جانب سے مجھے ایک معجزہ دیا جا چکا ہے تو لوگوں کی دلجوائی دہوا دہوس کے مطابق میں خدا سے دوسرے معجزوں کی درخواست نہیں کر سکتا اور اپنے اثبات دعویٰ کیلئے مخالفین و منکرین کے محین شدہ راستہ پر نہیں چل سکتا، اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا خدا آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور فرمایا ہے: میں اس قوم کے تقاضا کے مطابق اپنی آیات اور اپنے معجزات ظاہر کرتا ہوں تاکہ ہر لحاظ سے اتمام حجت ہو جائے اور راہ حق آشکار ہو جائے اگرچہ یہ اپنے کفر و انکار پر باقی رہیں گے۔

پھر حکم دیا یہ چار گروہ شہر کے باہر تیار طرف چلے جائیں اور جن معجزات کی درخواست کی ہے اس کا مشاہدہ کر کے رسول اکرم کی جانب واپس آجائیں۔

(یہ گروہ گیا اور معجزات دیکھ کر واپس آ گیا)

رسول اکرمؐ کے نام ابو جہل کا خط

جب رسول اکرمؐ نے شہر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ابو جہل نے آنحضرتؐ کو ایک خط لکھا:

اے محمد! تمہارے ذہنی خیالات و افکار نے شہر مکہ کو تم پر تنگ کر دیا ہے اور مدینہ کی جانب بھیج دیا ہے، یہ افکار سلسل تم کو فساد و ہلاکت کی طرف لئے جا رہے ہیں اور مدینہ کے لوگوں کو بھی موت و فنا کے بیابان میں کھینچ رہے ہیں اور تم لوگ آتش دان میں جلو گے۔

میں دیکھ رہا ہوں، کہ تمہارے اسور کی بازگشت وہاں تک پہنچ چکی ہے کہ قریش کے لوگ باہم اتحاد اور پوری قوت کے ساتھ تمہارے آثار کو محو و نابود کرنے کے لئے حرکت کر رہے ہیں اور تمہارے فتنہ و فساد کو ہر طرف کر کے تمہارے عملی حساب کا تصفیہ کر رہے ہیں۔

میں بطور اتمام حجت کہتا ہوں کہ جو لوگ جان و مال کے خوف اور دولت و منصب کی لالچ سے تمہارے اطراف جمع ہوئے ہیں اور تمہاری باتوں سے دھوکا کھا گئے ہیں ان سے تم مغرور نہ ہو اور متوجہ رہو کہ تمہارے حمایتی مختلف اغراض و مقاصد کے سبب تمہارے ارد گرد اکٹھا ہوئے ہیں، ان کے پاس صحیح ایمان نہیں ہے، ابو جہل کے آدمی نے اس کا خط اس وقت پہنچایا جب رسول اکرمؐ مدینہ کے باہر مسلمانوں اور مشرکوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ابو جہل کا مقصد مسلمانوں کو ڈرانا اور اصحاب پیغمبرؐ و مدینہ کے لوگوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا تھا۔

رسول اکرمؐ: کیا ابو جہل کی باتیں اور اس کا فرمان ختم ہو گیا؟ قاصد ابو جہل، ہاں ہاں بس رسول اکرمؐ، ابو جہل مجھ کو موت، ہلاکت اور سختی سے ڈراتا ہے لیکن خداوند عالم مجھے نصرت و کامیابی اور غلبہ کا وعدہ دے رہا ہے۔ ہاں قول خدا حق اور صحیح ہے اور اس کے احکام و اوامر کا قبول کرنا زیادہ سزاوار و ضروری ہے پس قادر مطلق خدا کی نصرت اور اس کے فضل و احسان کے مقابل دوسروں کی عداوت و مخالفت اور دشمنی

ہرگز کوئی تاثیر نہیں رکھتی ہے۔

ابوجہل نے شیطان کی اوہامی باتیں کہی ہیں لیکن میں رحمان کی الہامی باتوں سے اس کا جواب دیتا ہوں کہ ۲۹ دن کے ہمارے اور ان کے درمیان ایک جنگ ہوگی، اس جنگ میں خود ابوجہل اور قریش کے کچھ بڑے لوگ مانند شیبہ، عقبہ و ولید مقام بدر کے نزدیک قتل کئے جائیں گے، خصوصاً ابوجہل میرے ایک کزورترین صحابی کے ہاتھوں مارا جائے گا، قریش کے ستر (۷۰) افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوں گے اور دوسرے ستر افراد اسیر ہوں گے، پھر مشرکین کے فدیہ دینے سے، ان ستر (۷۰) لوگوں کو آزاد کروں گا۔ پھر رسول اکرمؐ نے جنگ بدر کی تفصیل اور مشرکین کے قتل ہونے کی وضاحت فرمائی، چونکہ وہ باتیں موضوع کتاب سے خارج ہیں، ہم اسے چھوڑتے ہیں۔

یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام حسن عسکری سے منقول ہے: رسول اکرمؐ جب تک مکہ میں مقیم تھے، بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے پر مامور رہے اور تا امکان وہاں نماز پڑھتے، جہاں بیت المقدس اور کعبہ دونوں سامنے ہوتا جب مدینہ ہجرت فرمائی یہ عمل ناممکن ہو گیا کیونکہ خانہ کعبہ مدینہ کے جنوب میں اور بیت المقدس اس کے مغرب میں واقع ہے اس اعتبار سے دونوں جانب رخ کرنا ممکن نہیں تھا اور صرف بیت المقدس کی جانب چہرہ کرتے۔

شہر مدینہ میں ۷۰ امینہ تک صرف بیت المقدس کی سمت عبادت کرتے اور کعبہ سے مڑے رہے جس کے سبب مدینہ کے یہودی فخر و مباہات کرنے لگے اور کہتے کہ محمد جدید آئین دین کا دعویٰ کرتے ہیں درحالیہ حال قبلہ میں ہماری پیروی کرتے ہوئے ہماری طرح عبادت انجام دیتے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے جب یہ اعتراض سنا تو بیت المقدس کا قبلہ بنا نا، آپ پر گراں گزرا، خانہ کعبہ کی جانب زیادہ میلان پیدا ہو گیا جب جبرئیل نازل ہوئے تو اس کا ان سے ذکر کیا، جبرئیل نے کہا آپ خدا سے دعا کیجئے تاکہ وہ قبول کر کے مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی سمت تبدیل کر دے یقیناً آپ کا مقصد پورا ہوگا۔

آپ نے دعا کی جیسے ہی تمام ہوئی، جبرئیل نے آ کر یہ آیت سنائی:

ترجمہ: ہم نے تمہارے غم و انتظار کو جان لیا ہے ہم تمہارے قبلہ کو دوسرے قبلہ میں تبدیل کرتے ہیں تاکہ تم راضی و خوش ہو جاؤ، اب اپنا رخ جانب کعبہ کر لو اس کے بعد ہمیشہ مسجد حرام کی طرف عبادت کرو۔

اس وقت یہودیوں نے کہا مسلمانوں کو کیا حادثہ پیش آیا کہ اپنے پہلے سے منصرف ہو کر انہوں نے دوسرا قبلہ اختیار کر لیا ہے؟ ان کے انصاف کا سبب کیا ہے؟ خدا نے ان کے جواب میں فرمایا:

اے رسول! کہہ دو کہ مشرق و مغرب سب خدا کی ملک ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے راہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے، مکان کی شرافت و بلندی خدا کے انتخاب و نظریہ سے وابستہ ہے ورنہ مکانات و مقامات میں کوئی فرق نہیں ہے، وہ بندوں کے خیر و صلاح کو بہتر شخص و معین کرتا ہے۔

قبلہ کے بارے میں یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

امام حسن عسکری سے منقول ہے: کچھ یہودیوں نے رسول اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ چودہ سال تک اپنی عبادتوں میں بیت المقدس کی طرف رخ کئے رہے اور پھر اس سے منصرف ہو کر خانہ کعبہ کی جانب عبادت کر رہے ہیں جو آپ نے ترک کیا وہ درست و حق تھا یا فاسد و باطل؟

اگر وہ حق تھا تو قبر اُدوسر باطل ہے، اگر پہلے باطل تھا تو ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ آپ کا دوسرا عمل قبلہ فعلی گذشتہ کی طرح باطل نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: دونوں اپنی جگہ پر حق ہے، بیت المقدس چودہ سال تک حق تھا اس کی مدت ختم ہونے کے بعد ہمارا وظیفہ یہ ہوا کہ اپنا قبلہ خانہ کعبہ کو بنا لیں خدا فرماتا ہے کہ مشرق و مغرب کا مالک پروردگار عالم ہے جسے چاہتا ہے راہ حق کی ہدایت کرتا ہے۔ جب اپنے بندوں کی صلاح و خیر مغرب کی جانب عبادت کرنے میں دیکھتا ہے تو اس کا حکم دیتا ہے جب مصلحت اور خوبی مشرق کی طرف معین کرتا ہے تو ادھر کا حکم فرماتا ہے اگر مشرق و مغرب کے علاوہ دوسری سمت کی طرف معین کر دیتا ہے تو ممکن ہے کہ اس طرف عبادت و توجہ کا حکم جاری کرے، لہذا اس کی تدبیر و صوابدید کی مخالفت نہیں کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا کیا تم روز و شب اپنے کاموں کی تعطیل نہیں کرتے؟ اور دوسرے دن پھر کام نہیں کرتے؟ ان دونوں میں تمہارا کون سا عمل حق ہے؟ اگر ترک کرنا کا حق ہے تو تمہارے بقول ضروری ہے کہ دوسرے ہفتہ کے دیگر ایام میں مشغول کار ہونا باطل ہو یا برعکس یا ہر دو باطل یا ہر دو حق ہو، تم اس موضوع میں جیسا جواب دو ان چار طریقوں میں جو بھی اختیار کرو تمہارے اعتراض میں میرا جواب وہی ہوگا، انہوں نے کہا آخری قسم صحیح اور دونوں حق ہے، رسول اکرمؐ میں بھی کہتا ہوں کہ دونوں حق ہے بیت المقدس کا قبلہ ہونا اس وقت حق تھا اور خانہ کعبہ ہونا اس وقت حق ہے۔

یہودی! کیا تبدیل قبلہ کے وقت کوئی امر جدید یا نیا حادثہ پیش آیا کہ خدا نے اپنی سابقہ رائے ترک کر کے تم کو نیا حکم دیا؟ رسول اکرم! ہرگز نہیں، خدا گذشتہ و آئندہ امور سے آگاہ و مطلع ہے اور ہر طرح کے اعمال خیر و صلاح انجام دینے پر قادر ہے اس سے کوئی خطا و اشتباہ نہیں ہوتا کہ اس کا تدارک و جبران کرے اس کی رائے و فکر میں تبدیلی نہیں ہوتی کہ برخلاف سابق رائے دے، اس کے مقصد کے مقابل کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی، ایسا بداء و حادثہ اس کے حق میں محال ہے۔

پھر رسول اکرم نے فرمایا: کیا تم مانتے ہو کہ خدا کسی کو مریض بناتا ہے پھر اسے شفا و عافیت دیتا ہے پھر کچھ دن بعد مریض ہوتا ہے؟ یا اس نے کسی کو زندہ کیا ہے اور حیات و حسی کا لباس اسے پہناتا ہے پھر کچھ زمانہ کے بعد موت دیتا ہے کیا ان دونوں صورتوں میں خدا اپنے عمل سے پشیمان ہوا یا اس کیلئے کوئی بداء واقع ہوا؟

یہود: نہیں، رسول اکرم: مسئلہ قبلہ بھی ایسا ہی ہے ایک وقت بیت المقدس کی طرف عبادت کا حکم دیتا ہے دوسرے وقت میں خانہ کعبہ کو قبلہ بناتا ہے۔

مزید وضاحت: سردی کا موسم آتا ہے، ہوا سرد ہو جاتی ہے کچھ دن بعد فصل گرما آتی ہے، ہوا گرم ہو جاتی ہے اس حالت میں تمہاری ذمہ داری ہوتی ہے سرد ہوا سے اپنے کو بچاؤ اور لباس مخصوص پہننا اور گرمی میں بھی اپنی حفاظت کرو، ان دو حالتوں کو خدا بدلتا ہے کیا اس کیلئے کوئی اتفاق و حادثہ رونما ہوتا ہے؟

یہود نہیں، رسول اکرم: قبلہ کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے خدا نے ایک میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا دوسرے موسم میں خانہ کعبہ کو معین کیا، ہاں ہر ایک کا وقت اور مصلحت کی تشخیص اس کی صلاح و اقتضاء کے مطابق ہے، خداوند متعال از لحاظ وقت اور حکمت اپنے امور مملکت میں دوسروں سے زیادہ توجہ و احاطہ رکھتا ہے ہم کو ہر حال میں اس کے حکم و مصلحت کے سامنے دل و جان سے مطیع و فرمانبردار اور خاضع ہونا چاہئے۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مشرق و مغرب خدا کیلئے ہے جدھر بھی رخ کرو حاضر ہے اور جس جانب خدا نے حکم دیا ہے اگر اس طرف رخ کرو گویا اسی کی سمت متوجہ ہو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: تم بیمار شخص کی مانند ہو اور خداوند عالم تمہارا طبیب حاذق ہے، مریض کی خیر و صلاح اسی میں ہے کہ دستور پر عمل کرے اور اپنے خواہشات نفسانی و میلان شخصی کی پرواہ نہ کرے۔
 امام حسن عسکریؑ کے ایک صحابی نے پوچھا: مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس کو کیوں بنایا گیا؟
 امامؑ نے فرمایا: خدا نے اس آیت میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳)
 ہم نے بیت المقدس کو قبلہ اس لئے بنایا تھا کہ تبدیلی قبلہ کے وقت ہم جان لیں کہ رسول کا اتباع کرنے والا کون ہے، اور پیٹھ پھیر کر جانے والا کون ہے؟ دونوں کا امتیاز معلوم ہو جائے کیونکہ اہل مکہ و قریش کیلئے بیت المقدس کی جانب رخ کرنا بہت سخت و دشوار تھا۔ یہ ان کیلئے بہت بڑا امتحان تھا جیسے کہ مدینہ کے یہود و نصاریٰ کیلئے خانہ کعبہ کی جانب توجہ کرنا نہایت مشکل تھا، یہیں سے ان کی حقیقت پرستی وہوس پرستی کا پتہ چل جاتا۔

یہودیوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

(جبرئیل کی وحی لانے کے بارے میں)

امام حسن عسکریؑ سے: جاہرا بن عبد اللہ انصاری، نقل کرتے ہیں:

عبد اللہ ابن صورتی جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم اور علوم دین و تورات میں مہارت رکھتا تھا، پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے آپ سے بہت کچھ پوچھا، اسے جواب مسکت مل گیا تو پھر اس نے کہا آپ کی باتیں درست و حق ہیں لیکن یہ بتائیں کہ تمام وحی آپ پر کس کے ذریعہ نازل ہوتی ہے؟ رسول اکرمؐ: حضرت جبرئیل کے ذریعہ سے۔

ابن صورتی اگر کسی دوسرے فرشتہ میکائیل وغیرہ کے وسیلہ سے نازل ہوتی تو ہم ضرور ایمان لاتے، لیکن اب ہم ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ملائکہ کے درمیان جبرئیل انسانوں کا سخت دشمن ہے، اسی کے ذریعہ مصیبتیں و بلائیں نازل ہوتی ہیں۔

رسول اکرمؐ: تم جبرئیل کو کیوں دشمن رکھتے ہو؟

ابن صورتی، جبرئیل ہی کی وجہ سے قوم بنی اسرائیل پر بلا و مصیبت نازل ہوئی، حضرت دانیال کے ذریعہ بخت نصر کے قتل میں مانع ہوئے یہاں تک کہ اس کی حکومت بڑھ گئی اور اپنی قوت میں اضافہ کر کے اس نے بنی اسرائیل کو ہلاک کیا، ایسے ہی دوسرے مواقع برخلاف میکائیل جو کہ نزول رحمت و نعمت کا وسیلہ ہیں۔

رسول اکرمؐ: افسوس ہے کہ تو حقیقت امر اور معرفت عظمت پروردگار سے دور ہے جبرئیل و میکائیل دونوں مخلوق و مملوک و مامور ہیں، تمام حالات میں اپنے خالق کے فرمان و ارشاد کے سامنے مطیع و فرمانبردار رہنا چاہتے ہیں، اگر جبرئیل حکم خدا کی اطاعت کرتے ہیں تو کیا وہ گناہ و غلطی کرتے ہیں؟

کیا تم عزرائیل کو دشمن رکھتے ہو؟ جبکہ عزرائیل اپنے وظیفہ کی ادائیگی اور حکم خدا سے لوگوں کی روح قبض کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کرتے، جبرئیل و عزرائیل کسی سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے، تم ان بچوں کی طرح ہو جو کڑوی دوا پلانے اور امور تربیتی میں زبردستی کرنے کے سبب اپنے والدین سے دشمنی کرتے ہیں تم نے پروردگار عالم سے دشمنی کی ہے، اس کی حکمت و مصلحت کی مخالفت کی ہے اور اپنے اس عمل قبیح سے غفلت برتی ہے۔

جبرئیل و میکائیل، دونوں خدا کے محبوب ہیں ملائکہ اور اس کے مقرب بارگاہ ہیں اور دونوں اس کے حکم کو انجام دیتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ دوسرے کے بغیر دوست رکھنا ممکن نہیں ہے اگر کوئی میکائیل کو دوست رکھتا ہے تو اسے جبرئیل کو بھی دوست رکھنا چاہئے۔

امام حسن عسکری فرماتے ہیں: جس طرح جبرئیل و میکائیل دونوں بھائی، فرمانبردار اور ایک دوسرے کے مثل ہیں اسی طرح رسول اکرم اور علی ابن ابیطالب دونوں بھائی اور احکام خدا کے پابند و مطیع ہیں، ایک کا دوسرے کے بغیر دوست رکھنا اور اس سے محبت کرنا ممکن نہیں ہے، اگر کوئی دوسرے کے بغیر ایک سے محبت کرتا ہے تو وہ جھوٹا و مکار ہے اور خدا بھی اس سے بیزار ہے۔

یہود و نواصب سے رسول اکرمؐ کا احتجاج

(جبرئیل و علی ابن ابیطالب کے بارے)

امام حسنؑ عسکری فرماتے ہیں: یہودی جبرئیل و میکائیل کے بارے میں اور ناصبی اہل بیت خصوصاً امام علیؑ کے بارے میں بڑی اور غیر مناسب باتیں کہتے تھے، آیت نازل ہوئی۔

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيِّاتِ فَانَّهُ نَزَلَ عَلٰی قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورہ بقرہ آیت، ۹۷)

اے رسول! جبرئیل کے دشمنوں سے کہہ دو کہ جبرئیل نے خدا کی جانب سے قرآن میرے قلب پر نازل کیا ہے جو گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مؤمنین کی ہدایت و سعادت کا وسیلہ ہے اور ان کے لئے بشارت ہے، جو خدا، جبرئیل و میکائیل ملائکہ اور اس کے رسولوں کا دشمن ہے وہ جان لیں کہ خدا کا فرین کا دشمن ہے۔

ناصرین کا اعتراض، رسول اکرمؐ ہمیشہ علی ابن ابیطالب کے فضائل و مناقب بیان کرتے اور اپنی فریاضات کو اقوال جبرئیل سے منسوب کرتے ہے اور ان کی گفتار کو ارشاد خدا سمجھتے، پھر فرماتے کہ جبرئیل امام علیؑ کے داہنی جانب میکائیل ان کے بائیں جانب اسرائیل پیچھے اور عزرائیل آگے آگے چلتے ہیں جبرئیل علیؑ کے داہنی سمت ہونے کے سبب میکائیل پر فخر کرتے ہیں اور میکائیل بھی اسرائیل و عزرائیل پر مہابات کرتے ہیں جیسے کہ بادشاہوں کے داہنی جانب بیٹھے والے ندیم و وزراء بائیں جانب والوں پر ناز کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ ملائکہ میں سے جو علیؑ کو زیادہ چاہتا ہے وہ دوسرے ملائکہ پر فضیلت و برتری رکھتا ہے آسمانوں کے ملائکہ زیارت علیؑ کے بہت مشتاق رہتے ہیں جیسے کہ مہربان ماں اپنی نیک اولاد کی دیدار کا اشتیاق رکھتی ہے۔

یہ سن کر نواصب نے کہا کب تک رسول، علی کے فضائل بیان کرتے رہیں گے؟ کب تک اخبار جب جبرئیل سے مطالب نقل کرتے رہیں گے؟ ہم خدا اور ان ملائکہ و جبرئیل و میکائیل سے تبرؤ و بیزاری کرتے ہیں جو صرف علی ابن ابیطالب سے علاقہ و محبت رکھتے ہیں اور ہم ان ملائکہ کو بھی نہیں مانتے جو رسول اکرم کے بعد علی کو دوسروں پر فوقیت دیتے ہیں۔

یہودیوں کی گفتگو! جب رسول نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہودی ایک مرد عالم عبداللہ ابن صوریا کو خدمت رسول میں لائے اس نے آپ سے کچھ سوالات کئے۔

ابن صوریا، آپ اپنے خواب کی خصوصیت بیان کیجئے کیونکہ ہم نے آخری رسول کے خواب کے سلسلہ میں کچھ باتیں سنیں ہیں؟ رسول اکرم از لحاظ چشم و قوت ظاہری سوتا ہوں لیکن میرا قلب بیدار رہتا ہے ابن صوریا آپ نے صحیح فرمایا، یہ بتائیے کہ بچہ کی خلقت باپ سے ہے یا ماں سے؟
رسول اکرم: بچہ کی ہڈی و اعصاب و رگیں باپ کی طرف سے ہوتی ہیں اور گوشت، خون اور بال ماں کی جانب سے۔

ابن صوریا، بالکل صحیح فرمایا۔ بتائیے ایک بچہ اپنے پیچا کے مشابہ ہوتا ہے اور اپنے ماموں سے معمولی سی بھی شبابہت نہیں رکھتا دوسرا بچہ اپنے ماموں کے شبیہ ہوتا ہے پیچا سے مشابہت نہیں رکھتا؟
رسول اکرم: انعقاد نطفہ کے وقت مرد وزن میں جس کا مادہ دوسرے پر غالب ہوگا پیچہ اس کے لوگوں کے مشابہ ہوگا۔

ابن صوریا، بالکل درست ہے، بتائیے بچہ ایک نطفہ سے کیوں پیدا ہوتا ہے اور دوسرے نطفہ سے کیوں نہیں؟

رسول اکرم: اگر نطفہ گندہ دوسرے ہو تو وہ قابل تولید نہیں ہے اگر صاف و روشن ہو تو لائق تولید و تخم ہے۔
ابن صوریا، آپ کے خدا کے اوصاف کیا ہیں؟
رسول اکرم: یہ آیات خدائے جہان کی صفات بیان کرتی ہیں۔

”اے رسول کہہ دو کہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں۔“

ابن صوریٰ! صحیح ہے، دوسرا سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا جواب دیا تو ایمان لاکر تمام باتوں کو قبول کر لوں گا، بتائیں کہ آپ پر کس ملک کے وسیلہ سے وحی نازل ہوتی ہے؟

رسول اکرمؐ: جبرئیل کے ذریعہ، ابن صوریٰ، تمام ملائکہ میں ہمارا سب سے بڑا دشمن جبرئیل ہے اسی کے ذریعہ عذاب و مرگ اور مصیبت و جنگ کا نزول ہوتا ہے، میکائیل ہمارے واسطہ نعمت و مسرت اور رحمت کو لاتے ہیں اگر آپ کی وحی کا وسیلہ میکائیل ہوتے تو ہم آپ کی باتوں کی تصدیق کر دیتے کیونکہ یہ ہمیشہ ہماری مملکت کی وسعت، بادشاہت کے دوام اور علت و حکومت کی بقا کا سبب رہے ہیں لیکن جبرئیل ہمیشہ ملوکیت، حکومت و ملت کے فنا و زوال کے موجب بنے ہیں۔

سلمان فارسی وہاں موجود تھے آپ نے پوچھا جبرئیل کی عداوت و دشمنی کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ ابن صوریٰ، جبرئیل نے کئی مرتبہ ہم سے عداوت کی ہے خصوصاً جس موقعہ پر انھوں نے ہم کو سخت نقصان پہنچایا ہے وہ بخت کے تسلط کے بارے میں ہے جس کی شرح کچھ اس طرح ہے، خدا نے انبیاء، بنی اسرائیل پر وحی نازل کی کہ شہر بیت المقدس کو بخت نصر نام کے آدمی کے ذریعہ خراب اور ویران کر دے گا۔ بزرگان بنی اسرائیل نے باہم مشورہ کر کے دانیال نام کے شخص کو منتخب کیا جو قوم کے محترم افراد میں تھے اور انھیں بخت نصر کے قتل کیلئے بھیجا۔

حضرت دانیال نے اپنے ساتھ بہت سامان لیا اور اس کی تلاش میں شہر بابل کی طرف چل پڑے، اس کی جستجو میں تھے ہی کہ ایک کمزور و فقیر و عاجز بچہ دکھائی پڑا اور وہ اپنے مطلوب کو پا گئے، حضرت دانیال نے اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اگر یہ بچہ وہی ہے جس کی خدا نے خبر دی ہے تو تم اس پر نہ مسلط ہو سکتے ہو اور نہ ہی اس کو قتل کر سکتے ہو، اگر دوسرا بچہ ہے تو اسے قتل کر کے کوئی فائدہ نہ ہوگا، حضرت دانیال اس کے قتل سے باز آ گئے اور بیت المقدس واپس آ کر انھوں نے اپنی قوم سے سارا

قصہ ملاقات اور تمام حالات بیان کئے، پھر اسی لڑکے نے صاحب حکومت و قوت ہو کر شہر بیت المقدس کو ویران و برباد کیا اور بنی اسرائیل کو قتل اور اسیر و ذلیل کیا۔

مسلمان، یہی اعتقاد تمہاری ضلالت و گمراہی کا سبب ہوا ہے کیا قوم نے اپنے انبیاء و آسمانی کتاب کے ذریعہ جان نہیں لیا تھا کہ بخت نصر بیت المقدس کو خراب کرے گا؟ حضرت دانیال کے بھیجے اور بخت نصر کے قتل سے ان کا مقصد قول خدا کی تکذیب اور خبر انبیاء کی رد کرنا تھا یا حکم و مشیت خدا پر غلبہ پیدا کرنا؟ تمہاری باتوں کے صحیح ہونے کی بناء کیا جبرئیل مشیت پروردگار و تقدیر الہی کی مخالفت کر رہے تھے؟ اگر وہ برخلاف مقدرات خدا قدم اٹھاتے تو وہ تمہارے نزدیک محبوب تھے؟

ابن صورتیا! انھوں نے خروج بخت نصر کے بارے میں انبیاء سے سنا تھا لیکن خدا کو اثبات کرتا ہے۔ مسلمان: اس صورت میں مطالب توریث پر یقین کر کے کیسے عمل کر سکتے ہو؟ ہو سکتا ہے خدا نے توریث کی بعض باتوں کو محو و منسوخ کر دیا ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کی نبوت سے معزول کر دیا ہو، تم خدا کے وعد و وعید اور ثواب و عقاب پر کیسے اطمینان رکھتے ہو؟ کیا احتمال نہیں ہے کہ خدا نے انھیں محو کر دیا ہو؟ تم جاہل و نادان مجذبات خدا کے معنی ہی نہیں سمجھتے۔

پھر مسلمان نے کہا: میرا اعتقاد ہے کہ دونوں خدا کے مقرب فرشتے اور اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ان کے درمیان کوئی تفاوت نہیں، ہم تفاوت نہیں کر سکتے کہ ایک کو دوست رکھیں اور دوسرے کو دشمن رکھیں۔

رسول اکرمؐ کا یہودیوں سے احتجاج

(ان کی قساوت قلبی کے بارے میں)

جب یہودیوں نے اسلام کی حقانیت اور اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَاذْهَبْنَا مُيَسَّرًا لِّمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۸۳) آیات خدا کے دیکھنے اور سننے کے بعد بھی تمہارے دلوں میں قساوت باقی ہے اور پہاڑوں کے پتھروں کی طرح سخت ہو گئے ہیں بلکہ تمہارے دل ان سے زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر شکنافٹہ ہوتا ہے اور اس سے پانی جاری ہوتا ہے لیکن آسمانی آیات تمہارے دلوں کو کسی طرح بھی نرم و واضح اور شکنافٹہ نہیں کرتیں۔

یہود: ہم ہمیشہ خدا کی عبادت کرتے ہیں، فقراء و بے سہارا لوگوں کی مدد کرتے ہیں، اعمال صالح انجام دیتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں اس کے باوجود بھی آپ ہماری بدگوئی کرتے ہیں اور ہمارے دلوں کو سخت کہتے ہیں۔

رسول اکرمؐ: اعمال خیر و نیک کام اس وقت پسندیدہ و مطلوب ہے جب کہ ان میں ان باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہو۔

اول: قصد خالص و نیت پاک اور صاف ہو، اور وہ عمل صرف خدا کی خاطر انجام دیا جائے۔
دوم: مشیت خدا و حکم الہی کے مطابق ہو جو اعمال ریا و خود نمائی کے ارادہ سے یا ثروت و بزرگی و شرافت کے اظہار کیلئے یا شخصیت و منصب کے حصول کی خاطر یا رسول اللہ اور اس کے حکم کی مخالفت میں انجام دیا جائے اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے اور وہ سراسر پاپ و فساد اور عذاب و بدبختی کا سبب ہے۔

یہود: ہم معتقد ہیں کہ ہمارا ایک اہم وظیفہ آپ کو راستے سے ہٹانے، آپ کی باتوں کو باطل کرنے، آپ کے دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور آپ کی شخصیت کے ختم کرنے کی سعی و کوشش کرنا ہے۔ امیدوار ہیں ہم اس طریقہ سے اجر جمیل و ثواب عظیم حاصل کریں گے، ہمارے اعمال صالح و پسندیدہ ہیں کیونکہ آپ کے دعویٰ کو ختم کرنے میں کوشاں ہیں، تم کو ہم پر کوئی فضیلت و برتری نہیں ہے، جو ایسا دعویٰ کرے کیا اسے مخصوص فضائل اور کثیر امتیازات کا مالک نہیں ہونا چاہئے؟ آپ کو ہم پر کیا فضیلت ہے؟ رسول اکرم: تمہاری منطق درست ہے دعویٰ کرنا مدعی کی سچائی اور جھوٹ کی دلیل نہیں ہے بہت سے ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو حیلہ و فریب کے ساتھ بہت جھوٹے دعویٰ کرتے ہیں، جو اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے اسے خداوند متعال کی جانب سے شواہد و علامات اور حجت رکھنا چاہئے تاکہ ان کے ذریعہ سے صادق و کاذب کے درمیان امتیاز ہو اور حق و باطل ایک دوسرے سے جدا ہو سکے اور درمیان سے اشتباہ و اشکال اٹھایا جاسکے۔

میں اگر دعویٰ رسالت کرتا ہوں تو میرے اختیار میں صاف درویش گواہ و دلائل ہیں، جو میرے دعویٰ کو بہترین طریقہ سے ثابت کرتا ہے اور مخالفین کے اعتراض کو بالکل برطرف کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم شواہد و دلیلوں کو بھی نہیں مانو گے اور ہدایت و حقیقت کے نزدیک بھی نہیں جاؤ گے، میری بات وہی ہے جو میں نے کہا تمہارے قلوب پہاڑوں کے بڑے پتھروں سے بھی زیادہ سخت و شدید ہو گئے ہیں، لیکن پھر بھی اتمام حجت کے طور پر کہہ رہا ہوں، کہ میرے اختیار میں وہ علامتیں اور نشانیاں ہیں جو میرے دعویٰ کیلئے آفتاب سے زیادہ روشن و واضح ہیں۔

یہود: انصاف کی بات کی ہے۔ آپ کی گفتگو کا تقاضا ہے کہ آپ کے دعویٰ کے پتھروں کو قبول کر لیا جائے اور آپ کی دعوت و نبوت کو مان لیا جائے، جو ہمارے دلوں کو زیادہ نرم کر دیں۔ فی الحال ہماری درخواست ہے کہ آپ اس مطلب کو واضح اور اس موضوع کو صاف کیجئے؟ اس وقت باہم پہاڑ کی جانب چلتے ہیں، آپ ایک پتھر کو خطاب کیجئے وہ آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور گواہی دے، آپ کا جواب

دینے اور آپ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے اور آپ کے مقابل خضوع و خشوع کرنے کی صورت میں ہم آپ کی باتوں کو قبول کر لیں گے۔

رسول اکرمؐ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

پھر ہم سب شہر مدینہ کے باہر گئے اور ایک بڑے پہاڑ کے پاس پہنچے، رسولؐ نے اس پہاڑ کو خطاب کر کے کہا:

بھئی مقام و منزلت محمد و آل محمدؐ کہ جن کے ذکر اسماء کے وسیلے سے حاملین عرش پر اس کی گرانی آسان ہو گئی اور حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی، حضرت اوریشؑ مقام بلند پر فائز ہو گئے میرے امر کی گواہی دیں! اسوقت پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی اور پہاڑ کے نیچے سے پانی جاری ہوا پھر ایک آواز بلند ہوئی، میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور یہ جماعت آپ کی حقیقت و صداقت کے مقابل جھوٹے اور انکار کرنے والے ہیں اور ان کے قلوب پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں اس کے بعد رسولؐ نے بہت سے معجزات و شواہد یہودیوں کے سامنے پیش کئے لیکن انھوں نے جتنا ہی دیکھا عداوت و مخالفت میں اتنا ہی بڑھتے گئے اور اپنے کفر و انکار و تردید میں پائدار ہوتے گئے۔

کیا رسول اسلام افضل انبیاء ہیں؟

معمر ابن راشد نے امام صادق سے نقل کیا ہے کہ ایک یہودی رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر تیز و تند لگا ہوں سے آپ کو دیکھنے لگا۔

رسول اکرم: اے برادر یہودی کیا چاہتے ہو؟ یہودی: آپ کا درجہ بلند ہے یا موسیٰ ابن عمران کا؟ جبکہ خدا ان سے باتیں کرتا تھا، اس نے ان پر توریت جیسی کتاب نازل کی، وہ معجز نما عصار کتے تھے، انھوں نے دریا میں راستہ بنا دیا، آسمان کے بادل ان پر سایہ لگن ہوتے تھے۔

رسول اکرم: انسان کو اپنی مدح و ثنا خود نہیں کرنا چاہئے لیکن حقیقت مطلب یہ ہے کہ جب حضرت آدم نے توبہ کا ارادہ کیا تو کہا، پروردگار! تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ محمد و آل محمد کے وسیلہ سے میری خطا معاف کر تو خدا نے ان کی توبہ قبول کی۔ جب حضرت نوح کشتی کے ڈوبنے سے ڈرنے لگے تو کہا، پروردگار! محمد و آل محمد کے وسیلہ سے مجھے اس خطرہ سے نجات دے، تب آپ کو نجات مل گئی۔ جب حضرت ابراہیم آگ کے قریب ہوئے تو کہا، پروردگار! بحق محمد و آل محمد مجھے اس جلانے والی آگ سے بچالے، آگ ان کیلئے سرد و سالم بن گئی، جادو گروں سے مقابلہ کرتے ہوئے جناب موسیٰ اپنے عصا سے خوف زدہ ہوئے عرض کیا، پروردگار! بظہیر محمد و آل محمد اس عصا کے خوف و ہیبت سے مجھے محفوظ فرمایا، خطاب ہوا،

”لا تخف انت الاعلیٰ،، خائف و مضطرب نہ ہو تم غالب رہو گے۔

پھر فرمایا: اے مرد کلیسی (یہودی) اگر حضرت موسیٰ میرے ہم عصر ہوتے تو میری نبوت کی ضرورت تصدیق کرتے مجھے مان کر ایمان لاتے ورنہ ان کا ایمان اور ان کی نبوت انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیتی اے مرد کلیسی، میری ذریت میں ایک شخص مہدی موعود ہے جب وہ خروج کرے گا حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہو کر اس کی مدد کریں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

یہودیوں سے رسول خدا کا احتجاج

(دوسرے انبیاء سے آنحضرت کی فضیلت)

ابن عباس کہتے ہیں: چالیس یہودی متفق ہو کر رسول خدا کے پاس آئے تاکہ ان سے بحث و مباحثہ کریں اور ان کی تکذیب اور توجیح کریں۔

رسول اکرم نے جب ان سے ملاقات کی تو عبد اللہ ابن سلام جو ان کے درمیان سب سے بڑا عالم تھا، اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم سے مناظرہ کیلئے حاضر ہوں، میرے اور تمہارے درمیان تمہاری کتاب تو ریت تفتاوت و فیصلہ کرے گی۔

یہودیوں نے موافقت کی، پھر انہوں نے آنحضرت سے کہا کہ آپ رسالت کا اذعا کرتے ہیں اور رسالت کی نشانی و علامت ہونا چاہئے جبکہ آپ میں انبیاء گذشتہ کے کوئی فضائل و آثار دکھائی نہیں دیتے، حضرت آدمؑ سب سے پہلے نبی ہیں ان میں کچھ امتیاز و خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بلا واسطہ پیدا کیا اور اپنی روح ان کے جسم میں پھونکی ہے۔

رسول اکرم نے فرمایا: حضرت آدمؑ میرے جد ہیں لیکن خدا نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے وہ حضرت آدمؑ سے بلند و بالا ہے، یہود جو آپ کے پاس ہے وہ کیا ہے؟ رسول اکرم: دستور و حکم خدا کے مطابق مسلمانوں پر واجب ہے کہ پانچ مرتبہ اذان و اقامت اور تشہد میں ذکر توحید بعد و شہادت،

،، اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ،، بلا فاصلہ میرے نام اور میرے منصب و رسالت کا اعلان کریں، میرے اوپر ایک لطف الہی یہ بھی ہے کہ روز قیامت خدا کا لواحم میرے ہاتھ میں ہوگا، کیا جناب آدمؑ کا ایسا مقام و مرتبہ ہے؟

یہود! آپ نے درست فرمایا۔ تو ریت میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

رسول اکرمؐ: یہ ایک بات۔

یہود! حضرت موسیٰؑ آپ سے افضل تھے۔

رسول اکرمؐ: کس لحاظ اور کس دلیل سے؟

یہود! کیونکہ خدا نے ان سے چار ہزار کلمات سے گفتگو کی اور مسلسل ان سے ہمکلام رہا۔

رسول اکرمؐ: جو کچھ مجھے عطا ہوا ہے وہ اس سے بہتر و بالاتر ہے۔ یہود! وہ کیا ہے؟

رسول اکرمؐ: خدا نے میرے بارے میں فرمایا ﴿سبحان الذی اسزى بعدہ...﴾ آخر بزرگ

ویر تر وہ خدا ہے جو راتوں رات اپنے بندہ کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ میں جبرئیل کے بالوں پر

سوار ہو کر ساتویں آسمان پر پہنچا وہاں سے گذر کر سدرة المنتہی پر وارد ہوا، جہاں جنت المادئی ہے یہاں تک

کہ میں نے ساق عرش کو پکڑ لیا، اس وقت ادھر سے آواز آئی:

انی انا اللہ لا الہ الا انا السلام المؤمن المہمین العزیز الجبار المتکبر الرؤف الرحیم

میں خدائے جہاں ہوں میرے علاوہ کوئی خدا نہیں میں سلامتی اور امن دینے والا، عزیز و جبار، بزرگ

مہربان و رحیم ہوں، اس وقت میں نے سر کی آنکھ سے نہیں، دل کی آنکھ سے خدا کا مشاہدہ کیا، کیا یہ منزل

و منزلت حضرت موسیٰؑ کے مکالمہ و گفتگو سے بہتر نہیں ہے؟

یہود! آپ نے بالکل صحیح فرمایا، یہ بھی توریت میں لکھا ہوا ہے۔ رسول خدا، یہ دوسری بات۔

یہود! حضرت نوحؑ آپ سے افضل ہیں، رسول اکرمؐ کس وجہ اور کس علت سے؟

یہود! اس وجہ سے کہ جب سیلاب نے تمام زمین کو گھیر لیا تو وہ کشتی پر سوار ہو گئے اور سیلاب کی تندہی و

سختی سے نجات پا گئے، پھر کوہ جودی پر کشتی سے اترے۔

رسول اکرمؐ: مجھ پر خدا کا لطف و کرم اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہود! آپ پر کون سی خصوصیت عنایت ہے؟

رسول اکرمؐ: خدا نے آسمان میں مجھے ایک ایسا چشمہ عطا کیا ہے جو زیر عرش جاری ہے جس کے ساحل

پر ہزار ہزار قصر و محل ہیں جو سونے اور چاندی کے اینٹوں کے بنے ہوئے ہیں، اس کے علف و گیاه زعفران

کے ہیں اس کے نگریزے یا قوت و موتی کے ہیں اس کی نہریں مشک سفید کی ہیں یہ وہ عنایات خدا ہیں جو میرے لئے اور میری امت کیلئے سب سے بڑھ کر ہے۔

﴿ اَنَا اعطیناک الکوثر ﴾ سے یہی مراد ہے۔

یہود! درست ہے۔ رسول اکرمؐ: یہ امر سوم۔

یہود! حضرت ابراہیمؑ آپ سے افضل و برتر ہیں۔ رسول اکرمؐ کس وجہ اور کس سبب سے؟

یہود! کیونکہ خدا نے انھیں اپنا دوست و ظلیل بنایا ہے۔ رسول خدا حضرت ابراہیمؑ ظلیل خدا ہیں اور میں

حبیب خدا ہوں میرا نام محمد ہے۔

یہود! آپ کو اس نام سے کیوں موسوم کیا گیا اور اس کی خصوصیت کیا ہے؟

رسول اکرمؐ: یہ میرا نام خدا نے منتخب کیا ہے میرے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے کیوں کہ وہ محمود ہے (تعریف کیا ہوا) اور میں محمد ہوں اور میری امت حمد و تعریف کرنے والی ہے۔

یہود! صحیح فرمایا۔ آپ کی فضیلت زیادہ ہے۔ رسول اکرمؐ: یہ جو تجھی بات۔

یہود! عیسیٰؑ آپ سے بزرگ و برتر ہیں۔ رسول اکرمؐ کس علت سے؟

یہود! ایک دن جناب عیسیٰؑ بیت المقدس کے نزدیک ایک پہاڑ کے پاس تھے، شیاطین آپ کو آزار

و تکلیف دینے کیلئے آئے، جبرئیلؑ کو خدا کا حکم ہوا اپنے پروں سے شیاطین کو بنا کر آگ میں ڈال دو، انھوں

نے اپنے پروں کی قوت سے انھیں دور کیا اور آگ میں ڈال دیا۔

رسول اکرمؐ: جو کچھ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اس سے افضل ہے۔ یہود! کون سی خصوصیت اور امتیاز؟

رسول اکرمؐ: جب میں جنگ بدر سے شہر مدینہ میں داخل ہوا درانحالیکہ میں بہت بھوکا تھا اس وقت

ایک زن یہود یہ اپنے سر پر ایک کاسہ رکھے ہوئے آئی جسمیں بکری کا بھنا ہوا بچہ تھا اور اس نے میرا

استقبال کرتے ہوئے کہا میں اس خدا کی حمد کرتی ہوں جس نے آپ کو باصحت و عافیت رکھا اور دشمنوں پر

فتح و غلبہ عنایت کیا ہے، میں نے خدا سے عہد کیا تھا اس جنگ سے سلامتی و کامیابی کے ساتھ واپس آئیں

گے تو اس بچہ کو ذبح کر کے پکاؤں گی اور وقت ورود مدینہ آپ کو کھلاؤں گی، میں اپنے اونٹ سے اترتا اور میں نے اس غذا کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ بھنا ہوا بچہ حرکت میں آیا اور گویا نوا، اے محمد رسول اللہ! مجھے مت کھائے، مجھ میں زہر ملایا گیا ہے، میں مسوم ہوں۔

یہود آپ نے صحیح فرمایا۔ بہت بڑی بات، رسول اکرم: یہ پانچویں بات۔

یہود! صرف ایک سوال باقی ہے کوئی دوسرا سوال نہیں۔ رسول اکرم: پوچھو

یہود! یسلمان پیغمبر آپ سے بہتر تھے کیونکہ شیاطین جن وانس وحوش و طیور اور ہواؤں پر حاکم تھے۔

رسول اکرم: خدا نے میرے لئے براق کو سخر کیا جو تمام دنیا سے بلند و برتر ہے۔ یہ بہشت کا ایک

حیوان ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ کی طرح، قدم گھوڑوں کے قدموں کی مانند، دم گائے کے دم کی طرح

اور ایک جشہ و جسم جو گدھے سے بڑا اور فخر سے چھوٹا ہے، اس کی زین یا قوت سرخ کی، رکاب سفید موتی کی

اور اس کی ہزار لگام سونے کی ہے، اس کے دو پر ہیں جو یا قوت، موتی اور زبرجد سے مزین ہیں اس کی

دوڑوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے،

، لا اله الا الله وحده لا شریک له انی محمد رسول الله،

یہود آپ نے بالکل درست فرمایا، تورات میں یہی تحریر ہے۔

ہم آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

رسول اکرم: حضرت نوح ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کی تبلیغ میں مصروف رہے، اس مدت میں بہت کم

لوگ ایمان لائے اور بہت کم مقدر میں لوگوں نے دعوت قبول کی، خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ

﴿وَمَا آمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيلٌ﴾

ان پر ایمان نہیں لائے مگر کم۔ میں بہت کم مدت کیلئے تبلیغ پر مامور ہوا ہوں پھر بھی مجھ پر بہت لوگ

ایمان لائے اور میری دعوت قبول کی۔

جنت کیلئے ایک سو بیس صفیں تشکیل دی جائیں گی ان میں سے اسی (۸۰) صفیں صرف میری امت

اور میرے پیروکاروں کی ہوگی۔ میری آسمانی کتاب تمام گزشتہ آسمانی کتابوں کی ناخ و شاد ہے، میری شریعت سب سے جامع اور کامل شریعت ہے، اس آئین مقدس میں کچھ گزشتہ احکام تبدیل ہوئے ہیں، کچھ حلال کو حرام اور کچھ حرام کو حلال کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے روز شنبہ مچھلی کے شکار کو حرام کیا تھا اور سختی سے منع کیا تھا مگر کچھ لوگوں کی مخالفت کے سبب ان پر خدا کا قہر و غضب نازل ہوا وہ سب کے سب بند رہ گئے لیکن میری شریعت میں صرف یہی نہیں کہ اسکی حرمت کو اٹھالیا گیا ہو بلکہ اس کے جواز کا حکم بھی صادر ہوا، دریا کی شکار تمہارے لئے حلال ہو گیا اس میں سے کھاؤ اور لذت اٹھاؤ۔

دین اسلام نے تمام چیزوں کو حلال کیا ہے جبکہ تم اس کے کھانے سے پرہیز کرتے ہو۔

خدا نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود و سلام بھیجا ہے۔

﴿إِنَّا لِلَّهِ وَمَا نَكُنُ بَصُلُونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾

مجھے رحمت و مہربان کی صفت سے یاد کیا ہے۔

ترجمہ تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا جس کیلئے تمہاری مصیبت سخت و دشوار ہے اور تمہاری سعادت و خوش بختی کیلئے حریص ہے اور مومنین پر مہربان و رحم کرنے والا ہے۔ میرے احترام کی خاطر حکم دیا کہ مجھ سے بغیر صدقہ دئے ہوئے کوئی کلام نہ کرے۔

ترجمہ اے مومنین! جب میرے رسول سے گفتگو کرنے کا ارادہ کرو تو اس سے پہلے تم پر صدقہ دینا

لازم ہے، احسان کیا اور یہ دستور اٹھالیا گیا۔

کیا یہ خصوصیت و امتیاز گزشتہ انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔

رسول اکرمؐ سے یہودی کا دو سوال

ایک یہودی رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ میرے چند سوال ہیں، میں تقاضا کرتا ہوں کہ آپ ان کا جواب دیں؟

رسولؐ کے غلام ثوبان نے اس کے قدم ہلائے اور آہستہ سے کہا، یا رسول اللہؐ کہو۔

یہودی نے غصہ میں کہا میں انھیں نہیں پکاروں گا مگر اسی نام سے جو خدا ان کی قوم و قبیلہ میں لیا جاتا ہے۔ پھر آپ کی جانب رخ کر کے بولا قرآن میں نازل ہوا ہے کہ ایک دن آئے گا جب یہ زمین و آسمان

دوسری زمین و آسمان میں تبدیل ہو جائیں گے، اس وقت لوگ کہاں رہیں گے؟

رسول اکرمؐ: لوگ میدان محشر میں پہنچنے سے پہلے ظلمت و تاریکی میں ہوں گے۔

یہودی! جنت میں داخل ہوتے وقت اہل بہشت کی پہلی خوارک کیا ہوگی؟

رسول اکرمؐ: بڑی پھلی کا جگر۔ یہود! اس کے بعد کون سی چیز کھائیں گے؟

رسول اکرمؐ: بیل کا جگر۔ یہود! اس کے بعد کون سی شراب پیئیں گے؟

رسول اکرمؐ: سلسبیل۔ یہودی! صحیح ہے، کیا اجازت ہے کہ انبیاء کے علم مخصوص کا سوال کروں؟

رسول اکرمؐ: کیا سوال ہے پوچھو؟ یہودی! بچہ کس سبب سے ماں باپ کے شبیہ ہوتا ہے؟

رسول اکرمؐ: مرد کا لطفہ زیادہ تر سفید و گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا زرد و رکیک ہوتا ہے اگر مرد کی منی

عورت کی منی پر غالب ہو تو حکم خدا سے جنین لڑکا ہوگا اگر بالعکس ہو تو جنین لڑکی ہوگی ماں باپ سے بچوں کی

شباہت اسی طریقہ سے ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا پروردگار عالم کی قسم! یہ وہ علم ہے جو جبرئیل کے ذریعہ خدا نے مجھے عطا کیا ہے۔

غزوہ تبوک میں منافقین سے رسول اکرم کا احتجاج

امام عسکری فرماتے ہیں: غزوہ تبوک میں جاتے وقت منافقین کے ایک گروہ نے طے کیا تھا کہ مقام عقبہ پر رات میں رسول اکرم کو قتل کر دیں گے، کچھ دوسرے مدینہ میں باقی رہ گئے جنہوں نے حضرت علی کے قتل پر کمر باندھ لی تھی، خوش قسمتی کہ وہ اپنے اس مذموم ارادہ پر عمل نہ کر سکے۔

منافقین کے برے عزم اور بدعتی کی وجہ سے حضرت علی کے بارے میں رسول کے فرمودات اور رسول اسلام اور خصوصاً حضرت علی سے بغض و حسد نے انہیں (اس اقدام پر آمادہ کر دیا تھا)

وضاحت: جب رسول نے جنگ تبوک کا ارادہ کیا تو حکم خدا کے موجب فرمایا: میں لشکر اسلام کے ساتھ جاؤں اور علی مدینہ میں رہیں یا برعکس میں مدینہ میں رہ جاؤں اور علی جنگ کیلئے جائیں سب کو اس امر میں مطیع و فرمانبردار ہونا چاہئے، اطاعت گزار خدا کی جزاء کثیرہ ثواب جزیل کے مستحق ہوں گے۔ اسی سبب سے آنحضرت مدینہ میں علی ابن ابیطالب کو اپنا جانشین بنا کر لشکر اسلام کے ہمراہ چلے گئے، منافقین موقعہ غنیمت جان کر علی پر طعنہ زن ہوئے کہ رسول اسلام ان سے رنجیدہ ہو گئے ہیں ان کی ہم نشینی سے بیزار ہیں اسی لئے انہیں مدینہ میں چھوڑ دیا اور اپنے ہمراہ نہیں لے گئے۔

حضرت علی منافقین کے بیانات سے محزون و مغموم ہوئے اور مدینہ کے باہر آنحضرت کے پاس پہنچے۔ رسول اکرم: اے علی! تم اپنے مرکز سے کیوں چلے آئے؟

علی نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔

رسول اکرم: اے تو رضی ان تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ، کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ تم ہارون کے مثل میرے جانشین ہو تمہارے اور ہارون میں صرف تفاوت یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

پھر حضرت علیؑ مدینہ واپس ہوئے اسی درمیان منافقین نے علیؑ کے قتل کا نقشہ تیار کر لیا کہ انھوں نے راستہ میں ایک بہت بڑا گہرا گڈھا کھودا اور اس پر چٹائی و مٹی ڈال دیا تاکہ اس میں گر جائیں، یہاں بھی خدا نے حضرت علیؑ کی مدد و حفاظت کی اور ان کی سازش سے آپ کو آگاہ کیا جس سے آپ خطرہ سے بچ گئے اور خانوں کی سازش بیکار ہو گئی۔

دس منافقین مدینہ میں رہ گئے تھے اور چودہ منافقین رسولؐ کیساتھ عازم سفر ہوئے ان کی ماموریت اپنے کئے ہوئے معاہدہ کے مطابق کوہ تبوک پر رسولؐ کو قتل کرنا تھی، جب رسولؐ کوہ تبوک کے قریب پہنچے تو جبریل نے نازل ہو کر منافقین کے سوء قصد و معاہدہ سے رسولؐ کو آگاہ کیا اور آپ بھی ان کی سازش کے شر سے محفوظ و امان میں رہے۔

رسولؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور منافقین کے ارادہ سے مطلع کیا کہ کچھ لوگوں نے علیؑ کے راستہ میں مکاری سے گڈھا کھودا تھا خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کی سطح کو مضبوط و محکم کر دیا تاکہ علیؑ اور ان کے ساتھی بغیر کسی خطرہ و نقصان کے عبور کر جائیں، پھر علیؑ کے اشارہ سے اس گڈھے کو ظاہر کر کے لوگوں کو دکھایا گیا۔

علیؑ کے کچھ دوستوں نے درخواست کی یہ باتیں میرے پاس لکھی جائیں، علیؑ نے جواب دیا کہ خدا نے اپنے رسولؐ کی حفاظت کی ہے اور اس کی خبر ہمارے خط سے پہلے پہنچ جاتی ہے۔

جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو منافقین آپس میں بات کرنے لگے ایک نے کہا سلما مدینہ سے کوئی قاصد آیا ہے جو علیؑ کی موت کی خبر لایا ہے، محمدؐ اپنی ذہانت و مہارت سے اس خبر کو چھپانا چاہتے ہیں تاکہ اصحاب و انصار کے قلوب کو سکون و ثابت رکھ سکیں اور ان کو اختلاف رائے اور اضطراب سے بچائیں، پھر متفق ہو کر رسولؐ کے پاس آئے اور اس حادثہ و خطرہ کے رفع ہونے سے خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور آپ کی جلب توجہ اور ان کے اطمینان و محبت کی خاطر کچھ گفتگو کی۔

منافقین نے پوچھا علیؑ ابن ابیطالب افضل ہیں یا ملائکہ؟

رسول اسلام نے فرمایا: ملائکہ کی فضیلت و برتری محمد و علی کی محبت و دوستی اور ان کی ولایت و منزلت کے قبول کرنے کی وجہ سے ہے بلکہ اگر علی کا کوئی محب اپنے دل کا تزکیہ کر لے، گناہوں سے بچتا رہے اور اپنے گویا کاری و فریب سے محفوظ رکھے تو ملائکہ سے بلند و برتر ہو جائے گا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ ملائکہ کو آدم کے سجدہ کرنے کا سبب ان کی خود بینی و خود پسندی تھی؟ کیونکہ وہ ایسا تصور کر رہے تھے کہ دنیا میں کوئی ایسی مخلوق نہیں پیدا ہو سکتی جو خدا کی جانشینی کے لائق ہو اور اپنے کو ہر علم دین فضیلت و معرفت ہر لحاظ سے بہتر و بالاتر سمجھتے تھے۔

یہی وہ خیال خام اور عقیدہ باطل تھا کہ پروردگار نے آدم کو پیدا کیا اور تمام اسماء کی تعلیم دی پھر ان اسماء کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا وہ ان کی معرفت اور ان کے سمجھنے سے عاجز رہ گئے اس وقت خدا نے آدم کو حکم دیا کہ ملائکہ کو اسماء کی تعلیم دیں۔

اس کے بعد خدا نے حضرت آدم سے ان کی ذریت کو خلق کیا ان کی اولاد میں انبیاء و مرسلین اور خدا کے برگزیدہ بندے بھی ہیں اور رسول خدا آل پاک اصحاب پاک اور میری امت کے صالحین ان انسانوں کے سردار ہیں۔

اس کے بعد خدا نے اس انسان کی فضیلت و برتری و شرافت ملائکہ کو سمجھائی کہ انسان سینکڑوں سخت مضامب و حوادث اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات و معاش کی زحمتوں، دشمنوں و ظالم بادشاہوں اور سنگر حاکموں کے خوف و ترس، امراض و سختیوں میں استقامت جن و انس کے شیاطین کے فریب، اس کی مکاڑو گراہی کی مشقت اور دنیاوی زندگی کی پریشانیوں کے باوجود اپنی ہوئی دہوں اور خواہشات نفسانی سے مقابلہ و مبارزہ کرتا ہے اور خدا کے احکام و اوامر کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے اور ہمیشہ اپنی فطری خواہشات حب نساء، حب لباس، حب شہرت، حب دنیا اور دوسری دنیاوی لذتوں کی چاہت کے مقابل جنگ و جہاد میں مصروف رہتا ہے اور اس کا رخ حق و حقیقت کی جانب ہی رہتا ہے اور خلوص نیت و صدق و صفا کے ساتھ علم و معرفت و قرب خدا اور منزلت کے حصول میں قدم بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

خدا نے فرمایا: اے گروہ ملائکہ! تم ان پریشانیوں ماذی رشتوں سے دور ہو جنسی خواہشات تم کو ناراحت نہیں کرتیں، خواہش طعام تمہیں اذہر اذہر نہیں کھینچتی، دشمنوں کی وحشت و دہشت تمہارے قلوب کو مضطرب نہیں کرتیں، شیطان اور اس کے ساتھی تم پر غالب نہیں ہو سکتے کہ دلوں میں وسوسہ پیدا کریں، تم سب محفوظ اور امان میں ہو۔ تم قلبی اضطراب، فکری کشمکش اور قلبی وحشت نہیں رکھتے، اس لئے عبادت خضوع و خشوع تمہارے لئے زیادہ سہل و آسان ہے۔

یہ ہے وہ چیز کہ اگر انسان اس حالت میں بھی مشغول عبادت اطاعت رہے اور ان مصائب و پریشانیوں کے ساتھ توجہ اور خلوص نیت کو برقرار رکھے، تو گویا اس نے بہت بڑا عمل انجام دیا ہے کہ جس کے انجام دینے سے ملائکہ فرشتے عاجز و مجبور ہیں۔

جب خداوند متعال نے حضرت آدمؑ کے درجات و کمالات ملائکہ کو بتا دیئے، تب حکم دیا کہ آدمؑ کا سجدہ کرو، اسی روز صالح و بزرگ افراد خاص طور سے امت اسلامیہ کے اشخاص بالخصوص پیغمبر اسلام علی ابن ابیطالبؑ ان کے اہل بیت اطہار آدمؑ کی صلب میں موجود جلوہ گر تھے گویا کہ سب کے سب ان کی پشت میں مکمل نظم و ترتیب کے ساتھ صف آرا تھے، یہ سجدہ بظاہر حضرت آدمؑ کیلئے تھا حقیقت میں خداوند عالم کیلئے تھا اس مقام پر حضرت آدمؑ قبلہ کی مانند تھے کہ لوگ عبادت خدا کے وقت جس کی طرف رخ کرتے ہیں، سجدہ صرف خدا کیلئے ہوتا ہے دوسروں اور مخلوق کیلئے جائز نہیں ہے اور کسی کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ مخلوق خدا کی ایسی شان و جلالت بیان کرے جیسی خدا کی کرنی چاہئے۔

پھر اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس بارے میں ابلیس نے خدا کی مخالفت و معصیت کی چونکہ اس کی مخالفت تکبر و خود ستائی کے سبب تھی لہذا قرب خدا سے نکال دیا گیا اور کافر ہو گیا۔

آدمؑ نے منع شدہ درخت کا پھل کھا کر نافرمانی کی لیکن ان کی نافرمانی غرور و خود پسندی کی وجہ سے نہ تھی اس لئے انھوں نے پشیمان ہو کر توبہ کی، خدا نے توبہ قبول کی اور اپنے لطف و کرم کا مستحق قرار دیا۔

رسول اکرم اور کوہ تبوک کی گھاٹی

اس گفتگو کے بعد رسول نے حکم دیا کہ لوگ کوچ کیلئے تیار ہو جائیں ضمناً کسی کو نڈا کرنے کا حکم دیا کہ ہر ایک رسول کے پیچھے چلے کوئی بھی آنحضرت کے آگے قدم نہ بڑھائے اور نہ پہاڑ کی گھاٹی پر قدم رکھے۔ اس وقت حدیفہ سے کہا تم پہاڑ کے دامن میں بیٹھ جاؤ اور دور سے رسول اکرم سے پہلے پہاڑ کی گھاٹی میں جانے والے اشخاص پر نظر رکھو۔

حدیفہ نے کہا میں ان منافقین سے ڈرتا ہوں جنہوں نے مجھے دیکھا ہے اور میری نیت سے باخبر ہیں کہ مجھے قتل کر دیں، رسول اکرم نے فرمایا! خدا تمہاری حفاظت کرے گا جب تم گھاٹی کے دامن میں پہنچو تو وہاں ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے بیٹھ جانا، منافقین اسی پتھر کے پاس سے گزریں گے۔

حدیفہ یمانی رسول کے امتثال امر کی خاطر گھاٹی کی طرف گئے اور پتھر کے عقب میں بیٹھ گئے اور ان منافقین کو دیکھا جو رسول کے قتل کے ارادہ سے پہلے آ کر اپنے سوء قصد و معاہدہ کے مطابق پہاڑ کے ایک طرف بیٹھ گئے تھے۔

حدیفہ ان منافقین کی آپس کی گفتگو سن کر رسول خدا کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا آنحضرت کے سامنے بیان کر دیا۔

رسول اکرم کی خداوند عالم نے امداد کی اور ان کے مکر و شر سے آپ کی حفاظت کر کے قتل رسول کی سازش کو بے اثر کر دیا، آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے حدیفہ، عمار، دو سلمان آپ کے محافظ تھے جب اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو منافقین نے ایک پتھر اوپر سے گرایا تاکہ آپ کا اونٹ بھڑک جائے اور گھاٹی کی طرف پھینک دے۔

پتھر نیچے گرا لیکن اس کی آواز سے اونٹ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ نے مکمل آرام

و عافیت کے ساتھ پہاڑ کے دزہ کو عبور کیا۔

رسول اللہ نے عمار سے کہا پہاڑ کے اوپر جاؤ اور اپنے عصا سے ان کی سواریوں کے منہ پر مارو تا کہ وہ ان کو اس جگہ سے نیچے پھینک دیں۔

جناب عمار پہاڑ کے اوپر آئے اور ان کے اوپر حملہ کیا جس سے اونٹ بھڑک کر بھاگے اور سب گر گئے جس کے سبب کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پیر ٹوٹا اور سب شدید زخمی ہوئے۔

اسی لئے رسول فرماتے ہیں: دوسروں کی بہ نسبت حدیقہ و علی ابن ابیطالب منافقین کو زیادہ پہچانتے ہیں۔

روز غدیر رسول اکرم کا احتجاج

(ولایت امیر المؤمنین کے بارے میں)

ابو جعفر محمدی عرشی نے ابوعلی حسن ابن شیخ طوسی سے، انھوں نے اپنے آبا و اجداد سے، انھوں نے ایک جماعت سے، انھوں نے ہارون ابن موسیٰ سے، انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ امام محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا زیارت خانہ کعبہ کیلئے آمادہ تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور خدا کی جانب سے سلام پہنچا کر کہا کہ خدا فرماتا ہے: میں نے سابق پیغمبروں میں سے کسی کو بھی اپنی بارگاہ میں واپس نہیں بلا یا نکر تمام حجت کے بعد تمہارے ذمہ دو چیزیں باقی ہیں وہ دونوں لوگوں تک پہنچا دو، ایک حکم حج دوسرے خلافت و ولایت اور عام اعلان کردو اور ہر سفر حج کی استطاعت رکھنے والے کو بلا کر انھیں خانہ خدا کی زیارت کے اعمال و خصوصیت کی تعلیم دو۔

پھر رسول اکرم نے کسی کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو سفر حج کی خبر دے اور مستطیع افراد کو حج کرنے اور اس بڑی عبادت کے ارکان و احکام کے سیکھنے کی دعوت دے۔

اس عمومی دعوت کے بعد مدینہ و اطراف مدینہ کے ستر (۷۰) ہزار لوگ رسول اسلام کے ہمراہ مکہ کی جانب چل پڑے اور سب نے آپ کے اعمال و احکام کی پیروی کی۔

مکہ و مدینہ کے راستوں کو طے کرتے وقت اس مجمع سے عجب اور باشکوہ منظر ظاہر ہو گیا خصوصاً تمام پہاڑ درتہ اور بیابان ان کی آواز لیک کے ہم راز وہم آواز ہو گئے۔

اس جمعیت کی تعداد حضرت موسیٰ ابن عمران کے ان اصحاب کی تعداد کے برابر تھی جن کے سامنے آپ نے حضرت ہارون کو اپنا وصی و خلیفہ معین کیا تھا اور انھوں نے حضرت موسیٰ کی نصیبت میں ان کی بیعت تو زکر سامری اور چھڑنے کی پیروی کی تھی۔

کچھ راستہ طے کیا تھا کہ جبرئیل نازل ہوئے ابلاغ سلام کے بعد کہا کہ آپ کی رسالت کا زمانہ ختم ہونے والا ہے اور دنیاوی و مادی زندگی قریب اختتام ہے آپ اپنا وصی و خلیفہ معین کر کے میراث نبوت و آثار رسالت اس کے حوالہ کر دیجیے اور اپنے چچا زاد بھائی علی ابن ابیطالب کا تعارف کر کے مخصوص علوم و معارف ان کے سپرد کر دیجیے پھر اس جمعیت سے ان کی بیعت و عہد لے لیجئے۔

لوگوں کو جاننا چاہیے کہ زمین و آسمان خدا و ولی خدا سے خالی نہیں رہ سکتی، خدا کی اطاعت اور اس کا اقتدار امر اس کی حجت کی پیروی و اطاعت کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ ولی خدا کی مخالفت اور نافرمانی خود خدا کی مخالفت و نافرمانی ہے جس نے اس کی بیعت شکنی کی، منزلت و فضیلت کا انکار کر لیا اور اس سے دشمنی کی وہ میرے امر و حکم سے سرپیچی کر کے کافر و مشرک ہو گیا اور اپنی جگہ و ذرخ میں بنائی۔

چونکہ آنحضرت اپنی امت خصوصاً منافقین کی طرف سے خوف زدہ تھے اور ان کے کفر و ارتداد سے بھی ڈرتے تھے علی کی نسبت منافقین کے بغض و عداوت باطنی سے بھی باخبر و مطلع تھے جبرئیل کے ذریعہ خدا سے درخواست کی کہ خدا منافقین کے مکرو فریب اور ان کے شر و دشمنی سے ان کی حفاظت کرے۔

رسول اکرم نے اس فریضہ کی ادائیگی میں تاخیر کی یہاں تک مکہ کی واپسی میں مسجد خیف تک جو کہ میدان منیٰ میں ہے پہنچ گئے، وہاں جبرئیل دوبارہ نازل ہوئے اور علی ابن ابیطالب کے متعلق و تعلقہ کی تجدید و تکرار کی۔

پھر بھی آنحضرت نے مناسب نہیں سمجھا اور وہاں سے چل پڑے اور مکہ و مدینہ کے درمیان مقام کراخ النعمیم پہنچے یہاں بھی جبرئیل امین تیسری مرتبہ نازل ہو کر موضوع خلافت کی یاد دہانی کرائی۔

رسول خدا نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے اور علی کے بارے میں میرا باقوں کو قبول نہ کریں گے اور وہاں سے چل کر غدیر خم کے مقام پر پہنچے۔

یہاں جبرئیل دوپہر کے قریب نازل ہو کر آیہ طبع کی تلاوت کی: اے رسول اس امر کو پہنچا دیجئے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا جا چکا ہے اگر آپ

نے یہ نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس مرتبہ رسول اکرم نے حکم پروردگاری کی انجام دہی کا مکمل ارادہ کر لیا اور حکم دیا کہ آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلاؤ اور پیچھے والوں کو آنے دو، تمام لوگوں کو غدیر خم کے میدان (مسجد غدیر) کے نزدیک جمع کیا اور اپنے خطبہ و اپنی تعریف و توصیف کے مقدمات کو فرماہم کیا۔

اس جگہ بہت سے درخت تھے رسول اکرم نے اس کے نیچے صاف کرنے اور ایک منبر بنانے کا حکم دیا پھر منبر کی تہنی بلندی پر گئے کہ سارا مجمع دکھائی پڑا ہاتھ آگے دیکھنے والے سب جمع ہو گئے تو آپ نے پیغام الہی اور اپنے طولانی و شیرین خطبہ کا آغاز کیا۔

غدیر خم میں رسول اکرم کا خطبہ

تمام حمد و ثناء کے لائق وہ پروردگار جو کوئی شریک و نظیر نہیں رکھتا، بے نیاز و اکیلا ہے اس کی سلطنت و حکومت تمام کائنات پر محیط ہے اس کا علم ساری موجودات کو گھیرے ہوئے ہے سب اس کی قدرت و طاقت کے سامنے خاضع و خاشع ہیں، وہی تمام عالم کا محبوب و محمود ہے وہ زمین و آسمان کا خالق اور روح و ملائکہ و جہان کا پروردگار ہے تمام اشیاء اس کے بے انتہا فضل و احسان اور رحمت و مہربانی میں غرق ہیں وہ کریم و حلیم اور ناظر و مہربان ہے وہ گنہگاروں کے عذاب و انتقام میں جلدی نہیں کرتا، بندوں کے اسرار و رموز اس پر پوشیدہ نہیں، لوگوں کے افکار و خیال و نیت اس کے نزدیک ظاہر و روشن ہیں۔ عاجزی و کمزوری اور محتاجی و کمی اس تک نہیں پہنچ سکتی، اس کی کبریائی، ذات و صفات کی حقیقت کی معرفت اور اس کے ادراک سے لوگوں کی عقلیں عاجز و قاصر ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ پروردگار کی بزرگی و پاکیزگی نے طبقات دہر کو گھیر رکھا ہے اس کے مقدس نونے جہان کو گھیر رکھا ہے، خدا وہ ہے جو بغیر کسی شریک و مشا اور اور مددگار کے اپنے احکام امور کو جاری کر رہا ہے وہ پروردگار بغیر تصور نقشہ کشی اور سابقہ تدبیر کے اپنی مشیت کو ایجاد کرتا ہے جسے چاہتا ہے، لباس و جہنما پہناتا ہے، معمولی سی زحمت پر بیشانی بھی کائنات کی خلقت اور اس کے وجود کے بارے میں اسے دکھا نہیں پڑتی، اس کے کام محکم و منظم ہیں، کترین خلل و سستی اور ظلم و جور اس کے اعمال میں نہیں ہوتے، کریم و مہربان خدا ہے سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں اس کی قدرت و عظمت کے سامنے تمام اشیاء سرنگوں ہیں، چاند سورج، فلک و ملک سب کے سب اس کی قدرت کے سامنے مسخر ہیں تخلیق و تکوین کے اوراق و صفحات ہمیشہ اس کے قوت و دست قدرت سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، نتیجہ میں رات و دن فتنہ و غنا، خوشی و غمی، سردی و گرمی اور محتاجی

رنگ ظاہر ہوتے ہیں کوئی بھی مخالف و دشمن اس کی حکومت مطلقہ کے مقابلہ میں خود نمائی و مداخلت نہیں کر سکتا، وہ سنگروں، ظالموں کو ناپود و ذلیل کرتا ہے اور مکار، فریب کار اور منافق کے چہرے کو سیاہ کرتا ہے، ترجمہ آیت: وہ اکیلا و بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے، اس کے برابر کوئی بھی نہیں، خیر اسی کے اختیار میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، بندوں کے سوال و دعوت کو قبول کرتا ہے نیکو کاروں کو توفیق دیتا ہے، ہمیشہ پرہیزگاروں کا محافظ و نگہبان ہے۔ میں ہر حال میں اس کی حمد کرتا ہوں چاہے سرد و غم ہو چاہے عافیت و تکلیف اس پر اور اس کے انبیاء و ملائکہ پر ایمان رکھتا ہوں، ہمیشہ اس کے احکام کا اطاعت گزار اور اس کی قضا و قدر پر راضی ہوں، وہ میرا قوی پروردگار اور میں اس کا ضعیف بندہ ہوں، اس کی رحمت و اطاعت کی جانب سبقت کرنے والا اور اس کے غضب و عذاب سے گریزاں ہوں، میں اعتراف کرتا ہوں کہ کوئی بھی اس کے ارادہ میں مانع و رکاوٹ نہیں ہو سکتا۔

لما بعد: میرے پروردگار کی جانب سے مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ: اے رسول! وہ چیز لوگوں تک پہنچا دو، جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی جا چکی ہے اگر تم نے یہ نہ کیا تو کوئی بھی کار رسالت انجام نہیں دیا خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اے لوگوں! گواہ رہنا کہ خدائی پیغام پہنچانے میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے جان لو کہ اس سفر میں جبرئیل میرے پاس تین دفعہ آئے، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب کے سامنے اس کے پیغام کو پہنچا دوں اور اپنے چچا زاد بھائی علی ابن ابیطالب کو اپنا وصی و خلیفہ معین کر دوں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ میرے بعد علی ابن ابیطالب خلیفہ و امام ہیں، وہ میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ خدا و رسول کے بعد وہی تمہارا مولا و ولی ہے، پھر آیت و ولایت کی تلاوت کی وہ علی ابن ابیطالب ہیں جس نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی وہ ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ ہیں اور اپنے ہر اعمال و امور میں خدا کو نگاہ میں رکھتے ہیں یہ بھی جان لو کہ جب پہلی دفعہ علی ابن ابیطالب کی معرفی کا حکم ہوا تو میں نے جبرئیل سے امر کی معافی چاہی کیونکہ بہت سے لوگوں کو پہنچاتا ہوں جو حقیقت اسلام

وایمان سے دور ہیں اور ابھی ان کے دلوں میں اطمینان و نور ایمان راسخ نہیں ہوا ہے آیت وہ اپنی زبان سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اسے بہت آسان سمجھتے ہیں دراصل اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے

(سورہ فتح، آیت ۱۱) انھیں میں سے کچھ لوگ بہت سی باتیں میرے پیچھے کہتے ہیں میں ان میں سے ہر ایک کا نام بتا سکتا ہوں اور ان کی تفصیل و کمال خصوصیت کا بھی ذکر کر سکتا ہوں، لیکن میرے لئے یہ مناسب و شایعہ نہیں ہے میں ہمیشہ تمہاری عزت و شرافت اور بزرگی و بلندی چاہتا ہوں۔

لیکن خدا نے مجھے بڑی سختی سے فرماتا ہے ﴿وَأَن لَّمْ تَفْعَلْ...﴾، اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا اور اپنے حتمی و ضروری و طیفہ کو انجام نہیں دیا۔

پس جان لو کہ خدا نے علیؑ ابن ابیطالب کو تمہارا ولی و امام بنایا ہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری تمام انصار و مہاجرین، تابعین، حاضر و غائب، عرب و عجم، کوچک و بزرگ اور غلام و آزاد سب پر فرض، واجب کی ہے خدا اپنی رحمت و مغفرت اس کے شامل حال کرے گا جو اس کی منزلت کی تصدیق کرے اور اس کی اطاعت و پیروی کرے خدا کا عذاب اور اس کی لعنت اس شخص کیلئے مخصوص ہے جو علیؑ کی مخالفت و دشمنی کرے اور اسے نہ مان کر دل میں اس سے عداوت رکھے۔

اے گروہ مردم! اس مقام پر تمہارے ساتھ آخری اجتماع اور آخری گفتگو ہو رہی ہے آج میں نے تمام احکام دین اور سب حلال و حرام بیان کر دیا ہے جو کچھ خدا نے مجھے بتایا تھا تمہارے سامنے پیش کر دیا، اس کے بعد اور خدا و احکام دینی کو اپنی زندگی کی ہر مشق بنا لو، اپنے تمام امور میں خدائے جہان کو نظر میں رکھو، جان لو پہلی منزل میں تمہارا ولی اللہ اور دوسری منزل میں اس کا رسول اور میرے بعد علیؑ ابن ابیطالب اور ان کے بعد انھیں کی اولاد پاک و ذریت طاہرہ سے تمہارے اولیاء ہیں۔

یا ایہا الناس: خداوند عالم نے تمام علوم و معارف مجھے عطا فرمائے ہیں اور میں نے وہ سب کچھ علیؑ کو تعلیم کر دیا ہے اس سے ہرگز دور نہ ہونا، اس کی ولایت و دوستی سے دست بردار نہ ہونا وہ تمہیں ہمیشہ دیر

کیجاں ہدایت کرتا ہے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہے باطل راستوں سے منحرف ہو کر ان راستوں سے منع کرتا ہے وہ راہ حق میں دوسروں کی ملامت و مخالفت اور لوگوں کی مذمت سے متاثر و متزلزل نہیں ہوتا، وہ پہلا شخص ہے جو خدائے قادر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اپنی جان پیغمبر خدا اور راہ حق کی خاطر قربان کی، وہ پیغمبر خدا کے ساتھ عبادت پروردگار میں مشغول تھا در انحالیکہ تم میں سے کسی نے بھی اسلام و ایمان کو قبول نہیں کیا تھا۔

ایہا الناس اعلیٰ کو محترم و بزرگ شمار کرو کہ خدانے اسے فضیلت و کرامت عطا کی ہے اسی کی جانب متوجہ رہو کہ خدانے اسے اس منصب کیلئے معین کیا ہے جو بھی اس کی ولایت و منزلت کا منکر ہوا، خدا کی رحمت و مغفرت اس پر نازل نہ ہوگی، اگر تم نے اس کی مخالفت کی گویا تم نے عذاب خدا اور دہکتی ہوئی آگ کو آمادہ کر لیا ہے۔

ایہا الناس اتمام انبیاء و مرسلین گذشتہ نے میری نبوت و رسالت کی خبر دی ہے، میں خاتم انبیاء و مرسلین ہوں، میں تمام اہل آسمان و زمین پر خدا کی حجت ہوں اگر کسی نے بھی میری رسالت میں تردید اور میرے اقوال میں شک کیا تو وہ کافر ہو گیا اور دوزخ کا مستحق بن گیا۔
یہ وہ فضیلت و نعمت ہے خدانے مجھے عطا فرمائی ہے، میں ہمیشہ اس کی حمد و سپاس کرتا ہوں اور اس کے احسان و انعام کا شکر کرتا ہوں۔

ایہا الناس اعلیٰ کو دوسروں پر فضیلت و برتری دو! وہ میرے بعد مردوں و عورتوں کے درمیان افضل و برتر ہیں۔ ہمارے ہی وسیلہ سے نعمت و رحمت خدا کی لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو ہماری رفتار و گفتار کی مخالفت کرے گا۔ یقیناً اس پر پروردگار عالم کی لعنت اور اس کا عذاب و غضب ہوگا، جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے، خدا فرماتا ہے جو بھی علیؑ کی دشمنی و مخالفت کرے وہ ملعون و مفضوب ہے اور میری رحمت سے دور ہے، تم آئندہ کو فراموش نہ کرو اور دوبارہ خطا و غزش کرنے سے بچو۔

آیت کا ترجمہ: ہر شخص کو غور کرنا چاہئے کہ اس نے آخرت کیلئے کیا بھیجا ہے پس خدا کی مخالفت کرنے

میں اسی سے ڈرو کہ ثابت قدمی کے بعد پھر تزلزل نہ پیدا ہو جائے۔

ایہا الناس! علی ابن ابیطالب جب اللہ ہیں اور وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔

﴿ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ﴾

کہیں تم میں سے کوئی یہ نہ کہنے لگے! اہا! افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے قرب خدا کے بارے میں کی ہیں۔ تم اس دن کے بارے میں سوچیے کہ تم واحسرتاہ کہنے لگو، ان کوتاہیوں و زیادتیوں پر جو جب اللہ کے بارے میں تم نے کی ہیں۔

ایہا الناس! قرآن کتاب خدا ہے تم اس کے کلمات و آیات پر خوب غور و فکر، اس کے حقائق و مطالب کو سمجھو، قرآن کے حکمت پر ہمیشہ نظر رکھو، جو آیات و کلمات از لحاظ معنی مشتبه ہیں اور صریح و واضح مفہوم معنی نہیں رکھتے ان کی اتباع نہ کرنا، کوئی شخص بھی قرآن کے حقائق و دقائق کو بیان و روشن نہیں کر سکتا سوائے اس علیؑ کے جو میرا بھائی اور وصی ہے میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو بھی مجھے اپنا مولانا مانتا ہے علیؑ بھی اس کے مولاً ہیں۔

(ایہا الناس) علی ابن ابیطالب اور اس کی اولاد دظاہرہ ثقل اصغر ہیں اور قرآن ثقل اکبر ہے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے مؤید و موافق ہوں گے، ایک دوسرے سے جدا بھی نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔

آگاہ ہو جاؤ! علی اور ان کی اولاد پاک زمین پر خدا کے امین اور صاحبان حکمت ہیں۔

اے لوگو! تم گواہ رہو اور اے زمین و آسمان تم بھی گواہ رہنا کہ میں نے خدا کے حکم و فرمان کو پہنچا دیا، جس پر مامور تھا انجام دیدیا، جو جانتا تھا سب کے کانوں تک پہنچا دیا اور حقیقت کو بھی روشن کر دیا آگاہ ہو جاؤ! خدا کی جانب سے کہہ رہا ہوں کہ سوائے علیؑ ابن ابیطالب کے کوئی بھی منصب خلافت و امارت کے لائق نہیں ہے، میرے بعد کسی کو بھی حق نہیں کہ وہ علیؑ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو لقب امیر المؤمنین سے خطاب کرے، پھر اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر علیؑ کے بازوؤں کو تھاما اور تائب بند کیا کہ علیؑ کے پیر رسول اللہ کے

زانوؤں کے برابر آگئے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! یہ علیؑ ہے، یہ جو میرا بھائی میرا خلیفہ اور میرا وصی ہے، میرے علوم کا مخزن و محافظ ہے، یہ کتاب خدا کی تفسیر پر مسلط اور اس کی جانب دعوت دینے والا ہے ان پر عامل ہے جو پروردگار کی خودشنودی و رضایت کا سبب ہے، وہ دشمنان خدا کا مخالف، معصیت خدا سے روکنے والا، امیر المؤمنین اور مسلمانوں کا امام و پیشوا ہے، پروردگار! تو اسے دوست رکھ، جو علیؑ کو دوست رکھے، اسے دشمن رکھے، جو علیؑ کو دشمن رکھے، اس پر لعنت اس منزلت و فضیلت کا انکار کرے اور اس پر غضب ناک ہو جو اس کے حق کو پامال کرے۔

ایہا الناس! خدا نے اپنی شریعت علیؑ کی امامت کے ذریعہ مکمل کی ہے اگر کوئی اس کی اور اس کی ذریت کی پیروی نہ کرے، یقیناً وہ خسارہ میں رہے گا۔

﴿فاولئك الذين حبطت اعمالهم وفي النار هم خالدون لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون﴾ وہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال حبط و برباد ہو گئے اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، ان سے نہ عذاب کم کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ایہا الناس! اس سے بچو اور ڈرو کہ میرے بعد راہ حق سے مت پھیر لو، میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں، اگر مجھے موت آجائے یا قتل کر دیا جاؤں تو کیا تم اپنے پیچھے پلٹ جاؤ گے؟ جان لو! اگر کوئی اس سے منحرف ہو گیا تو اس سے خدا کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

اے لوگو! میرے بعد تمہارے پیشوا ایسے لوگ بن جائیں گے جو تم کو جنہم کی طرف بلائیں گے قیامت کے دن اور عذاب و مشکلات کے ہنگام وہ تمہاری نصرت و امداد نہیں کر سکتے، میں ان سے بیزاری و دوری کرتا ہوں اور خداوند عالم بھی بیزار ہے وہ لوگ اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے۔

ایہا الناس! میں نے امامت و خلافت، قیامت تک کیلئے اپنی ذریت میں رکھی ہے جو کہنے والی بات تھی میں نے کہہ دی، تم میری باتیں اور وصیتیں دوسروں تک پہنچاؤ، حاضرین و غائبین کو اور ہر باپ اپنے

بیٹوں کو میرا پیغام پہنچا دے، ہوشیار رہنا کہ میری امت کے کچھ منافقین منصب امامت کو ظلم و جور سے غضب کر لیں گے اور اسے حکومت و بادشاہت بنالیں گے، آگاہ ہو جاؤ! غاصبین پر اللہ کی لعنت ہے۔

اے گروہ جن و انس! میں بہت جلد تمہارے اعمال کے حساب و کتاب کی خاطر پہنچ جاؤں گا، اس وقت آگ کے جلتے ہوئے شعلے اور دکتے ہوئے انگارے تمہارے اوپر ڈالے جائیں گے اور مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

اے لوگو! خدا نے تم کو آزاد نہیں چھوڑا ہے کہ جیسے چاہو اور جو چاہو کرو، بلکہ تم میں سے ہر ایک کو منزل امتحان سے گزارا جائے گا تاکہ پاک دل و صالح افراد کو بدکرداروں سے جدا کر دیا جائے جیسا کہ گذشتہ امتوں میں یہ امتحان جاری رہا ہے ﴿و کذا لک یھلک القرئ وھی ظالمة﴾ اسی طرح خدا ظالموں و سنگروں کے شہروں اور آبادیوں کو خراب و برباد کرتا ہے۔

ایہا الناس! علی ابن ابیطالب تم لوگوں کے ولی و امام ہیں، خدا نے ایسا ہی طے کیا ہے اور ایسا ہی وعدہ کیا ہے یقیناً وہ اپنے وعدہ و عہد پر عمل کرے گا جان لو پہلے کے بہت سے اشخاص انبیاء و مرسلین کی مخالفت اور ان سے انحراف کے سبب ہلاک ہوئے تم کو بھی ضلالت و گمراہی سے بچنا چاہئے تم ہمیشہ میری باتوں کو نگاہ میں رکھو۔

ترجمہ: کیا ہم نے امت گذشتہ کے سرکشوں و نافرمانوں کو ہلاک نہیں کیا پھر دوسرے گروہوں کو بھی ان سے ملتی نہیں کیا؟

ہم مجرمین کو ایسے ہی ہلاک کریں گے، وائے ہو قیامت کے روز ان لوگوں پر جو کلمات خدا کی تکذیب کرتے ہیں۔

ایہا الناس! خدا کے بھیجے ہوئے تمام ادا امر و نواہی و احکام میں نے علی ابن ابیطالب کو سکھا دیا ہے پھر تم احکام الہی اور اپنے وظائف دینی کو انھیں سے حاصل کرو، انھیں کی اطاعت و پیردی کرو، اس کی رفتار و گفتار کے خلاف ہرگز نہ چلو، تاکہ سالم و ہدایت یافتہ رہو، تمہارے مختلف راستے اس کے راستے میں مانع نہ

ہوں اور تمہیں متفرق و پراگندہ نہ کر دیں۔

اے لوگو! میں صراطِ مستقیم کا مظہر اور خدا کی راہِ راست ہوں، تم راہِ راست پر گامزن رہنے کے ذمہ دار ہو، جان لو میرے بعد علی ابن ابیطالب صراطِ مستقیم ہیں اور ان کے بعد ان کی صلب سے میرے فرزند وہ جو ایسے امام ہیں جو حق کی جانب راہنمائی کرتے ہیں اور عدالت و حق کے ساتھ استقامت کرتے ہیں، اس مقام پر رسول اکرم نے مکمل سورہ حمد اور ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

﴿اولئک اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون﴾

وہی لوگ اولیاءِ خدا ہیں ان پر نہ خوف ہوتا نہ حزن و غم ﴿الان حزب اللہ ہم الغالبون﴾

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کا ہی گروہ غالب رہے گا ﴿اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم﴾ پھر فرمایا یہ سب آیات میرے اور فرزندوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مخالفین کی مذمت: جان لو کہ میرے فرزندوں کے مخالفین اور دشمن سب کے سب منافق شقی و بد بخت ہیں، شیاطین کے بھائی اور حق و صداقت کے دشمن ہیں۔

ترجمہ: وہ لوگ ایک دوسرے کو فریب دینے کی غرض سے چکنی چکنی باتوں کی سرگوشی کرتے ہیں مومنین میں سے کسی کو بھی نہ پاؤ گے جو خدا اور رسول کے دشمنوں اور مخالفوں کو دوست رکھتا ہو۔

خداوند عالم نے اپنے اولیاء اور دوستوں کے بارے میں فرماتا ہے:

جو لوگ ایمان لائے ان کے ایمان ظلم و ستم اور تجاوز سے آلودہ نہیں ہیں، وہی لوگ مطمئن، سکون اور

ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر خدا مخالفوں اور دشمنوں کے بارے میں فرماتا ہے:

اپنے پروردگار کا انکار کرنے والے کافرین کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور یہ بہت ہی بڑا ٹھکانہ ہے

جب انھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان کی بہت سخت چیخ و پکار لوگ سنیں گے اور جنم جوش مار رہی ہوگی

بلکہ گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی جب کوئی گروہ اس میں ڈالا جائیگا تو دار و فء، جنم پوچھے گا کیا تے

تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا تھا تو وہ کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والے آئے تھے

مگر ہم نے انہیں جھٹلایا تھا۔ (سورہ ملک)

ایہا الناس: بہشت و دوزخ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے مذمت کی ہے اور ہمارے دوست وہ ہیں جن کی خدا نے تعریف و توصیف کی اور وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ اے لوگو! میں ڈرانے والا ہوں میں تم کو خدا کے عذاب و قہر اور آئندہ کے مصائب و شدائد سے ڈراتا ہوں علی ابن ابیطالب ہادی رہیں، وہ سعادت و حقیقت و صراط مستقیم اور میری بتائی ہوئی تمام باتوں کی طرف تمہاری رہبری و راہنمائی کریں گے۔

ایہا الناس! میں پیغمبر ہوں اور علی ابن ابیطالب میرے وصی و خلیفہ ہیں جان لو کہ میرا آخری وصی قائم مہدی ہوگا وہ دین پر مسلط و غالب ہوگا، وہ ظالمین سے انتقام لے گا، وہ تمام ملکوں اور شہروں کو فتح کرے گا، وہ مشرکوں اور دشمنوں کو نیست و نابود کرے گا، اولیاء حق کے خون کا بدلہ لے گا، دین خدا کی مدد کرے گا، حقیقت و معرفت کے وسیع دریا کا آب خوشگوار نوش کرے گا، وہ ہر ایک کو اس کی استعداد و حالت اور اس کے عمل کے مطابق مقام و مرتبہ دے گا، وہ خدا کا تمنا منتخب شدہ شخص ہوگا وہ علوم انبیاء کا وارث اور حقائق کا احاطہ کرنے والا ہے، وہ خدا کے صفات جلال و جمال کی تہر دے گا، وہ مراتب ایمان حقائق و عقاید کی اطلاع دینے والا ہے، وہ رائے و عمل میں کامل و مضبوط رشد و ہدایت کا مالک ہے، دین خدا کے تمام امور اسی کے تفویض ہیں، انبیاء گذشتہ نے اس کے وجود کی بشارت دی ہے، وہ خدا کی باقی حجت ہے اس کے بعد کوئی حجت خدا نہیں، اس کے علاوہ کوئی حق نہیں، اس کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، وہی غالب و منصور ہوگا، وہ مقہور نہ ہوگا، وہ زمین پر خدا کا ولی ہے وہی بندوں کے درمیان خدا کی طرف سے حاکم ہے وہ اسرار و رموز اور ظواہر کے بارے میں خدا کا امین ہے۔

ایہا الناس! جو کچھ ضروری تھا وہ میں نے تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے اور میرے بعد تمہاری ضرورت و احتیاج کی باتیں علی ابن ابیطالب بیان کریں گے، میرے خطبہ کے اختتام پر تم سب کے سب علی کے ہاتھ پر بیعت کرو، اگر کسی نے بھی عہد و پیمان اور بیعت شکنی کی تو گویا اس نے اپنا نقصان کیا۔

اے لوگو! خدا فرماتا ہے: صفا و مردہ شعائر اللہ ہیں جو بھی خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے چاہئے کہ صفا و مردہ کے درمیان سعی و ہرولہ کرے۔

ایہا الناس! تم حج بیت اللہ انجام دو، جان لو کہ جو بھی خانہ خدا کی زیارت سے مشرف ہوا وہ اور اس کا خاندان مستغنی و بے نیاز ہو گیا اور جس نے استطاعت کے باوجود اس عظیم عبادت کی مخالفت کی وہ اور اس کے اہل و عیال فقیر محتاج ہو گئے۔

اے لوگو! کوئی کسی موقف و مقام حج میں توقف نہیں کرتا مگر خداوند متعال اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور جب ان کا حج مکمل ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کی دوبارہ ابتدا ہوتی ہے اس راہ عمل کے درمیان حجاج کی مدد کی جاتی ہے اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے انھیں عطا کر دیا جاتا ہے تمام مراسم دینی اور شرائط لازمی کے ساتھ حج بجلاؤ، اس راہ میں خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو بغیر توبہ خالص اور خواہشات و شہوات دنیوی کے قلع و قمع کئے ہوئے خانہ خدا سے واپس نہ ہو۔

ایہا الناس! نماز قائم کرو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے چھوٹے مسائل و وظائف میں بھی علی بن ابیطالب کی طرف رجوع کرو، ان سے پوچھ کر یاد رکھو۔

جان لو! آج تک جو کچھ حلال و حرام اور آداب و وظائف دینی میں نے بیان کئے ہیں ہمیشہ برقرار و ثابت رہیں گے میں نے ان میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں کی ہے، ضروری ہے کہ تم ان کی حفاظت کرو، ان کی رعایت میں اور ان کے بجالانے میں کوشاں رہو اور ایک دوسرے کو ان کی سفارش اور وصیت کرو، میں تم کو پھر قیام نماز، ادا زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی ازمنکر کی وصیت کرتا ہوں، امر بالمعروف و نہی ازمنکر کے حکم کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ میری باتوں کو ذہن میں رکھو اور میری وصیت کی رعایت کرو، اسے دوسروں تک پہنچاؤ اور میرے احکام کی مخالفت سے پرہیز کرو۔

ہاں امر بالمعروف و نہی ازمنکر کے بارے میں تمہارا بیخبر اتنا ہی ہے نہ کہ حقیقی امر و نہی کرنا کیونکہ حقیقی امر و نہی امام کا وظیفہ ہے اور دوسروں کا وظیفہ صرف اس کا پہنچانا ہے اور اس کی یاد دہانی کرانا، میں تمہیں

تقویٰ و پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں پس تم روز جزا قیامت سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہوگا، موت، قبر، حساب، میزان، ثواب و عقاب اور خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے موقعوں کو یاد کرتے رہو، جو کچھ عمل خیر کرو گے اس کا ثواب و عقاب درک کرو گے اور برائی کرو گے تو جنت کا کچھ حصہ بھی نہ پاؤ گے۔

اے لوگو! علی ابن ابیطالب کے بعد تمہارے اولیاء اہل بیت کے فرزند ہیں، وہ سب میرے اولیاء ہیں قرآن میں ارشاد ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں ان لوگوں کو کلمہ باقیہ قرار دیا ہے۔ میں نے متعدد بار حدیث ثقلین بیان کیا کہ: میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

ایہذا الناس! تمہاری اکثریت نے میری بیعت کی ہے لیکن میں خدا کی جانب سے مامور ہوں کہ علی ابن ابیطالب کے بارے میں تم سے زبانی اقرار لے لوں، تم سب بلند آواز سے اعتراف کرو کہ تم نے میری آواز سنی اور میری باتوں سے راضی ہو اور میری وصیتوں پر عمل کرو گے، علی کی جانشینی، ولایت کے بارے میں ہاتھ زبان اور قلب سے بیعت کرو، اس آسمانی عہد و پیمانہ کو قبول کرو، عزم مصمم کر لو کہ اپنے عہد و پیمانہ پر باقی و پابند رہو گے۔

اے لوگو! خداوند عالم تمام علوم ظاہر و باطن کا عالم ہے اور ان پر محیط بھی ہے، وہ تمام مخلوق کی آواز کو سنتا ہے اور دلوں کی نیقوں اور دوسوسوں سے آگاہ ہے پس جس نے ہدایت پائی اس کا نفع اسی کیلئے ہے اور جو گمراہ ہوا وہ راہ حق و حقیقت سے خود منحرف ہوا، جس نے علی کی بیعت کی اس نے گویا پروردگار سے بیعت کی خدا کے دست قدرت تمام دست و قدرت سے بالاتر ہیں۔

ایہذا الناس! میرے بعد تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ اور علی ابن ابیطالب کی پیروی کرو، میرے اہل بیت جو فرزندان علی ہیں انکے ساتھ نیکی و محبت کا برتاؤ کرو، جان و دل سے کہو:

﴿الحمد لله الذي هدانا لهذا﴾ اس خدا کی حمد ہے جس نے ہمیں اس نعمت بزرگ اور اس معرفت

عظیم کی طرف ہدایت کی اور ہم بغیر توفیق و ہدایت خدا کے ہرگز یہ سعادت نہیں حاصل کر سکتے تھے، اگر تم اور زمین کے لوگ تمام کافر ہو جائیں تو بھی خدا کا معمولی سا ضرر و نقصان نہیں ہے خدا یا مومنین کو بخش دے اور کافرین پر اپنا غضب نازل کر۔

اے لوگو! حکم خدا کی اطاعت کرو اور ولایت علی ابن ابی طالب کو قبول کرو، اسے لفظ امیر المومنین سے بلاؤ اور اس سے بعنوان خلیفہ بیعت کرو۔

اس وقت لوگوں نے کہا ہم اطاعت کریں گے دستور پروردگار کو قبول کریں گے اور حکم رسول کو بجالائیں گے پھر لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت علی کی طرف بڑھے، ان سے مصافحہ کیا اور تبریک کہہ کر ان سے بیعت کی سب سے پہلے ابوکر و عمر اور تیسرے، چوتھے اور پانچویں، ان کے بعد دوسروں نے بالترتیب علی ابن ابیطالب کی بیعت کی، اس دن کا بیعت دیر تک چلتا رہا نماز مغرب و عشاء ایک ہی جگہ ایک ساتھ پڑھی گئی یہاں تک ایک تہائی رات گذر گئی۔

رسول خدا خود بیعت کی نگہداری کر رہے تھے اور جو گروہ و طائفہ بیعت کرتا وہ کہتا جاتا اس خدا کی حمد ہے جس نے ہم کو تمام جہان پر فضیلت و برتری دی ہے۔

امام صادق سے روایت ہے: جب رسول اکرم نے اپنا خطبہ تمام کیا تو لوگوں کے درمیان ایک خوبصورت و خوشبودار شخص دکھائی پڑا جو کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم آج تک میں محمد عربی کو نہیں دیکھا کہ انھوں نے اپنے پیچازاد بھائی علی کی اس انداز سے تعارف و تعریف کی ہو اور ان کی ولایت و وصایت کیلئے اتنا اصرار اور اتنی تاکید کی ہو، اس کے بعد کوئی بھی اس عہد و پیمان اور اس نظریہ اور وصیت کی مخالفت نہیں کر سکتا مگر یہ کہ خدا و رسول کی دشمنی و مخالفت پر کربا نندہ لے، وائے ہواں شخص پر جو ایسا کرے اور اس راہ تاریک و خطرناک کی طرف قدم اٹھائے۔

عمر اس کی باتوں کو سن رہے تھے اور حیران و پریشان تھے اس کے بعد خدمت رسول میں حاضر ہو کر بیان کیا تو رسول نے فرمایا جبرئیل امین تھے جو میرے حکم کی تاکید اور اسے مضبوط و محکم کرنے کیلئے اس صورت میں آئے تھے۔

رسول اکرمؐ کے جانشینوں کا تعین

(لوح حضرت فاطمہ زہراؑ)

ابوبصیر نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے ایک دن میرے بابا (امام نجم) نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر! مجھے تم سے ایک حاجت ہے، چاہتا ہوں کہ فرصت کے وقت تنہائی میں تم سے گفتگو کروں اور ایک سوال کروں۔

جابر نے عرض کیا مولاً جو وقت آپ مقرر کریں میں با افتخار حاضر ہوں۔

پس امام ایک دن جابر کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ ہماری جدہ ماجدہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی لوح تحریر کے بارے میں مجھ سے تفصیل سے بیان کرو اور جیسا تم نے دیکھا ہے دیا ہی کہو؟

جابر انصاری کہتے ہیں: میں خدا کو شاہد و گواہ بنا تا ہوں کہ ایک روز میں ولادت حسین ابن علیؑ کی تبریک و تہنیت کی خاطر حضرت زہراؑ کے گھر گیا اور تبریک کیلئے بیٹھا۔

اس وقت ان کے دست مبارک میں زمرہ کے مثل ایک تختی دیکھی جس کی تحریر نور آفتاب کی مانند چمک رہی تھی۔

میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ تختی کیسی ہے؟

حضرت زہراؑ نے فرمایا: یہ وہ لوح ہے جو پروردگار کی جانب سے میرے بابا رسول اللہؐ کو ہدیہ کی گئی ہے اس میں میرے بابا کا نام میرے شوہر علیؑ کا نام میرے بیٹوں کے نام اور میری اولاد میں سے پیغمبر اکرمؐ کے جانشینوں کے اسماء کو تحریر و ثبت کیا گیا ہے میرے بابا نے یہ تختی میری خوشی و مسرت کی خاطر مجھے بخشا ہے۔

جابر نے کہا کہ حضرت زہراؑ نے وہ لوح میرے ہاتھ میں دیدی، میں نے اسے پڑھا اور اپنے لئے

ایک نسخہ لکھ لیا۔

امام نے فرمایا: کیا مجھے وہ نسخہ دکھا سکتے ہو، جاہر نے کہا ضرور۔

پس امام جاہر کے ساتھ ان کے گھر روانہ ہوئے اور جاہر ان کے گھر میں بیٹھے، جاہر نے اس لوح کا نسخہ حاضر کیا، امام نے بھی نازک کھال کا ایک صحنہ نکالا اور اس کو پڑھا کہ معمولی سا بھی اختلاف ایک دوسرے میں موجود نہ تھا۔

جاہر نے کہا خدا کو گواہ بنانا ہوں کہ سختی کی تحریر یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ ایک نوشتہ خداے عزیز و عظیم کی جانب سے اس کے رسول کیلئے ہے جو اس کا سفیر و نور اور انما ہے، یہ نوشتہ روح الامین جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوا ہے۔

اے میرے رسول میرے نام کا احترام کرو، میری نعمتوں کے مقابل پاس گزار ہو اور میری رحمتوں سے غفلت نہ کرو میں جہان کا خالق اور پروردگار قادر ہوں کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے قاتلوں کی گردنوں کو توڑنے والا اور ظالموں کو ذلیل و خوار کرنے والا ہوں، قیامت کے دن لوگوں کو سزا دوں گا۔

میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، جو بھی میرے علاوہ کسی سے رحمت کی امید اور افضل و احسان کی توقع رکھے گا، یا جو دوسرے کے عذاب و گرفتاری سے خائف ہوگا اسے سخت عذاب اور شدید مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ وہ جس کا سابقہ نہ رکھتا ہوگا۔

پس تم صرف میری بندگی و عبادت کرو، اپنے امور مجھ پر چھوڑو، اور اپنے کاموں میں مجھے اپنا وکیل بناؤ، متوجہ نہ ہو کہ میں نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا مگر اس کی ماموریت کے اختتام پر اس کا خلیفہ و جانشین مقرر کیا، میں نے تم کو دوسرے پیغمبروں پر فضیلت دی ہے اور تمہارے اوصیاء کو دوسروں کے اوصیاء پر بلندی عطا کی ہے اور پھر تمہارے دونوں سے علی کے بیٹے حسن و حسین کے ذریعہ برتری و ذوقیت عنایت کی ہے۔

پس حسن ابن علی کو ان کے پدربزرگوار کے بعد اپنے عظم کا معدن و مخزن قرار دیا ہے ان کے بعد حسین

ابن علی کو بھی اپنے امور و رموز کا خازن بنایا اور شہادت کے مرتبہ کے سبب انھیں عظمت و بزرگی دی ہے، سعادت و کامیابی پر اتمام کی توفیق اسی سے ہے۔

حسین ابن علی افضل شہداء اور راہ خدا کے بزرگترین مجاہد ہیں میں نے اپنا کلمہ تادمہ و اپنی حجت کاملہ اسی کے پاس قرار دی ہے اور اسی کی عزت طاہرہ کی محبت کے وسیلہ سے لوگوں کو ثواب دیتا ہوں اور انھیں کی بغض و عداوت کے سبب عقاب کروں گا اور اپنی رحمت سے بھی دور کروں گا۔

سب سے پہلا شخص جو اس کی اولاد سے منتخب ہوگا وہ علی ابن الحسین عابدین و اولیاء کی زینت ہوگا ان کے بعد ان کا بیٹا محمد باقر ہوگا جو اپنے جد رسول اللہ کے مشابہ و علوم و حقائق کا شگفتہ کرنے والا اور معدن اسرار و حکمت ہے۔

اس کے بعد ان کا بیٹا جعفر صادقؑ ہے جس کی تردید موجب ہلاکت ہے اور اس کی مخالفت پروردگار کی مخالفت و دشمنی ہے میں نے اس کے رتبہ کو بلند کیا ہے اور اسے اس کے پیر و کاروں اور اتباع کرنے والوں کے درمیان بزرگ و سرور کروں گا اس کے بعد لوگوں کے درمیان موسیٰ بن جعفر کا انتخاب کروں گا جس کے بعد سخت مصیبت شدید فتنہ تاریکی دنیا کو گھیر لے گی لیکن رشتہ حقیقت منقطع نہیں ہوگا اور حجت خدا لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہوگی خدا کے اولیاء و دوست نہایت صبر و استقامت سے اپنے وظائف کو انجام دیتے ہیں جب بھی کسی نے میرے اولیاء کا انکار کیا اور ان کے خلاف راستہ چلا تو گویا اس نے میرا اور میری نعمتوں کا انکار کیا ہے اگر کسی نے قرآن مجید کی کسی آیت کو تبدیل کیا تو اس نے پروردگار عالم پر افتراء پر دازی کا راہ حق سے انحراف کرنے والوں اور حق پر پردہ ڈالنے والوں کیلئے عذاب ہے اور میرے بندے اور میرے حبیب کے لیام حیات ختم ہونے پر جو لوگ انکار و افتراء و بہمت کا آغاز کریں ان کیلئے بھی دہل اور عذاب خدا ہے۔ جان لو کہ جو بھی میرے آٹھویں ولی علی ابن موسیٰ الرضا کا منکر ہو وہ ایسے ہی ہے کہ میرے تمام اولیاء کا مخالف و دشمن ہوا کیونکہ وہ میرا ولی و ناصر ہے نبوت کے بوجھ کو اس کے کاندھے پر رکھوں گا، جو شخص خود پسندی کا شیطان ہے وہ اسے قتل کرے گا اور میرے ایک صالح بندہ کے بسائے ہوئے شہر میں بدتر

شخص کے پہلو میں دفن ہوگا اس کے جانشین و فرزند محمد بن علی تقی کو اس کی نکلنی چشم قرار دوں گا، وہ اپنے پدربزرگوار کے علوم کا وارث ہوگا، وہ معدن علم، و میرا مقام اسرار اور مخلوق میں محبت خدا ہوگا، جو اس پر ایمان لائے گا اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا اور وہ اپنے خاندان کے ستر اہل دوزخ افراد کی شفاعت کرے گا وہ آخری وقت میں اپنے بیٹے علی بن محمد کے ذریعہ نیک بخت و سعادت مند ہوگا، یہ میرا ولی و ناصر، امین وحی اور میری مخلوق پر گواہ ہوگا، اس سے ایک بیٹا بنام حسن بن علی عسکری پیدا ہوگا جو خازن علوم اور راہ خدا کی طرف دعوت دینے والا ہوگا۔

پھر دین خدا اس کے بیٹے حجت حق محمد ابن الحسن کے ذریعہ مکمل ہوگا، وہ تمام دنیا کیلئے رحمت ہوگا اس کے ساتھ کمال موسیٰ، نورانیت عیسیٰ و صبر ایوب ہوگا، وہ اولیاء خدا کے سید و سردار ہیں، اس کے ایام نبیت میں اولیاء خدا و دوستان پروردگار زلیل و خوار ہوں گے، ان کے سروں کو ایک دوسرے کے پاس بطور ہدیہ و تحفہ ارسال کریں گے گویا وہ لوگ کافر و ستمگر ہیں ان کو قتل کریں گے جلائیں گے وہ لوگ ہمیشہ دشمنوں کے شر و آزار سے مرعوب و خوف زدہ رہیں گے، زمین ان کے خون سے رنگین ہو جائے گی ان کے خاندانوں سے نالہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوں گی وہی لوگ حقیقت میں میرے اولیاء ہیں میں انہیں کے سبب ہر طرح کے بہت سخت فتنہ و فساد اور عذاب شدید کو برطرف کروں گا، ان لوگوں پر پروردگار کی رحمت اور اس کا درود ہو۔

ابو بصیر نے کہا، اگر تم تمام زندگی میں صرف اسی ایک حدیث کو یاد کرو اور سمجھ لو تو تمہارے واسطے کافی ہے، ہاں اسے دقت و تدبر سے محفوظ کر لو اور بے استعداد اشخاص سے بچائے رکھو۔

رسول اکرم کے بعد بارہ خلیفہ

علی ابن حمزہ نے امام صادق سے انھوں نے اپنے آباء و اجداد رسول اکرم سے ان سے جبرئیل نے اور خدا نے جبرئیل سے فرمایا: جو ماننا و جاننا ہے کہ صرف میں خدا ہوں، محمد ابن عبد اللہ میرے بندہ اور رسول ہیں علی ابن ابیطالب مخلوق میں میرے خلیفہ ہیں اور ان کے فرزندوں میں سے دوسرے ائمہ میری حجت ہیں میں اسے اپنی رحمت کے سبب جنت میں داخل کروں گا اور اپنی بخشش کی وجہ سے دوزخ سے نجات دوں گا اور میں اسے اپنا ہمسایہ قرار دے کر اس کیلئے اپنی نعمت و کرامت کو لازم و ضروری قرار دوں گا اسے اپنا خاص بندہ بنا کر اس کی دعوت و درخواست کو قبولیت عطا کروں گا جب بھی وہ ساکت ہوگا کلام کی ابتدا میں کروں گا اگر وہ برائی کرے گا تب بھی میں اس پر رحم کروں گا اگر وہ مجھ سے فرار کرے گا میں اسے اپنی طرف بلاؤں گا جب وہ میری طرف آئے گا میں اس کا استقبال کروں گا اگر دخول کی اجازت چاہے گا تو اس کیلئے دروازہ کھول دوں گا، جس نے میری وحدانیت کی گواہی نہیں دی یا میرے بندہ محمد بن عبد اللہ کی نبوت و رسالت کی گواہی نہیں دی یا علی ابن ابیطالب کی ولایت و خلافت کا اقرار نہیں کیا یا ان کے پیارے فرزند میرے اولیاء و میری حجت کو تسلیم نہیں کیا تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت و جلالت کو چھوٹا کر کم شمار کیا اور میری آسمانی کتابوں کی آیات کا انکار کیا ہے۔

ایسا شخص اگر میری طرف آئے تو میں اس کے سامنے پردہ ڈال دوں گا، اگر مجھ سے کچھ سوال کرے تو اسے محروم کر دوں گا، اگر آواز دے اس کی آواز نہیں سنوں گا، اگر مجھ سے حاجت طلب کرے اس کو قبول نہیں کروں گا، اگر مجھ سے امید رکھے اسے ناامید و محروم کر دوں گا، یہ اس کے اعمال کے بدلے کے سبب ہوگا، میں چھوٹا سا بھی ظلم اپنے بندوں پر روا نہیں رکھتا۔

اس کے بعد جابر ابن عبد اللہ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! علی کی اولاد میں سے کون

کون امام دہ پیشوا ہوں گے؟

رسول اللہ نے فرمایا: پہلے اور دوسرے اہل جنت کے سردار حسن و حسین ہیں، تیسرے اپنے زمانہ کے عابدین کے سردار علی ابن الحسین ہیں، چوتھے باقر علوم محمد بن علی ہیں، اے جابر! تم ان کا زمانہ پاؤ گے، انھیں میرا اسلام پہنچا دینا، پانچویں جعفر بن محمد صادق ہیں، چھٹیں کاظم موسیٰ بن جعفر ہیں، ساتویں رضا علی ابن موسیٰ ہیں، آٹھویں تقی محمد بن علی ہیں، نویں نقی علی بن محمد ہیں، دسویں زکی حسن بن علی ہیں، گیارہویں ان کے بیٹے مہدی قائم بالحق صاحب زمان محمد بن حسن ہیں، جو زمین کے ظلم و جور سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے پر کر دیں گے۔

اے جابر! یہ گیارہ افراد میرے خلفاء و اوصیاء اور میری عزت و میرے فرزند ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی گویا اس نے میری اطاعت کی جس نے ان کی مخالفت کی گویا اس نے میری مخالفت کی جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا، خداوند عالم نے اولیاء حق نے ان اولیاء حق کے سب آسمانوں کو سقوط کرنے سے روک رکھا ہے اور زمین کی اس کے حرکت و لغزش سے حفاظت کرتا ہے۔

اوصیاء رسول اکرمؐ

پیغمبر اسلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی! تمہیں دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص کہ ولادت پاک و طاہر ہو، تجھے دشمن نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جس کی ولادت میں خباثت و عیب ہو، تم سے محبت و مودت نہیں کر سکتا مگر وہ شخص جس کا ایمان محکم مضبوط ہو، تم سے بغض و کینہ نہیں رکھے گا مگر وہ جس کا ایمان کمزور و ضعیف ہو، عبد اللہ ابن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! غیبیت ولادت اور کفر کی علامت کو اس زمانہ میں ہم نے سمجھ لیا، اپنے زمانہ کے بعد کی عیب ولادت اور کمزور ایمان کی نشانیوں کو بھی بیان فرمائیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایمان کو ظاہر کرے اور قلب کے راز کو چھپائے رکھے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے فرزند مسعود! علی ابن ابیطالب میرے بعد تمہارے امام اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں ان کے بعد میرے دونوں فرزند حسن و حسین تمہارے امام اور میرے خلیفہ ہوں گے، اس کے بعد حسین کے فرزندوں میں سے نوافراد کیے بعد دیگرے تمہارے امام اور میرے خلیفہ ہوں گے، ان کا نواں میری امت کا مہدی و قائم ہے جو کہ دنیا کو ظلم و جور سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے پر کر دے گا۔

ان کو دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جس کی ولادت پاک و پاکیزہ ہوگی، ان سے دشمنی نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو ولادت کے اعتبار سے ناپاک و غیبیت ہوگا، ان سے محبت کرنے والے خدا و رسول پر مکمل ایمان رکھتے ہوں گے، ان کی مخالفت کرنے والے ناقص الایمان، ضعیف الایمان اور منافق ہو گے جس نے بھی ان میں سے کسی کا انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا ہے جس نے میرا انکار کیا وہ خدا کا منکر ہوا کیونکہ ان کی اطاعت و عزت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت پروردگار کی اطاعت ہے ان کی معصیت و مخالفت میری مخالفت ہے اور میری مخالفت خدا کی مخالفت و معصیت ہے۔

اے ابن مسعود! خدا نخواستہ میری باتوں میں شک و تردید نہ کرنا کہ تمہارے کفر کا سبب بن جائے، پروردگار کی عزت کی قسم میں نے اپنی گفتگو میں کوئی تکلیف و زبردستی نہیں کی ہے کسی طرح کے ہوئی وہ جس سے بات نہیں کی ہے، پھر اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا پروردگار! تو انھیں دوست رکھ جو میرے خلفاء اور میری امت کے پیشواؤں کو دوست رکھے اور انھیں دشمن رکھ۔ میرے خلفاء سے عداوت رکھے، ان کی مدد کرنے والوں کی مدد فرما، ان کو چھوڑ دینے والوں پر اپنا قہر و عذاب نازل فرما، ان میں سے ایک کے وجود سے زمین کو خالی نہ رکھ جو لوگوں کے درمیان تیری حجت اور قائم ہوتا کہ نادان و جاہل افراد کیلئے کوئی عذر و بہانہ نہ رہ جائے۔

ہاں میرے خلفاء حجت خدا، دین خدا کیلئے دلیل ہیں، چاہے لوگوں کے درمیان ظاہر و مشہور ہوں چاہے پوشیدہ و غائب۔

اے ابن مسعود! اس وقت میں نے تمہیں سعادت و خوش بختی کے راستے بتادیئے ہیں اگر تم راستہ پر چلو تو سعادت مند و کامیاب ہو ورنہ خود کو ہلاکت میں ڈالو گے۔

خلافت کے بارے میں احتجاج

(رسول اسلام اور لشکرِ اُسامہ)

ابو الفضل محمد بن عبداللہ شیبانی نے موثق لوگوں سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرمؐ کا مرض بڑھا اور نمازِ جماعت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے تو آپ نے اپنی ساری طاقت جمع کی اور فضل ابن عباس اور اپنے غلام ثوبان کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھا کر گھر واپس ہوئے اور اپنے غلام سے کہا میری عیادت کیلئے کوئی بھی انصار آئے، منع نہ کرنا۔ رسول اکرمؐ شدتِ مرض سے بے ہوش تھے اور گھر والے اطراف میں جمع تھے اس وقت کچھ انصار دیدار کی خاطر آئے اور آپ کے غلام سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ غلام نے کہا رسول اللہ کی حالت اچھی نہیں ہے آپ پر بیہوشی طاری ہے اور اہل خانہ اطراف میں موجود ہیں، انصار بے حد خرد و متنازع ہو کر رونے لگے ان کے گریہ کی آواز آپ کے گوشِ مبارک تک پہنچی، فرمایا میرے خاندان کے مردوں میں سے گھر میں کوئی موجود ہے؟

لوگوں نے کہا ہاں علی ابن ابیطالب اور حضرت عباس حاضر ہیں اس وقت آپ ان دونوں پر تکیہ کے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کے درختِ خرما کے ایک ستون سے پٹیلہ لگا کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: اے لوگو! گذشتہ پیغمبروں میں سے کوئی بھی پیغمبر اس جہان باقی کی جانب منتقل نہیں ہوا، مگر اس نے اپنے بعد کیلئے اپنی امت میں کچھ اپنا اثر ضرور چھوڑا ہے اور میں بھی تمہارے درمیان دو گر انقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک کتابِ خدا قرآن، دوسرے میرے اہل بیت جس نے بھی انھیں ضائع کیا، خدا بھی اسے ضائع و برباد کرے گا، اے لوگو! اس لو کہ گروہ انصار میرے اہل و عیال کی طرح ہیں اور میں ان کی محبت و نصرت اور مدد کے سایہ میں رہا ہوں، میں تم کو تقویٰ و پرہیزگاری، انصار کے ساتھ نیکی کرنے ان کی امداد کرنے، نیکو کاروں سے محبت کرنے، ان کی عزت کرنے اور ان کے بدکاروں کو چھوڑ دینے کی وصیت کرتا ہوں۔

لشکر اسامہ اور وفات پیغمبرؐ

پھر اسامہ ابن زید کو اپنے پاس بلا کر کہا تمہارا وظیفہ یہ ہے کہ جیسا میں نے تم کو حکم دیا ہے ویسا عمل کرو، خدا کی امداد و حفاظت میں اور ان لوگوں کے ہمراہ جنہیں میں نے تمہارے پرچم اور تمہاری امارت و سرداری کے تحت قرار دیا ہے، اپنی منزل (موت) کی طرف کوچ کرو۔

اسامہ نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو چند دن توقف کروں، یہاں تک خدائے تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عنایت کرے کیونکہ اگر آپ کی بیماری و کمزوری میں مدینہ سے باہر جاؤں تو مسلسل افسردہ و مضطرب ہی رہوں گا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے اسامہ اپنی ماموریت کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کرو اور جتنی جلدی ممکن ہو منزل کی جانب حرکت کرو، اب جہاد سے بیٹھ رہنا ہر صورت میں ناپسند ہے۔

اس وقت اسامہ باعزم مہم سفر جہاد کیلئے آمادہ ہو گئے اور سامان سفر باندھ لیا، اس وقت کچھ اصحاب نے اسامہ کے اس عمل پر لعن و طعن کی جب رسول اکرمؐ کو لوگوں کی ملامت کا علم ہوا تو فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تم نے عمل اسامہ کی ملامت کی ہے جیسا کہ اس کے باپ کیلئے تم نے کہا تھا لیکن جان لو کہ اسامہ ہر لحاظ میں سرداری و علمداری کے لائق ہیں جیسے ان کے باپ امارت لشکر کے سردار تھے۔

وہ اور اس کے باپ میرے محبوب ترین لوگوں میں ہیں لہذا تم کو اسامہ کے بارے میں وصیت اور سفارش کرتا ہوں، پھر رسول اکرمؐ گھر میں واپس ہوئے اور اسامہ مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور شہر سے ایک فرسخ دور چھاؤنی بنائی اس وقت پیغمبرؐ کے منادی نے ندا دی کہ اُسامہ کے لشکر کی کوئی بھی مخالفت نہ کرے اور مدینہ میں کوئی بھی بیٹھ نہ رہے۔

پس لوگ آپ کے حکم شدید کے بعد گروہ درگروہ لشکر اسامہ کی طرف چل پڑے، خصوصاً ابو بکر و عمر اور

ابو سعیدہ جراح شہر سے نکلے اور باہم صاف و نرم زمین دیکھ کر اترے اور لشکر اسامہ سے شامل ہو گئے اسی وقت پیغمبر اسلام کے مرض میں شدت ہوئی اور مدینہ میں رہ جانے والے لوگ آنحضرت کی عیادت کی خاطر آپ کے پاس پہنچے، چونکہ سعد ابن عبادہ بھی مریض تھے کچھ نے ان کی بھی عیادت کی۔

آہستہ آہستہ مرض پیغمبر زیادہ ہوتا گیا اور اسامہ کے نکلنے کے بعد دو شنبہ کے دن ظہر کے وقت آنحضرت اس جہان سے پروردگار کی بارگاہ میں انتقال کر گئے لشکر اسامہ منتشر ہو گیا اور مدینہ واپس آ گیا۔

تشکیل سقیفہ اور انتخاب

رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد ابو بکر اپنے اونٹ پر سوار مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے تم پریشان و مضطرب کیوں ہو، اگر محمدؐ اُس دنیا میں نہیں ہیں تو کیا ان کا خدا زندہ وہابی نہیں؟ گذشتہ پیغمبروں کی مانند محمدؐ بھی ایک رسولؐ ہیں، اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم راہ خدا کو چھوڑ دو گے؟ اگر کوئی راہ حق سے منہ پھیر لے تو خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس کے بعد کچھ انصار سعد ابن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور انھیں سقیفہ میں لائے۔ جیسے ہی عمر کو اس کی خبر لگی ابو بکر سے گفتگو کی اور دونوں دوڑتے ہوئے سقیفہ میں آ گئے۔ ابو عبیدہ جراح بھی راستہ ہی میں ان کے ہمراہ ہوئے۔

وہاں پر ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھا تھی اور سعد ابن عبادہ بیماری کے سبب ایک طرف بستر پر تھے اور لوگ خلافت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ادھر انتخاب خلیفہ پر بھی ایک دوسرے سے اختلاف و نزاع چورہا تھا۔ ابو بکر نے بات شروع کی، آخر میں کہا میں ابو عبیدہ و عمر بن خطاب کو اس کا اہل سمجھتا ہوں انھیں دو افراد میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ میں بھی ان سے راضی ہوں۔

ان دونوں نے کہا ہم آپ پر سبقت نہیں کر سکتے، آپ ہر اعتبار سے ہم پر مقدم ہیں آپ ہم سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے اور رسولؐ کے یارِ غار ہوئے اور مقام خلافت میں آپ کو اولیت ہے۔

پھر انصار نے کہا ہمیں اس سے ڈرنا چاہئے کہ ہمارے اور تمہارے علاوہ کوئی اس منصب کو حاصل کر لے اور ہمارے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ رہے بہتر یہ ہے کہ باہم بیٹھ کر انصار و مہاجرین میں سے ایک ایک فرد کو اس عہدہ کیلئے معین کر دیں تاکہ دونوں مل کر امر خلافت کو چلائیں جب کوئی ایک مرجائے تو اسی گروہ سے دوسرے شخص کو منتخب کر لیا جائے۔ ابو بکر کھڑے ہوئے اور آغاز کلام میں مہاجرین کے فضائل

اور ان کی برتری بیان کی پھر کہا اے جماعت انصار! تمہاری فضیلت و برتری سے انکار نہیں ہو سکتا، آپ لوگ دین خدا کے مددگار اور رسول خدا کی پناہ گاہ تھے، انہوں نے آپ کی جانب ہجرت کی اور آپ کی بیٹیوں سے عقد کیا آپ کے مقام کو کوئی بھی نہیں پاسکتا لہذا بہتر یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین میں سے اور ذریعہ انصار میں سے چنا جائے۔

حباب ابن منذر انصاری نے کہا اے انصار! جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اسکی حفاظت کرو اور سمجھ لو کہ دوسرے تمہارے سایہ میں زندگی گزار رہے ہیں کوئی بھی تمہارے خلاف رائے نہیں دے سکتا جب انصار کے امیر بننے سے مہاجرین روکیں گے تو ہم بھی ان کو امیر نہیں بننے دیں گے، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ایک امیر ہمارا، اور دوسرا ان میں سے بنایا جائے۔

عمر بن خطاب نے کھڑے ہو کر کہا ایسا ممکن نہیں، ایک پیام میں دو گوار نہیں رہتی، لوگ راضی ہوں گے کہ ان کے امور کا ذمہ دار تم میں سے کوئی ہو کیونکہ ہم پیغمبر کے ہم قبیلہ ہیں لوگ ہم سے ہمدردی رکھتے ہیں اور تمام قبائل عرب ہماری خلافت و امارت کو تسلیم کر لیں گے اتنی ہی دلیل ہمارے مخالفین کیلئے کافی ہے اس بارے میں ہمارا مخالف باطل پرست ہلاکت میں پڑنے والا اور قسادی ہے۔

حباب بن منذر دوبارہ کھڑے ہوئے اور کہا، اے گروہ انصار! تمہارے اختیار میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرو، ان نادانوں کی باتوں کو نہ سنو، اگر ہماری بات نہ مانیں تو ان کو اپنے شہر سے نکال دو اور ولایت و حکومت کو لے لو، خدا کی قسم تم خلافت کے ان سے زیادہ حقدار ہو کیونکہ تمہاری تلواروں کی ڈر سے بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کیا، جان لو میں تمہارا خیر خواہ اور قابل اعتماد ہوں، میرے افکار و نصائح کی قدر کرو، اگر کسی نے میری بات نہیں مانی تو اس کا دماغ نکال لوں گا۔

حباب کے متحد کلام کے بعد عمر بن خطاب ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مجھ اور حباب میں اختلاف ہوا تھا رسول نے ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنے کو منع کیا تھا میں نے قسم کھائی تھی کہ دوبارہ اس سے بات نہیں کروں گا اس لئے تم خود گفتگو کرو، ابو عبیدہ کھڑے ہوئے اور کافی دیر تک تقریر کی جس میں

انصار کی فضیلت بیان کی۔

اسی وقت قبیلہ اوس کے سردار بشیر ابن سعد انصاری نے انصار کے اتحاد و اتفاق کی خاطر قبیلہ خزرج کے سردار سعد ابن عبادہ کو اپنے حلقہ میں لیا اور اس سلسلہ میں گفتگو شروع کی، آخر کلام میں قریش کی خلافت و ولایت کیلئے تیار ہو گئے اور انصار کو بھی اس کی ترغیب دی۔

پھر ابو بکر نے کہا قریش کے دو بزرگ عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں جس کی چاہو بیعت کر لو۔

عمر و ابو عبیدہ نے کہا ہم اس پر راضی نہیں ہیں آپ پر سبقت نہیں کر سکتے ہم تقاضا کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہاتھوں کو بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کریں۔

بشیر ابن سعد نے کہا ابو بکر کی بیعت کیلئے میں تیسرا شخص ہوں جیسے ہی قبیلہ اوس نے ان کی یہ بات سنی ابو بکر کی بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے، لوگوں کی بھیڑ زیادہ ہو گئی اور سعد ابن عبادہ مجمع سے دبنے لگے تو چلائے تم نے مجھے مار ڈالا، عمر نے کہا سعد کو قتل کر دو خدا سے قتل کرے۔

پس قیس ابن سعد اپنی جگہ سے اٹھے اور عمر کی داڑھی پکڑ کر کہا اے صحاک (عمر کی دادی جو چشمی کینز تھی) کے بیٹے میدان جنگ میں ڈر کر بھاگتے تھے اور وقت امن لوگوں کے درمیان شیر بن رہے ہوا کر ایک بال بھی میرے باپ کا ٹوٹا تو تیرا چہرہ بگاڑ دوں گا۔

ابو بکر نے عمر سے کہا اے عمر! خاموش ہو جاؤ، اس وقت نرمی اور مہربانی بہتر ہے۔

سعد ابن عبادہ نے کہا بخدا تم، اے عمر! اگر میں بصحت ہوتا اور قوت رکھتا تو شیروں کی کیٹریں میرے دہانے کی آواز تم گلیوں میں سنتے تم کو تمہارے ساتھیوں سمیت مدینہ سے باہر کر دیتا تمہیں تمہارے قبیلہ سے ملحق کر دیتا جہاں تم ذلیل و خوار اور تابع و حقیر ہی رہتے، نہ کہ رئیس و سردار، قبیلہ خزرج کے خلاف جسارت کر رہے ہو۔

پھر اپنی قوم سے کہا مجھے اس جانے فتنہ سے لے چلو، سعد ابن عبادہ کے قوم والے انہیں ان کے گھر لیکر چلے گئے اسکے بعد ابو بکر نے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ تمام لوگوں نے بیعت کر لی ہے تم کو بھی بیعت کر لینی

چاہئے۔

سعد نے کہا خدا کی قسم میں بیعت نہیں کروں گا، جب تک کہ اپنے ترکش کے تمام تیروں اور اپنے نیزوں کو تمہارے خون سے خضاب نہ کر دوں اور جب تک ہاتھ میں طاقت رہے گی تلوار چلاتا رہوں گا، تم سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ میرا کوئی مددگار باقی نہ رہے پھر بھی حیرتی بیعت نہیں کروں گا، اے دو گنہگار! جب تک خدا کے یہاں نہ پہنچ جاؤں اور حساب و کتاب سے آگاہ نہ ہو جاؤں۔

جب یہ باتیں عمر نے سنیں تو کہا ہر حال میں اسے بیعت کرنی ہوگی۔

بشیر ابن سعد نے کہا جب انھوں نے بیعت سے انکار کر دیا ہے تو ہرگز بیعت نہیں کریں گے چاہے وہ قتل ہی ہو جائیں وہ قتل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ قبیلہ خزرج داؤس کے تمام افراد قتل ہو جائیں، ان کو آزاد چھوڑ دو ان کے بیعت نہ کرنے سے کوئی ضرر و خطرہ نہیں ہے۔

بشیر کی باتیں مناسب معلوم ہوئیں تو انھیں آزاد چھوڑ دیا گیا، وہ نہ کبھی ان کے ساتھ نماز میں آتے اور نہ ہی ان کی باتوں کو تسلیم کرتے جب بھی کچھ ناصر و یاد دل جاتے ان سے مقابلہ کیلئے تیار رہتے، اسی طرح عمر کی خلافت کی ابتدا تک مدینہ میں رہے جب یہ خلیفہ بن گئے تو ان کے شر سے خوف زدہ ہو کر شام چلے گئے وہیں انتقال ہوا۔

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ رات کو ایک تیر لگا جس سے وہ قتل ہو گئے بعض کا گمان ہے کہ تیر جات نے مارا تھا یہ بھی کہا گیا کہ محمد ابن مسلمہ نے حصول انعام کی خاطر تیر مارا تھا بعض کا خیال ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے ان کو قتل کیا تھا۔

احتجاج حضرت علی

ستیفہ میں جتنے عہدہ دارین و انصار تھے سب نے ابو بکر کی بیعت کر لی اور حضرت علیؑ پیغمبر اسلام کے دن و کفن میں مشغول تھے، جب ان امور سے فارغ ہوئے تو مسجد نبوی میں تشریف لائے، بنی ہاشم اور زبیر ابن عوام آپ کے اطراف موجود تھے مسجد کے ایک گوشہ میں تمام بنی امیہ عثمان ابن عفان کے ساتھ بیٹھے تھے، دوسری طرف بنی زہرہ عبدالرحمن ابن عوف کو لئے ہوئے مصروف گفتگو تھے اسی وقت ابو بکر، عمر اور ابو عبیدہ مسجد میں وارد ہوئے اور لوگوں کو الگ الگ گروہوں میں بیٹھے دیکھا تو کہا تم پرانگندہ کیوں ہو، اٹھو اور دوسروں کی مانند تم لوگ بھی بیعت کرو، یہ سنتے ہی عثمان و عبدالرحمن نے اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر ابو بکر کی بیعت کر لی۔

لیکن علیؑ ابن ابیطالب اٹھے اور بنی ہاشم و زبیر کے ساتھ اپنے گھر چلے گئے۔

عمر اپنے کچھ ساتھیوں جیسے اسید ابن خنیسہ و سلمہ و ابن سلامہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے گھر گئے اور کہا تم یہاں کیوں جمع ہو تم کو ابو بکر کی بیعت کرنی چاہئے۔

زبیر ابن عوام دل تنگ ہو گئے اور حملہ کیلئے اپنی تلوار نکالنا چاہا، عمر نے آواز دی اس کتے کو پکڑ لو، سلمہ ابن سلامہ آگے بڑھا اور ان کی تلوار چھین کر عمر کو دیدی، اس نے تلوار توڑ دی، پھر تمام بنی ہاشم کو گھیر کر ابو بکر کے سامنے لے گئے اور کہا جس طرح سب لوگوں نے بیعت کی ہے تم لوگ بھی ابو بکر کی بیعت کرو، اگر انکار کیا تو تلوار سے بات کروں گا۔

جب بنی ہاشم نے یہ انداز سختی و زبردستی دیکھی تو سب نے بیعت کر لی، تنہا علیؑ نے بیعت کا انکار کرتے ہوئے فرمایا:

اس مقام خلافت کا میں ابو بکر سے زیادہ ہقدار اور زیادہ سزاوار ہوں، ہم کو میری بیعت کرنا چاہئے نہ کہ

میں بیعت کروں، کیونکہ تم نے خود انصار کے سامنے اپنے لئے قربت رسول ثابت کی ہے اور اسی قربت کے سبب اپنے کو خلافت کیلئے اول و مقدم سمجھا ہے اور انصار بھی تمہارے احتجاج کے سامنے ساکت و خاموش ہو گئے اور خلافت کو تمہارا حق شرعی و دینی سمجھا، میں بھی اسی دلیل و احتجاج کو اپنے لئے بیان کرتا ہوں کہ میں اس کیلئے تم سب پر اولیت و تقدّم رکھتا ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا کوئی سزاوار نہیں ہے۔

میں رسول خدا کی نسبت ان کی زندگی اور موت میں تم سے زیادہ نزدیک و قریب ہوں، میں ان کا وصی و وزیر ہوں، ان کے علوم و اسرار مجھے ودیعت کئے گئے ہیں میرے پاس سوائے عمل صادق و قول صادق کے کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کبھی بھی حق سے تجاوز نہیں کیا۔ رسول اکرم پر سب سے پہلے ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔ میں نے میدان جہاد میں مشرکین سے سب سے زیادہ مقابلہ و مبارزہ کیا اور اپنے کو مصیبتوں میں آنحضرت کیلئے پر بنایا ہے۔ میں کتاب خدا سنت رسول خدا کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، میں دین خدا و آخرت کے امور کو سب سے زیادہ جانتا ہوں، میری زبان تیز تر و فصیح تر ہے اور میرا دل ثابت تر و بیشتر مطمئن ہے۔

پس خلافت کے بارے میں مجھ سے کیوں نزاع کرتے ہو؟ اگر خدا سے ڈرتے ہو تو انصاف کرو، جس طرح قربت رسول کی وجہ سے انصار نے تم کو سزاوارتر سمجھا ہے تم بھی حقیقت سے تجاوز نہ کرو، اور میری نزدیکی و اولیت کو فراموش نہ کرو، اگر ظلم و تعدی نہ کرو، تو میرے حق کا اعتراف کرو گے۔

عمر نے کہا کیا آپ اپنے خاندان و گھر والوں کا (بیعت میں) اجاب نہیں کرنا چاہتے؟ علی ابن ابیطالب نے فرمایا: میرے اہل خاندان سے پوچھو میری اجاب و بیروی کیسی ہے؟ اس وقت بیعت کرنے والے بنی ہاشم میں سے کچھ نے کہا خدا کی قسم ہماری بیعت کرنا کسی طرح بھی ان کیلئے دلیل نہیں ہو سکتا، ایسی باتوں سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں، ہرگز ہرگز ہم ان کے برابر نہیں ہو سکتے، ان کے فضائل (جہاد و جہرت قرب رسول و فضائل دیگر) کسی اعتبار سے بھی قابل انکار نہیں ہیں، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری بیروی کریں؟ عمر نے کہا آپ کو ہرگز نہیں چھوڑ دوں گا، دوسروں کی مانند آپ کو بیعت کرنی پڑے گی۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: اے عمر! تم ایسے پستان سے دودھ دودھ رہے ہو جس میں تمہارا بھی حصہ ہے، آج اس کام میں سختی دزد بردستی اس وجہ سے کر رہے ہو کہ کل خود اس سے بہرہ مند ہو سکو، خدا کی قسم اس کے بعد نہ تو تیری بات قبول کروں گا نہ تیرا ساتھی بنوں گا، نہ ہی کسی طرح اس کی بیعت کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسن! آپ غصہ دختی نہ کریں ہم آپ کو ہرگز مجبور نہیں کریں گے۔

ابو عبیدہ کھڑے ہوئے اور علی سے کہا اے میرے چچا زاد بھائی! ہم آپ سے قرابت رسول، علم و فضیلت اور نصرت کا انکار نہیں کرتے لیکن آپ جوان ہیں اور ابوبکر بوڑھے اور تجربہ کار ہیں، اس کی خلافت کی مشکلات اور اس کے بوجھ کو اچھے سے برداشت نہیں کر سکتے۔

درست یہی ہے کہ اس بات کو مان کر امر خلافت ان پر چھوڑ دیں، اگر آپ کی عمر نے وفا کی تو آئندہ یہ منصب آپ ہی کے حوالہ کریں گے، اس وقت کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا، البتہ آپ اس کے لائق و اہل ہیں، ہاں کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کیونکہ آپ علم رکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کے قلوب آپ کے ہمراہ نہیں ہیں۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین و انصار، خدا سے ڈرو اس سے خوف کرو اور میرے بارے میں رسول خدا کی سفارش و وصیت کو فراموش نہ کرو۔

محمد کی عظمت و حاکمیت کو اس کی جگہ اور خانہ رسول سے اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ، حقداروں کو ان کے حق سے دور نہ کرو، خدا کی قسم، اے لوگوں! اللہ نے حکم فرمایا ہے اور اس کا رسول اعظم و انا تر ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ اس امر خلافت کیلئے ہم اہل بیت تم سے زیادہ حقدار ہیں جو کتاب خدا کا مکمل عالم، دین خدا کا فقہ اور امور رعایات سے خوب آگاہ ہے وہ تمہارے درمیان موجود ہے لہذا تم ہوئی وہوس کی پیروی نہ کرو اور منزل حقیقت سے دور نہ ہو جاؤ۔

بشیر ابن سعد (جس نے ابوبکر کی خلافت کا زمینہ ہموار کیا تھا) اور کچھ انصار نے کہا اے ابوالحسن! اگر لوگوں نے آپ کی بات بیعت ابوبکر سے پہلے سنی ہوتی تو کوئی بھی آپ کی مخالفت نہ کرتا اور دوفر بھی آپ

کے حق کے بارے میں اختلاف نہ کرتے۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: کیا یہ سزاوار اور درست تھا کہ میں جنازہ رسول کو زمین پر چھوڑ دیتا اور بغیر ان کے غسل و کفن اور نماز و دفن کے خلافت و حاکمیت کے بارے میں تم سے جھگڑا کرتا، خدا کی قسم! میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کوئی اس خلافت کے بارے میں مجھ سے منازعہ و اختلاف کرے گا اور میرے ہاتھ سے چھین لے گا کیونکہ رسول خدا نے روز غدیر تمام لوگوں پر حجت تمام کر دی تھی اور کوئی چھوٹی سی بات اور معمولی سا اعتراض بھی نہیں باقی رکھا تھا، میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جو بھی روز غدیر حاضر رہا ہو اور رسول کے کلام ﴿من کنت مولاه فهذا علی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذ من اخذه﴾ کو میرے بارے میں سنا ہو اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور گواہی دے۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ اہل بدر میں سے بارہ افراد نے غدیر خم میں موجود تھے، اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر حدیث کی صداقت کی گواہی دی، میں ان میں سے ہوں جنہوں نے اس حدیث کو رسول خدا سے سنا تھا لیکن میں نے گواہی نہیں دی اور اپنی اطلاع کو پوشیدہ رکھا، جب علی نے مجھے گواہی چھپاتے دیکھا تو متاثر ہوئے انھیں کی بددعا سے میری دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوئی ہے۔

زید ابن ارقم نے کہا پھر اس جگہ شدید اختلاف ہو گیا اور لوگوں کی آواز بلند ہو گئی، عمر نے دیکھا کہ لوگ علی کی جانب مائل ہو رہے ہیں وہ وحشت زدہ ہوا اور نششت بر خاست کر کے لوگوں کو متفرق کر دیا اور کہا اے ابوالحسن! آپ مسلسل لوگوں کی باتوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور ہرگز لوگوں کی رائے کی موافقت کے اعتبار سے نہیں چلتے۔

علی ابن ابیطالب کی خلافت کا واقعہ

(بعد از رحلت رسول اکرم)

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق سے پوچھا کیا رحلت رسول کے بعد اصحاب میں سے کسی نے ابوبکر کی مخالفت کی تھی اور ان کی بیعت سے انکار کیا تھا؟ آپ نے کہا ہاں ایاران بنی نمبر میں سے بارہ افراد نے ان کے خلاف آواز بلند کی تھی مہاجرین میں سے خالد ابن سعید ابن عاص، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمارة بن یاسر، بریدہ سلمی تھے انصار میں سے ابوالمہشم ابن تہیان، سہل و عثمان پسران حنیف، خزیمہ بن ثابت ابی کعب، ابویوب انصاری۔

ان کے انکار کا واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ جب ابوبکر منبر پر گئے تو ان بارہ افراد نے آپس میں مشورہ کیا کہ رسول کے منبر سے نیچے اتار لیں چند لوگوں نے کہا شاید یہ بات صحیح نہ ہو ممکن ہے کہ انجام برا اور نتیجہ خطرناک ہو جائے خدا فرماتا ہے ﴿لَا تَلْقُوا ابایدیکم الی التھلکة﴾ بہتر یہ ہے اس امر میں حضرت علی سے رجوع کر کے مشورہ کیا جائے اور ان کی رائے پر عمل کیا جائے سب نے پسند کیا اور آپ کے گھر پہنچ کر کہا یا امیر المؤمنین، جو حق آپ سے مخصوص ہے آپ اس کے زیادہ سزاوار ہیں، کیسے آپ نے اسے چھوڑ دیا؟ ہم نے پیغمبر کو فرماتے سنا ہے کہ:

علی مع الحق و الحق مع علی یمیل مع الحق کیف مامال

علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے، ان کا ہمیشہ اسی طرف تایل ہوتا ہے جہاں بھی حق ہوتا ہے۔

ہم بارہ افراد نے اتفاق کیا ہے کہ ابوبکر کے جلسہ میں جائیں اور ان کو پیغمبر کے منبر سے کھینچ کر نچے کر دیں، ہم آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔

امیر المؤمنین نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو ان کے مخالف و محارب شمار ہو گے، پھر تمہیں جنگ کیلئے

آباد رہنا چاہئے کہ جبکہ تمہاری جمعیت بہت کم ہے اور تم کھانے میں نمک کی طرح ہو آگھ میں سرمہ کی مانند ہو جس میں قیام و دوام نہیں ہے تمہارا عمل میرے لئے ضرور نقصان دہ ہے اور ایسا ہوگا گویا تم تنگی تکوار لے کر مجھ سے جنگ و جدال کر رہے ہو، کیونکہ اس عمل کو میرا اقدام تصور کیا جائیگا پھر بیعت و اطاعت کیلئے بہت زور و زبریٰ کیا جائے، تاکہ میرے پاس سوائے تسلیم کرنے اور موافقت کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔

ہاں پیغمبرؐ نے اپنی وفات سے قبل مجھ سے فرمایا تھا کہ یہ امت تیرے ساتھ دھوکا دھیلے کرے گی اور جو کچھ تمہارے بارے میں انہوں نے مجھ سے عہد و پیمان کیا ہے وہ توڑ دیں گے، تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے، میری امت کی مثال میری موت کے بعد ہارون اور ان کے پیروکاروں اور سامری کا اتباع کی طرح ہے، میں نے عرض کیا اس موقع پر میرا وظیفہ کیا ہوگا؟ فرمایا: اگر یار و مددگار مل جائیں تو ان کی مخالفت اور ان سے جہاد کرنا اور نہ اپنے ہاتھوں کو روک کر اپنی جان و خون کی حفاظت کرنا۔ پھر چند دن کے بعد آپ کا انتقال ہوا اور میں آپ کو غسل و کفن و دفن میں مصروف تھا کہ امت کے اختلاف کا حادثہ پیش آیا، میں نے قسم کھائی نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر عبانہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید جمع و مرتب نہ کر لوں۔ میں نے اپنی تقسیم کو پورا کیا پھر دختر پیغمبرؐ اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسینؑ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اصحاب بدر اور بزرگ اصحاب کے پاس گیا ان سے اپنے حق کے بارے میں گفتگو کی، انہیں اپنی نصرت و ہمراہی کی دعوت دی، کسی نے میری امداد و موافقت نہیں کی اور نہ ہی میری دعوت کو قبول کیا، سوائے سلمان، و عمار، مقداد، اور ابوذر غفاری کے، حقیقت ویران و واضح روشن کرنے کے علاوہ اس سے میرا کوئی مقصد نہیں تھا، خاندان پیغمبرؐ کی نسبت ان کے بغض و حسد سے تم خوب آگاہ ہو، جاسوسی سے بیٹھے رہو اور تم نے جو کچھ رسول خدا سے میرے بارے میں سنا ہے اسے بیان کرو، حقیقت کو ہرگز نہ چھپاؤ اور بس جمعہ کا دن تھا یہ بارہ افراد منبر کے اطراف بیٹھے کچھ دیر بعد ابو بکر منبر پر گئے اور تقریر کرنا شروع کیا، مہاجرین نے انصار سے گفتگو کی ابتدا کیلئے کہا انصار نے کہا آپ لوگ مقدم ہیں کیونکہ خدا نے آیت میں آپ لوگوں کا ذکر پہلے کیا ہے۔ مہاجرین میں سب سے پہلے خالد ابن سعید ابن عاص نے تقریر شروع کی

خالد ابن سعید کا بیان احتجاج

اے ابو بکر! پروردگار سے ڈرو، جس دن بنی قریظہ مغلوب ہوئے تم خود حاضر تھے اور ہم سب رسول اکرمؐ کے محضر مبارک میں تھے اس جنگ میں علیؑ نے سب سے زیادہ شجاعت دکھائی تھی اور دشمنوں کے بہادروں، دلیروں اور سرداروں کو قتل کیا تھا، اس وقت رسول خدا نے فرمایا:

اے گروہ مہاجرین و انصار میں تم سے ایک وصیت کرتا ہوں تم اس پر ضرور عمل کرنا اور ایک امر و بدیعت کرتا ہوں اس کی حفاظت کرتے رہنا، اس کے بعد فرمایا:

آگاہ ہو جاؤ کہ علی ابن ابیطالب تمہارے امیر و حاکم اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں خدا نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ جان لو اگر تم نے میری وصیت پر عمل نہ کیا اور اس کی یاری و ہمراہی اور حمایت میں سستی و کاہلی کی تو تمہارے امور دین متزلزل اور تباہ و برباد ہو جائیں گے، تو انہیں و احکام الہی مختلف و پراگندہ ہو جائیں گے اور شریر و بدکردار اشخاص تم پر مسلط ہو جائیں گے، متوجہ رہو کہ میرے اہل بیت میرے تمام امور کے جانشین و وارث ہیں اور لوگوں کے امور کو سب سے زیادہ جانتے اور پہنچانتے ہیں۔

پروردگارا! جو میرے اہل بیت کی اطاعت و اتباع کرے اور میری وصیت کی رعایت کرے اس کو میرے ساتھ محشور فرما اور میری اس دوستی و رفاقت سے بہرہ مند فرما جو کہ آخرت میں نورانیت کا وسیلہ ہے جو شخص میرے اہل بیت کے حق خلافت کو ضائع کرے، اسے زمین و آسمان جیسی وسیع و عریض بہشت سے محروم فرما۔

یہاں پر عمر بن خطابؓ نے کہا، اے خالد چپ ہو جاؤ، تو اس لائق نہیں کہ ہم کو رائے دے یا تم سے مشورہ کیا جائے۔

خالد نے کہا تو خاموش ہو جا، تو دوسری زبان سے بات کرتا ہے، بخدا قسم تمام قریش جانتے ہیں کہ

تو حسب و نسب کے لحاظ سے قریش میں پست ترین شخص ہے حیرانام بہت کم لیا جاتا ہے تو خدا اور اس کے رسولؐ سے بے نیاز ہے، اور جنگوں میں خوف زدہ و مضطرب رہا ہے، مال کے خرچ کرنے میں بخیل اور اصل و نسل کے لحاظ سے لہیم و ذلیل ہے، قریش میں تیری کوئی عزت اور مقام نہیں ہے، میدان جنگ میں تیرا نام ہی نہیں آتا، تو اس شیطان کی مانند ہے جس نے انسان سے کہا کافر ہو جا، جب وہ کافر ہو گیا تو کہتا ہے میں تم سے دور اور بیزار ہوں میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں، لہذا دونوں کا انجام دوزخ ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے یہی ظالمین کی سزا ہے۔ یہ سن کر عمر بہت غمگین ہوئے اور خالد بھی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

سلمان فارسی کا احتجاج

جناب سلمان کھڑے ہوئے اور کہا، تم لوگوں کو جو کرنا تھا کیا نہیں کیا، اپنے مقصد کو پورا کر لیا لیکن کامیابی اور موفقیت تمہارا نصیب نہیں ہوگا۔ (اس سے پہلے آپ بیعت کا انکار کر چکے تھے جس کے سبب ضرب و اذیت کا نشانہ بنے تھے) اے ابو بکر! تم کہاں پناہ پاؤ گے جب وہ سخت عذاب آئیگا جس کا تمہیں سابقہ نہیں ہے؟ اور کیا جواب دو گے، جب تم سے اس چیز کے بارے میں سوال ہوگا جس کے جواب سے تم عاجز ہو گے؟ تم کیا عذر پیش کرو گے اپنے کو اس شخص پر مقدم کرنے کا جو تم سے زیادہ علم رکھنے والا اور رسول خدا کے سب سے زیادہ نزدیک اور کتاب خدا کی تاویل و معرفت اور سنت پیغمبر کا سب سے زیادہ جاننے والا اور سمجھنے والا ہے؟ وہ وہی شخص ہے جسے رسول خدا نے اپنی زندگی میں مقدم رکھا تھا اپنی رحلت سے قبل اس کے حق کی رعایت کرنے کی وصیت کی تھی، تم نے وصیت رسول کو فراموش کر دیا ہے اور وصیت ترک کر کے وعدہ خلافی کی ہے اور عہد و پیمان کو نقص و باطل کر دیا ہے۔

تم نے لشکر اسامہ ابن زید کے بارے میں حکم و فرمان رسول کی اطاعت نہیں کی اور اسامہ کے پرچم کے نیچے نہیں آئے، اس کی سرداری کی اطاعت سے منٹھ پھیر لیا۔

سنو لشکر اسامہ کی اطاعت کرنے کی اتنی زیادہ تاکید اور اصرار اسی خاطر تھا کہ تم کو ان کاموں سے روک دیں دوسری طرف حکم رسول سے تمہاری مخالفت و سرکشی ثابت و ظاہر ہو جائے تم بہت جلد اپنے اعمال کی جزا و سزا کو پا لو گے۔

گناہوں نے تمہارے کندھے کو بوجھل بنا دیا ہے، جلد ہی اس بوجھ اور برے اعمال کے ساتھ خاک کے نیچے اندھیرے میں پہنچ جاؤ گے، بہتر ہے کہ اس تاریک و وحشت ناک راستے سے واپس ہو جاؤ اور حقیقت و سعادت کی تلاش میں کسی طرح کی بھی محنت و کوشش سے پیچھے نہ ہٹو، تاکہ تمام گزشتہ اعمال

خطاؤں اور لغزشوں کا جبران ہو سکے اور خداوند متعال سے توبہ و استغفار کرو، ہوشیار رہو کہ جب تمہارا قبر میں رکھ دئے جاؤ گے تو توبہ تمہارے کام نہیں آئے گی، تمہارے دوست و احباب تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے، جو کچھ ہم نے سنا اور دیکھا ہے کیا وہ سب تم نے نہیں دیکھا اور نہیں سنا ہے؟

کیا وجہ ہے کہ وہ باتیں تم کو ان اعمال اور ان باتوں سے باز نہیں رکھ سکیں؟ یاد رکھو کہ اس بارے میں تمہارے پاس کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے ان امور میں تمہاری ہمراہی وہم نشینی اسلام و مسلمان کیلئے کوئی فائدہ نہیں رکھتی، لہذا خدا سے ڈرو، خوف کرو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے خدا وحی سے منہ پھیر لیا ہے

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

وَمَا يَكْفُرُ الْإِنْسَانُ بِمَا كَفَرَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ الْيَوْمَ الْمَوْءِدَ الَّذِي وَعَدْنَاهُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ

احتجاج حضرت ابوذر غفاری

اے گروہ قریش! تم نے بہت برا کام کیا ہے رسول اکرم کی قرابت و نزدیکی کو چھوڑ دیا ہے۔ بخدا قسم عرب کا ایک گروہ اسی عمل کے سبب دین اسلام سے خارج ہو گیا ہے اور دوسرے لوگ متزلزل و مشکوک ہو گئے، اگر تم نے اس امر خلافت کو خاندان رسالت میں رکھا ہوتا تو ہرگز امت مسلمہ میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوتا لیکن اب اسکے بعد اسے ہر ایک لچائی نگاہ سے دیکھے گا، دنیا پرست لوگوں کی نظریں اس پر لگی رہیں گی، اس کے حصول کی خاطر بہت خون بہائے جائیں گے، قہر و غلبہ، طاقت اور تلواریں سے اہل دنیا مستحضر کریں گے۔

امام صادق فرماتے ہیں: ابوذر کی بات صحیح تھی جیسی پیشینگوئی کی تھی ویسا ہی ہوا۔

اس کے بعد جناب ابوذر نے کہا تم سب جانتے ہو اور صالح افراد شاہد و گواہ ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد امر خلافت علی ابن ابیطالب اور ان کے بعد میرے دونوں پسر حسن و حسین کیلئے ان کے بعد میری اولاد دطاہرہ کیلئے ہوگا، تم نے رسول کی باتوں کو پس پشت ڈال دیا، ان کی وصیت و عہد کو فراموش کر دیا اور دنیاوی زندگی کی لذتوں اور نمائشوں کی پیروی کی تم نے باقی رہنے والی نعمتوں اور خوشیوں سے بھری ہوئی دائمی زندگی سے ہاتھ اٹھا لیا ہے اور چند روزہ تعمیر و بے فائدہ زندگی سے دل لگائے ہو۔

تم لوگ امت سابقہ کی طرح ہو کہ انہوں نے خدا کے پیغمبروں کی باتوں کو فراموش کر دیا تھا، ان کی وصیت اور ان کے احکام کو بھلا دیا تھا، دین و حقیقت کے راستہ سے منحرف ہو گئے تھے اسی طرح تم لوگوں نے بھی اپنے پیغمبر کے احکام و فرامین کو بہت جلد ترک کر دیا ہے اور ان کے قانون و آئین میں تحریف و تغیر کر دیا ہے، ہاں بہت جلد تم اپنے برے اعمال کی سزا پا لو گے۔

احتجاج مقداد ابن اسود

اے ابو بکر! ظلم و تعدی سے ہاتھ اٹھا لو اور خدا سے خوف کرو، جس امر کے تم مستحق نہیں ہو اس سے دستبردار ہو جاؤ، اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی غلطیوں اور ظلم پر آنسو بہاؤ اور خلافت اس کے حوالہ کر دو، جو اس کا سزاوار ہے، تم خود جانتے ہو کہ رسول خدا نے حضرت علی کی بیعت تمام لوگوں سے اور تم سے بھی لی تھی، تم سے لازمی طور پر فرمایا تھا: اسامہ ابن زید کی اطاعت کرو اور دوسروں کی طرح اس کے پرچم کے تلے منزل مقصود تک جاؤ، حالانکہ اسامہ غلام رسول اور اٹھارہ سالہ جوان تھا یہ بھی ہے کہ تم کو اور تمہارے رفیق عمر بن خطاب کو غزوہ سلاسل میں عبیدہ ابن جراح کی سرداری میں عمرو بن عاص کے لشکر سے ملحق کیا تھا، وہ عمرو عاص جس نے جلدی ہی اسلام قبول کیا تھا اور اختلاف و نفاق اور عداوت کا مرکز تھا، خدا نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی ہے ﴿اِنَّ شَانَنكَ هُوَ الْاَنْتَبُ﴾ پس عمرو عاص تم سب کا رئیس و امیر بنا اور تم سب اس کی سرداری میں تھے اور اس نے بھی لشکر کی حفاظت تمہارے ذمہ چھوڑ دیا تھا۔

تم ہی بناؤ حفاظت لشکر کا مقام کہاں وہ بھی عمرو عاص کی طرف سے تمام ملت کی ریاست و حکومت اور خلافت رسول اکرم کی منزل کہاں؟

اے ابو بکر! رت جہان سے ڈرو، اس لباس خلافت کو اپنے جسم سے اتار دو، تاکہ دنیاوی اور اخروی زندگی میں سالم و مامون رہو، دنیا کا فریب اور قریش کے لوگوں کا وسوسہ تم کو بدبختی اور بے چارگی میں مبتلا نہ کر دے، بہت جلد دنیاوی زندگی ختم ہو جائے گی اور اپنے اعمال کی سزا تک پہنچ جاؤ گے، تم جانتے ہو کہ علی ابن ابیطالب پیغمبر کے وصی، خلیفہ اور ہر اعتبار سے اس منصب کے لائق و سزاوار ہیں، پس یہ منصب ان کے حوالہ کر دو اور اپنی شرافت و عزت کو بچالو، میری خالص قلبی نصیحت کو سنو اور اپنے کاندھے کو ظلم و وبال کے بوجھ سے خالی کر لو۔

احتجاج بریدہ اسلامی

آپ کھڑے ہوئے اور کہا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ ہم سب خدا کیلئے ہیں اسی کی طرف پلٹ کے جانا ہے کتنے نقصان و ضرر باطل کی طرف سے حق کو پہنچے ہیں، اے ابو بکر گذشتہ باتیں تمہیں بھول گئی ہیں یا تم نے خود بھلا دیا ہے؟

آیا تمہیں! دوسروں نے دھوکا دیا ہے یا تم نے اپنے کو دھوکا دیا ہے؟ کیا فائدہ انکار، باطل خیالات اور بیہودہ باتوں نے تم کو گمراہ کر دیا ہے؟ کیا تمہیں یاد ہے کہ پیغمبر نے ہم سے فرمایا:

علی ابن ابیطالب کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکارو؟ کیا خود رسول اسلام نے بہت سے مقامات پر علی کے بارے میں نہیں فرمایا علی امیر المؤمنین اور شہدوں کے قاتل ہیں؟

خدا سے خوف کرو اور اپنی خطا و لغزش کا تدارک کرو، اس سے پہلے کہ تلافی کا وقت ختم ہو جائے، اپنے کو ہلاکت و ضلالت سے دور کر لو اور خلافت کو مستحق کے حوالہ کر دو، دوسروں کے غضب حقوق پر اصرار نہ کرو، راہ تاریک سے واپس ہو جاؤ، یاد رکھو کہ تمہاری خیر خواہی کے علاوہ میں کچھ نہیں کہتا اور تمہاری سعادت و نجات کے سوائے کچھ نہیں چاہتا۔

احتجاج جناب عمار یاسر

اے گروہ قریش اور جماعت مسلمین! اگر نہیں جانتے ہو تو غور سے سنو، تمہارے پیغمبرؐ کا خاندان خلافت کے لئے اولیٰ اور زیادہ سزاوار ہے، احکام دین کے جاری کرنے اور خاتم النبیین کے امور شریعت کی حفاظت کیلئے تم سب پر مقدم ہے، وہ لوگ حقوق مسلمین کے محافظ و امین اور مومنین کے خیر خواہ ہیں، تم سب اپنے رفیق ابو بکر سے کہو کہ امر خلافت اس کے اہل و مالک کو واپس کر دے اس سے پہلے کہ تمہارا مجمع متفرق ہو اور تمہارے درمیان اختلاف و تفرقہ ظاہر ہو اور تمہاری زندگی میں ضعف و سستی پیدا ہو جائے۔ جان لو! تمہارا آئندہ بہت خطرناک ہے اور مسلمانوں کے درمیان مختلف نظریہ اور کمزور رائے سامنے آجائے گی، جو لوگ منصب خلافت کے لائق نہیں ہیں لچائی نگاہیں لگائے ہیں، فتنہ و فساد اور خواریزی ہونے والی ہے، تمہارے دشمن تم پر حکومت و سرداری کرنے لگیں گے۔

تم کو خبر ہے بنی ہاشم اس امر میں اولویت رکھتے ہیں خصوصاً علی ابن ابیطالب جو کہ خود پیغمبرؐ خدا کے سب سے زیادہ نزدیک شخص ہیں، وہی تمہارے ولی ہیں جیسا کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے تعارف کروایا ہے۔

ان کا مرتبہ دوسرے لوگوں سے بہت بلند و بالا ہے بہت سے مقامات پر ان کے بلند درجات اور امتیازی شان کا اشارہ ہو چکا ہے۔

ان موقعوں میں سے ایک موقع مسجد نبوی کے دروازوں کو بند کرنا ہے کہ رسولؐ نے حکم دیا کہ مسجد میں کھلنے والے تمام ابواب بند کر دئے جائیں سوائے دروازہ علی ابن ابیطالب کے، دوسرا موقعہ اپنی دختر گرامی فاطمہؑ کی تزویج کا تھا کہ آپ نے تمام خواستگاروں کو جواب دیدیا اور علیؑ کی درخواست عقد کو قبول فرمایا۔ رسول اکرمؐ نے انھیں کے بارے میں فرمایا: میں شہر علم ہو علیؑ اس کے دروازہ ہیں جسے علم و حکمت کی

ضرورت ہے وہ دروازہ سے آئے، تم سب اپنے دینی امور میں اسی کے محتاج ہو لہذا ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرو، اس کے علم سے استفادہ کرو (یا درکھو) اسے تمہاری کوئی احتیاج و ضرورت نہیں ہے ان کے گذشتہ فضائل و کمالات سب پر واضح و روشن ہیں اور ہر ایک کو معلوم ہیں اگر انصاف کرو، تو ان جیسا کوئی نہیں ہے۔

تم نے ان کے دامن کو کیوں چھوڑ دیا اور دوسروں کی طرف کیوں مائل ہو گئے اور ان کے ثابت و واضح حق کو بیرون تلے پھیل دیا؟ تم پیچھے نہ پلٹو ورنہ گھانا اٹھانے والوں میں ہو گے۔

احتجاج ابی ابن کعب

اے ابو بکر! دوسرے کے حق کو ضائع و برباد نہ کرو، سب سے پہلے رسول خدا کی وصیت و گفتگو کی مخالفت نہ کرو، ان کے جانشین و خلیفہ کے سلسلہ میں انھیں کے حکم کی اطاعت کرو، حق اس کے مالک کو واپس کر دو، تاکہ سالم و محفوظ ہو جاؤ، اپنی گمراہی پر اصرار نہ کرو، کہ نادم و پشیمان ہونا پڑے، اپنے کئے ہوئے سے توبہ کرو، تاکہ تیرا گناہ معاف ہو سکے، خدا نے جس امر کو دوسرے کیلئے معین کیا ہوا ہے اپنے لئے مخصوص نہ کرو، تاکہ اپنے اعمال کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔

جان لو جو تمہارے اختیار میں ہے بہت جلدی ہاتھوں سے نکل جائے گا، جب خدائے جہان کی بارگاہ میں واپس جاؤ گے تو جو تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں تحقیق کی جائے گی۔

احتجاج خزیمہ ابن ثابت

اے حاضرین! تمہیں معلوم ہے کہ رسول اکرم نے دو شخص کی گواہی کی جگہ میری تمہا گواہی قبول کی ہے

سب نے کہا ہاں، خزیمہ نے کہا میں نے خود رسول خدا کی زبانی سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

میرے اہل بیت حق و باطل میں امتیاز دینے والے اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں، وہی

تمہارے امام و پیشوا ہیں تم کو ان کی پیروی کرنا چاہئے۔ میں نے یہ حدیث سنی تھی تمہارے واسطے نقل کر دیا۔

احتجاج ابوہشتم تہیان

لوگو! میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ رسول اکرمؐ نے روز غدیر علیؑ کا تحارف کرایا، تو کچھ انصار نے کہا کہ آپ کا مقصد سوائے خلافت و امامت علیؑ کے کچھ بھی نہ تھا کچھ لوگوں نے کہا آپ کا مقصد صرف اولویت بتانا تھا کہ جیسے وہ خود تھے۔

،،من كنت مولاه فهذا علي مولاه،، اس بارے میں بہت مباحثہ ہوا یہاں تک کہ ہم لوگوں نے چند نفر کو رسولؐ کے پاس ان کا مقصد پوچھنے کیلئے بھیجا تو آپ نے جواب دیا علیؑ میرے بعد مومنین کے ولی ہیں اور میری امت کو سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جس کا میں خود شاہد و گواہ ہوں، اب جو چاہے انکار کرے جو چاہے ایمان لائے۔

احتجاج سہل ابن حنیف

خدا کی حمد و ثنا اور رسول خدا خاتم النبیین پر درود و سلام کے بعد کہا اے قریش! آگاہ ہو جاؤ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسی مسجد میں نبی اکرم نے علی کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا:

اے لوگوں! یہ علی ہیں جو میرے اور تمہارے امام ہیں اور میری حیات و ممات میں میرے وصی و جانشین ہیں، یہی میرے قرض کو ادا کرنے والے اور میرے وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں، یہی وہ پہلے شخص ہیں جو حوض کوثر پر مجھ سے مصافحہ کریں گے وہ خوش قسمت ہے جو ان کی پیروی کرے اور ان کی بدد کرے۔ وائے اور افسوس ہے اس پر جو ان کی مخالفت کرے اور اکیلا چھوڑ دے۔

احتجاج عثمان ابن حنیف

اے لوگو! میں نے خود رسول اسلام کو فرماتے سنا ہے کہ میرے اہل بیت زمین کے ستارے ہیں تم ان پر سبقت نہ کرنا، یہ تمہارے اولیاء ہوں گے، میری وفات کے بعد ان کو مقدم رکھنا، اس وقت کسی نے پوچھا آپ کے اہل بیت کون ہیں؟

رسول نے فرمایا: علی اور ان کی اولاد طاہرہ، میرے اہل بیت ہیں۔

اے ابو بکر: رسول کی وصیت کا انکار نہ کرو، اور خدائے اور اسکے رسول سے خیانت بھی نہ کرو۔

احتجاج حضرت ابوالیوب انصاری

خاندان اہل بیت پر ظلم و ستم نہ کرو، غضب خدا سے بچو، ان کے حقوق ان کے حوالہ کر دو، اور جو کچھ خدا نے ان کے لئے مخصوص کیا ہے اسے ضائع و برباد نہ کرو۔

وہ وصیتیں اور باتیں جو دوسروں نے رسول سے سنی ہیں تم نے بھی متعدد بار مختلف مقامات پر سنی ہیں، تم نے خود بارہا سنا ہے کہ رسول نے فرمایا: میرے اہل بیت تمہارے امام و پیشوا ہیں، اس کے بعد علی ابن ابیطالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وہ نیک لوگوں کے امیر اور کافروں کو قتل کرنے والے ہیں، جو بھی ان کی مدد کرے گا، خدا بھی ان کی مدد کرے گا اور اس کے مخالفین پر قہر و عذاب نازل کرے گا پس تم خدا سے توبہ و استغفار کرو اور ظلم و ستم کو چھوڑ دو۔

ابوبکر کا تائثر اور تغیر حالت

امام صادقؑ نے فرمایا ان بارہ افراد کی تقریر اور احتجاج سے ابوبکر بہت متاثر ہوئے اور بڑے اضطراب و پریشانی کے عالم میں کہا کہ میں تمہارا امیر ہوتا تو گیا ہوں، حالانکہ تم سے بہتر و برتر نہیں ہوں، مجھے آزاد چھوڑ دو۔

عمر بن خطاب اس حادثہ سے بہت غصہ ہوئے اور کہا اے عاجز و کمزور بندہ مہنر سے نیچے آ جا تم لوگوں کی گفتگو اور ان کے احتجاج کا جواب نہیں دے سکتے اور ان کے مقابل نہیں ٹھہر سکتے تو اس جگہ پر کیسے باقی و برقرار رہ پاؤ گے؟

خدا کی قسم! میں نے سوچا کہ تم کو اس مقام سے اتار کر ابوحنظیفہ کے غلام کو تمہاری جگہ بٹھا دوں۔ اس کے بعد ابوبکر مہنر سے نیچے آئے اور عمر کے ساتھ گھر چلے گئے پھر تین دن تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

جب لوگوں کو ان کے مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اطلاع ملی تو لوگ ان کے گھر کی طرف چلے خصوصاً خالد ابن ولید ایک ہزار نفر کے ساتھ، سالم ایک ہزار کے ساتھ اور معاذ ایک ہزار کے ساتھ، اس طرح چار ہزار لوگ جمع ہو گئے اور برہنہ شمشیر کے ساتھ جب کہ عمر بن خطاب سب سے آگے تھے، مسجد نبوی کی طرف چلے، عمر نے علی کے طرفداروں کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اگر کسی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کچھ کہا تو اسے بہت سخت سزا دیں گے۔

اس وقت خالد ابن سعید نے کھڑے ہو کر کہا، صہباک (حبشی کنیز) کے بیٹے تو ہم کو اپنی تلواروں سے ڈارتا ہے اور اپنے افراد کی کثرت و زیادتی سے ہم کو خوف زدہ کرتا ہے، خدا کی قسم:

ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے زیادہ تیز اور ہماری جمیعت تمہاری جمیعت سے بیشتر ہے اگرچہ ظاہر تم سے کم ہیں مگر درحقیقت ہم قوی تر ہیں کیونکہ خدا کی حجت ہمارے ساتھ ہے۔

اگر امام کی اطاعت واجب نہ سمجھتا تو ابھی تلوار نکال لیتا اور خدا کیلئے تم لوگوں سے جنگ و جہاد کرتا یہاں تک معذور ہو جاتا اور اپنے وجدان حقیقت کے اعتبار سے اپنے کو مجبور سمجھتا، امیر المؤمنین نے فرمایا: اسے فرزند سعید بیٹھ جاؤ، خدا تمہارے مقام کو جانتا ہے، تمہاری سعی و کوشش خدا کے نزدیک مشکور اور لائق قدر ہے۔

اسی وقت سلمان فارسی نے کھڑے ہو کر کہا اللہ اکبر میں اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے: ایک دن آئیگا کہ اسی مسجد میں میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے علیؑ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوں گے اور کچھ جنمی لوگ کتوں کی طرح ان پر حملہ آور ہوں گے اور ان کو اور ان کے مددگاروں کو قتل کرنا چاہیں گے، مجھے شک و شبہ نہیں تم لوگ وہی گروہ ہو۔

اس وقت عمر بن خطاب نے سلمان فارسی پر حملہ کر دیا، حضرت علیؑ اٹھے اور عمر کا گریبان (گلا) پکڑا اور اوپر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔

اے حبشی کینز صہاک کے بیٹے: اگر حکم خدا اور عہد و پیمانہ رسولؐ نہ ہوتا تو تجھ کو ابھی سمجھا دیتا کہ ہم میں سے کون ضعیف و عاجز اور بے یار و مددگار ہے۔

اس کے بعد اپنے دوستوں سے فرمایا: اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ، بخدا قسم! میں اس مسجد میں ایسے داخل ہوا جیسے میرے بھائی موسیٰ و ہارون بیت المقدس میں وارد ہوئے تھے کہ ان کے اصحاب نے کہا تھا:

﴿اذهب انت و ربک فقاتلانا انماھننا قاعادون﴾

جاؤ تم اور تمہارا پروردگار! دونوں اس قوم سے لڑو، ہم یہیں بیٹھ کر تمہارے غلبہ کا انتظار کریں۔

پروردگار عالم کی قسم: میں نے زیارت رسولؐ سے مشرف ہونے، اتمام حجت اور اظہار حق و حقیقت کیلئے مسجد میں قدم رکھا تھا کیونکہ یہ حجت خدا کا وظیفہ ہے۔

ہاں جو حجت خدا، رسول اکرمؐ کی معرنی سے معین ہوا ہے چاہئے کہ لوگوں کو راہ راست و حقیقت دکھائے اور انھیں ضلالت و حیرانی اور جہالت سے نکالے۔

عمر کا ابو بکر کی بیعت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنا اور خانہ فاطمہ کا جلانا

عبداللہ ابن الرحمٰن کہتے ہیں: سقیفہ کے بعد عمر نے کمر منبوط کس لی اور مدینہ کی گلیوں میں کہتے چل رہے تھے کہ آگاہ ہو جاؤ، ابو بکر جانشین رسول خدا ہیں، ہر ایک جلد از جلد دوڑ کر ان سے بیعت کرے۔ پس لوگ ہر طرف سے چل پڑے اور ان کی بیعت کر لی۔

اس وقت عمر بن خطاب نے گھروں میں چھپے ہوئے لوگوں کو بیعت کیلئے حاضر کیا اور بیعت کیلئے تیار کیا، چند دن بعد کچھ لوگوں کو لے کر حضرت علیؑ کے گھر آئے اور کہا کہ گھر سے باہر نکل کر ابو بکر کی بیعت کیجئے علیؑ نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔

اس وقت عمر بن خطاب نے آگ اور کٹڑی منگائی اور کہا اس خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے ان کو ضرور بالضرور گھر سے نکلنا پڑے گا، اگر نہ نکلے تو گھر کو اہل خانہ کے ساتھ جلا دوں گا۔

کچھ لوگوں نے کہا یہ کام درست نہیں ہے کیونکہ دختر پیغمبر گرامی فاطمہ زہرا اور اہل بیت اور اولاد رسولؐ و آثار پیغمبر اس گھر میں موجود ہیں، ایسا کام اس گھر کی نسبت ہر گرج صحیح نہیں ہے۔

جب عمر بن خطاب نے لوگوں کی مخالفت و بیزاری دیکھی تو کہا میرا مقصد صرف ڈرانا اور دھمکانا تھا نہ کہ اس پر عمل کرنا اور اقدام کرنا۔

علی ابن ابیطالب نے کسی سے کہلایا کہ میں نے قسم کھائی اور عہد کیا ہے کہ نہ دوش پر عباؤ لوں گا نہ ہی گھر سے باہر نکلوں گا مگر یہ قرآن کو جمع کر لوں جس کو تم لوگوں نے ترک کر دیا ہے اور دنیا کے لہو و لعب سے دھوکہ کھا گئے ہو۔ اس کے بعد دختر رسولؐ گرامی دروازہ کے پیچھے آئیں اور فرمایا:

میں نے تم سے زیادہ بے وفا و پست کسی قوم کو بھی نہیں دیکھا، رسولؐ خدا کے جنازہ کو زمین پر ہمارے سامنے چھوڑ کر چلے گئے اپنے کاموں میں اور حصول خلافت میں لگ گئے اور ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا، اس

بارے میں ذرہ برابر بھی ہمارے حق کے قائل نہیں ہوئے کہ کچھ ہمارا بھی حق ہے گویا تم کو روز غدیر کے رسول خدا کے حکم و قول کا کچھ علم ہی نہیں، بخدا قسم رسول اسلام نے روز غدیر امر خلافت کو ایسا محکم و استوار کیا تھا کہ کسی کو بھی اس کے حصول کی کوئی لالچ و امید باقی نہ رہی تھی لیکن تم لوگوں نے کسی وظیفہ یا حق و حکم کی کوئی رعایت نہیں کی اور پیغمبر خدا سے مکمل قطع رابطہ کر لیا، یقیناً خداوند عالم ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا

بعد وفات رسول اکرم

سلیم ابن قیس ہلالی، سلمان فارسی سے نقل کرتے ہیں: علی ابن ابیطالب کے پاس گیا، وہ غسل بیغبرہ میں مصروف تھے کیونکہ آنحضرت کی وصیت تھی کہ تم مجھ کو غسل دینا اور فرمایا تھا کہ وقت غسل جس جانب چاہو گے جنازہ خود بخود اس سمت جائے گا علی نے پوچھا کیا وقت غسل کوئی میری مدد کرے گا؟ فرمایا: اس کام میں جبرئیل تمہارا ساتھ دیں گے۔

سلمان نے کہا جب علی رسول کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ و حسینؓ، ابوذرؓ و مقدادؓ اور مجھے دخول کی اجازت دی ہم حجرہ میں داخل ہوئے، امیر المؤمنین جنازہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے نماز ادا کی عائشہ کمرہ کے گوشہ میں بیٹھی تھیں، جو ہماری طرف متوجہ نہیں تھیں گویا جبرئیل نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔

جب ہم نماز پڑھ چکے تو تھوڑے لوگوں نے بھی آکر نماز پڑھی، میں نے امیر المؤمنین سے کہا کچھ لوگ سقیفہ میں جمع ہو کر انتخاب خلیفہ کے بارے میں بحث و گفتگو کر رہے ہیں اسی وقت ابو بکر مسجد میں منبر رسول پر بیٹھ گئے اور لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، حضرت علی نے فرمایا:

سب سے پہلے بیعت کرنے والے شخص کو تم نے پہچانا؟ سلمان، میں نے کہا ہاجرین و انصار کے مباحثہ کے بعد پہلے بشیر ابن سعید، ابو سعیدہ جراح عمر بن خطاب اور اس کے بعد ابو حذیفہ کا غلام سالم اور معاذ ابن جبل نے ابو بکر کی بیعت کی۔

پھر امیر المؤمنین نے فرمایا: حادثہ سقیفہ ابو بکر کے منبر رسول پر جانے کے بعد جس نے سب سے پہلے بیعت کی اسے جانتے ہو کون تھا؟ سلمان نے کہا میں نے اتنا ہی دیکھا ایک پیر مرد عصاب پر تکیہ کئے ہوئے، پیشانی پر جعدہ کا نشان اپنے لباس سمیٹے ہوئے منبر کے پاس گیا اور روتے ہوئے بولا خدا کی حمد ہے کہ اس

نے مجھے زندہ رکھا اور میں نے تمہیں اس منبر پر دیکھ لیا اپنا ہاتھ لاؤ تاکہ تمہاری بیعت کروں ابو بکر نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی اور پھر مسجد سے باہر چلا گیا۔

امیر المومنین نے فرمایا: تم نے اس کو نہیں پہچانا؟ مسلمان نے کہا نہیں لیکن اس کی حرکت و گفتگو سے بہت رنج و غم ہوا وہ ایسے تھا کہ وفات رسولؐ سے خوش ہو رہا ہو۔

امیر المومنین نے فرمایا: وہ کوئی انسان نہیں بلکہ ابلیس ملعون تھا، خدا اس پر لعنت کرے۔

مجھے رسولؐ خدا نے خبر دی تھی کہ جب آنحضرتؐ نے غدیر خم میں حکم خدا سے مجھے خلافت و ولایت عطا کیا اور جو کچھ ضروری تھا لوگوں کو بتایا اور سنا دیا تو ابلیس اور اس کے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا، یہ امت ہدایت پاگئی، مگر یہوں اور خظروں سے محفوظ ہوگئی اب ہمیں ان پر غلبہ و تسلط نہیں مل سکتا، ان کا دین مکمل ہو گیا، ان کا امام و پیشوا معین و روشن ہو گیا، ان کی مشکلات حل اور جہالت و حیرانی رفع ہوگئی، ابلیس اور اس کے ساتھی اس واقعہ سے سخت متاثر و اندوہ ناک ہو کر چلے گئے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میری رحلت کے بعد ایک گروہ سفیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگا پھر مباحثہ و گفتگو کے بعد ابو بکر کی بیعت کر کے میری مسجد میں آئیں گے۔ وہاں پہلا شخص جو اس کی بیعت کرے گا وہ ابلیس ملعون ہوگا جو عصائے پیر مرد کی صورت میں ہوگا پھر اپنے اصحاب کو اپنے اطراف جمع کیا اور کہنے لگا کہ کیا تم نے کبھی سوچا بھی تھا کہ دوبارہ ہمارا ان پر قبضہ و غلبہ ہو جائے گا؟ تم اس سے کیا محسوس کر رہے ہو کہ انھوں نے حکم خدا اور وصیت رسولؐ کو چھوڑ دیا اور گمراہ ہو گئے؟

مسلمان کہتے ہیں: جب رات ہوئی امیر المومنین نے حضرت زہراؑ کو ایک خیر برسوار کیا اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور مہاجرین و انصار میں سے اہل بدر کے گھر آئے، انھیں اپنی مدد کی دعوت دی، انھیں اپنا حق یاد دلایا ان میں سے چالیس (۴۳) افراد نے ان کی دعوت قبول کی اور یہ طے پایا کہ صبح سویرے مسلح ہو کر سرمنڈائے ہوئے حضرت علیؑ کے گھر حاضر ہوں پھر بیعت کر کے ان کی طرفداری کریں، جب صبح ہوئی تو ہم چار افراد جسمیں خود میں، مقدان، ابوذر، اور زبیر ابن عوام کے علاوہ کوئی بھی اپنی وعدہ گاہ پر نہ پہنچا۔

دوسری رات پھر اسی انداز سے حضرت علیؑ نے انھیں لوگوں سے ملاقات کی غذا کی قسم دلائی تم لوگ حق کی طرف داری کرو اور اس حساس موقعہ پر غفلت و سستی اور جہالت سے کام نہ لو، انھیں نے دوسری صبح کا پھر وعدہ کیا اس مرتبہ بھی سوائے انھیں چار اشخاص کے کوئی نہیں آیا، تیسری رات صبح پھر وہی کچھ ہوا، امیر المومنینؑ نے اس طرح اپنے وظیفہ پر عمل کیا۔

امیر المومنین علیؑ کی خلافت کا واقعہ

جب حضرت علیؑ نے ان کی بے وفائی و بہانہ بازی کا مشاہدہ کیا تو اپنے گھر گئے اور جمع و تالیف قرآن میں مشغول ہو گئے اور اس وقت تک باہر نہ نکلے جب تک قرآن کو جمع نہ کر لیا اور شان نزول اور ناسخ و منسوخ آیات کو تحریر نہ کر لیا۔ ان دنوں میں ابو بکر نے کسی کو علیؑ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ مسجد میں حاضر ہو کر بیعت کریں، آپ نے فرمایا: میں جمع و تحریر قرآن میں مصروف ہوں اور قسم کھائی ہے کہ نماز کے علاوہ اس وقت تک دوش پر عبا نہیں ڈالوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع و تالیف نہ کر لوں۔

امیر المومنین نے کتاب خدا جمع کی ایک پارچہ میں لپیٹ کر مہر کی اور لے کر مسجد میں آئے، لوگ ابو بکر کو گھیرے ہوئے تھے، آپ نے بلند اور اونچی آواز میں فرمایا:

اے لوگو! جب سے رسول خدا کا انتقال ہوا ہے میں پہلے ان کے غسل و کفن میں مصروف تھا اسکے بعد قرآن کے جمع و تالیف کرنے میں لگا رہا، اسے مکمل کر کے اس پارچہ میں لپیٹ کر محفوظ کر لیا ہے سنو، توجہ دو کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی مگر رسولؐ نے مجھے سکھایا اور اس کی تعلیم دی، میں نے سب لکھ کر اس پارچہ میں جمع کر دیا ہے۔

انہوں نے جواب دیا، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اس جیسا ہمارے پاس موجود ہے آپ یہ سن کر اپنے گھر واپس آ گئے۔

اس کے بعد عمر بن خطاب نے ابو بکر سے کہا ضروری ہے کہ کسی کو علیؑ کے پاس بھیجو، تاکہ وہ یہاں آ کر تمہاری بیعت کریں جب تک وہ آ کر بیعت نہ کر لیں ہماری اس تشکیل (خلافت) کا اعتبار نہیں اور ہم ان کے اقدام اور ان کی مخالفت سے محفوظ نہیں ہیں۔

ابو بکر نے کسی کو آنحضرت کے پاس بھیجا کہ خلیفہ پیغمبرؐ کی دعوت قبول کر کے اس کے پاس حاضر ہوں۔

امیر المومنین نے فرمایا: کتنی جلدی تم لوگوں نے وصیت اور پیغام رسول خدا کو فراموش کر دیا، کتنی جلدی ان کی تکذیب و مخالفت کی، ابوبکر اور اس کے اطراف کے جانتے ہیں کہ رسول اکرم نے میرے علاوہ کسی کو بھی اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے۔ ابوبکر کے آدمی نے واپس آ کر حضرت علیؑ کا جواب نقل کیا، دوبارہ آدمی بھیجا اور کہلایا کہ امیر المومنین ابوبکر کی بات مانو۔

وہ شخص علیؑ کے پاس آیا اور ابوبکر کی بات، پہنچائی۔

علیؑ نے فرمایا: پیغمبر کو بھی زیادہ وقت نہیں گزرے ہیں ان کی باتیں لوگوں کے ذہن سے ابھی محو نہیں ہوئی ہیں، ابوبکر خود جانتے ہیں یہ لقب امیر المومنین میرے لئے مخصوص ہے، رسول خدا نے ان کو چھ افراد کے ساتھ حکم دیا تھا کہ مجھے امیر المومنین کے لقب سے پکاریں، وہ اور اس کے رفیق عمر بن خطاب جب مستصدر رسول کی طرف متوجہ ہوئے تو پوچھا کیا یہ حکم خدا اور رسول کی جانب سے ہے؟

رسول خدا نے فرمایا: ہاں، یہ لقب خدا و رسول کی طرف سے ہے وہ امیر المومنین سید مسلمین اور صاحب لواء احمد ہے، وہ اپنے دوستوں کو داخل بہشت کر کے اپنے دشمنوں کو جہنم اور اس کی آگ میں داخل کرے گا۔

پھر ابوبکر کے آدمی نے واپس آ کر ساری باتوں کو ان سے نقل کیا اس دن انھوں نے کوئی اقدام نہیں کیا اور خاموش بیٹھ رہے۔ حضرت علیؑ نے پھر شب میں حضرت زہرا کو کھنجر پر سوار کیا حسینؑ کا ہاتھ پکڑا، اتمام حجت اور آخری مرتبہ وظیفہ کی انجام دہی کیلئے رسول اسلام کے ایک ایک صحابی خاص کو اپنی اس خاص خلافت میں مدد کیلئے طلب کیا مگر چار افراد کے علاوہ کوئی تیار نہ ہوا، جب علیؑ نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور اپنے حق کو چھوڑ دیا۔

دوسرے دن عمر نے ابوبکر سے کہا علیؑ اور ان کے چند ساتھیوں کے علاوہ کوئی بھی باقی نہیں ہے اس کام میں سستی روا درست نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ انھیں زبردستی بیعت کیلئے بلاؤ، درانحالیکہ ابوبکر بہ نسبت عمر رفیق قلب و زمتر تھے اور شدت و سختی نہیں کرنا چاہتے تھے، پھر ابوبکر نے کہا اس سخت پیغام کا لے جانے

والا کون ہے؟ عمر نے کہا قنفذ اسکو منتخب کرو، یہ غلیظ سخت دل بے باک بد خو و جفا کار شخص ہے اور قبیلہ بنی تیم سے ہے، اسے کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت علیؑ کے پاس بھیجا ہے۔

قنفذ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جناب امیرؑ کے گھر آیا اور دخول کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اجازت نہ دی اس کے کچھ ساتھی مسجد میں واپس آئے اور حالات سے ابو بکرؓ کو باخبر کیا۔ عمر بھی ان کے ساتھ بیٹھے کچھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ عمر نے کہا واپس جاؤ اگر اجازت نہ دیں تو بے اذن داخل ہو جاؤ۔

وہ واپس آئے اور اجازت چاہی، حضرت زہراؑ نے پشت دروازہ سے فرمایا:

میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہونا تمہارے لئے حرام ہے۔

پھر کچھ لوگ مسجد میں واپس ہوئے اور کلام زہراؑ کو نقل کیا، اس وقت عمر بہت غصہ ہوئے اور کہا ہمارا کیا ہوگا اگر ہم عورتوں سے ڈر جائیں، پھر حکم دیا لکڑیاں جمع کر دو کچھ لکڑیوں کو عمر نے بھی جمع کیا اور اٹھا کر حضرت علیؑ کے گھر کے پاس رکھا، گھر کے اندر حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ اور حضرت حسنینؑ علیہم السلام موجود تھے، عمر نے با آواز بلند کہا خدا قسم! اگر تم باہر نہیں آئے اور خلیفہ رسولؐ کی بیعت نہیں کی تو تمہارے گھر کو آگ لگا دوں گا۔

جب آپ باہر نہیں آئے تو عمر کے حکم سے قنفذ اور اس کے ساتھیوں نے آگ لگا دی اور بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے، جناب امیرؑ نے تلوار اٹھانا چاہی انھوں نے روک دیا، آپ نے ایک تلوار چھین کر دفاع کرنا چاہا لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپ سے تلوار لے کر آپ کی گردن میں رسیاں ڈال دی۔

حضرت زہراؑ بے اختیار سامنے آ گئیں اور علی ابن ابیطالبؑ کو ان بے وفاداران لوگوں سے چھڑانا چاہتی تھیں کہ قنفذ نے اپنا تازیانہ حضرت زہراؑ کے بازو پر مارا وہ ایسا موخر تھا کہ اس کا اثر حضرت زہراؑ پر سلام اللہ علیہا کے بازو پر آخرو تک بازو بند کی طرح باقی رہا۔

پھر ابو بکرؓ نے کسی کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس لاؤ اور زہراؑ کی مخالفت کو روکو، لیکن رسولؐ کی بیٹی نے

حضرت علیؑ کو نہیں چھوڑا اور مجسمہ حقیقت و وفا و عدالت علی ابن ابیطالبؑ کی طرف نداری دیاری کرتی رہیں اور ان کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

قنفذ نے اس مرتبہ زیادہ تندی و سختی دکھائی اور نہایت ہی قساوت قلبی و تیزی سے دختر پیغمبرؐ کو درو دیوار کے درمیان مثل دیا، جس کے سبب ان کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور بچہ شکم سے ساقط ہو گیا، اس حالانہ مصیبت سے آخر وقت تک آپ مریض رہیں۔

حضرت علیؑ کو کھینچے ہوئے مسجد میں لے گئے، ابو بکر تھے اور عمر اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے حکم کے منتظر تھے خالد ابن ولید، ابو عبیدہ، مغیرہ بن شعبہ، اسید ابن خضیر اور بشیر ابن سعد وغیرہ بھی ابو بکر کے اطراف بیٹھے تھے۔

حضرت علیؑ کہہ رہے تھے بخدا قسم! اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم لوگ مجھ پر غالب نہیں ہو سکتے تھے، بخدا قسم! میں مبارزہ و مجاہدت اور انجام وظیفہ کے اعتبار سے اپنے کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ انجام وظیفہ میں ہرگز میں نے کوئی کوتاہی و سستی نہیں کی ہے اگر میرے ساتھ چالیس افراد ہوتے تو میں تمہارے اس حکومت و اجتماع کے نقشہ کو الٹ دیتا، خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جنہوں نے کل میری بیعت کی تھی اور آج اسے توڑ دیا، عمر نے تیز آواز میں کہا بیعت کرو معطل نہ کرو۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟

عمر نے کہا، اس صورت میں آپ کو ذلت و حقارت کے ساتھ قتل کر دیں گے، امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس وقت تم بندۂ خدا اور برادر رسول خدا کو قتل کرو گے، ابو بکر نے کہا ہم سب بندۂ خدا ہیں لیکن برادر رسول ہونا معلوم نہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا تم انکار کر سکتے ہو کہ پیغمبرؐ نے تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور مجھے اپنا بھائی بنایا؟

پھر فرمایا: اے مہاجرین و انصار! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے سنا نہیں تھا کہ رسولؐ نے غدیر

میں میرے بارے میں کیا کہا تھا؟ کیا تم نے نہیں سنا، کہ غزوہ تبوک میں کیا فرمایا؟

کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کیلئے ہارون تھے یہاں پر آپ نے انھیں وہ سب کچھ یاد دلایا جو مجمع عام میں آپ کے بارے میں پیغمبرؐ نے فرمایا تھا، سب لوگوں نے کہا یہ باتیں درست ہیں۔

ابو بکر نے احساس کیا کہ حاضرین متاثر ہو رہے ہیں ممکن ہے کہ لوگ ان کی طرفداری وادرا دکیلئے کھڑے ہو جائیں فوراً کہا جو کچھ آپ نے کہا سب نے سن لیا اور ہم نے دل میں بیٹھالیا مگر میں نے پیغمبرؐ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم وہ خاندان کے ہیں کہ خدا نے ہم کو منتخب کیا ہے فضیلت وکرامت ہمارے لئے مخصوص کی ہے ہمارے لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور خدا ہمارے خاندان میں نبوت و خلافت کو جمع نہیں کریگا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا کسی نے یہ بات رسولؐ خدا سے سنی ہے؟ عمر نے کہا خلیفہ رسولؐ صحیح کہتے ہیں ہم نے بھی سنی ہے، ابو عبیدہ و سالم و معاذ ابن جبل نے بھی کہا صحیح ہے ہم نے ایسا ہی کہتے سنا ہے۔
امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کتنی بڑی بات ہے کہ تم اس عہد و پیمانہ کا اجرا کر رہے ہو جو تم نے باہم خانہ کعبہ میں کیا تھا کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد منافق کوان کے خاندان سے دور کر دیں گے۔

ابو بکر نے کہا، آپ یہ باتیں کیسے کہہ رہے ہیں؟ امیرالمومنینؑ نے فرمایا:
اے سلمان، اے زبیر، اے مقداد، میں تم کو خدا اور حقیقت اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم نے رسولؐ خدا سے ایسی باتیں سنی ہیں اور کیا یہ بھی آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ پانچ اشخاص بنام فلاں فلاں نے ایک عہد نامہ لکھا ہے اور ایک دوسرے سے عہد و پیمانہ کیا ہے کہ میرے بعد خلافت علیؑ کی مخالفت کریں؟

ان تین افراد نے کہا ہاں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں، امیرالمومنینؑ نے فرمایا: میں نے اس دن رسولؐ خدا سے پوچھا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسولؐ اللہ، ایسی حالت میں میرا وظیفہ کیا ہے؟
فرمایا اگر بارود دگا رٹل جائیں تو اپنے مخالفین سے مقابلہ و جہاد کرنا ورنہ اپنے خون کی حفاظت کر کے

گھر میں خاموش بیٹھ جانا۔

آگاہ ہو جاؤ بخدا قسم! اگر چالیس افراد نے بھی حقیقت و خلوص نیت سے خدا کیلئے میری بیعت کی ہوتی تو ہرگز نجات یافتہ کوئی بھی ایسا دعویٰ خلافت نہیں کر سکتا تھا، پھر قبر رسول کی جانب رخ کر کے فرمایا:

اے میرے بھائی! آپ کی امت نے مجھے ضعیف و بے یاور کر دیا ہے قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔ انھوں نے علی کے ہاتھ کو مل کر زبردستی ابوبکر کے ہاتھ پر رکھا، حضرت علی نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اسی عالم میں لوگوں نے شور مچایا، علی نے بیعت کر لی، علی نے بیعت کر لی، ان کے بعد زبیر سے کہا بیعت کرو انھوں نے انکار کیا۔

عمر بن خطاب، خالد ابن، مغیرہ ابن شعبہ اور دوسروں نے ان کو گھیر لیا اور تلوار چھین کر زمین پر رکھا کر توڑ دیا۔ زبیر جمعیت کے سامنے مغلوب ہو گئے خصوصاً عمر انھیں دبائے ہوئے تھے، زبیر نے کہا اے صہباک کے بیٹے اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو ہرگز مجھ پر غلبہ نہیں پاسکتے تھے، زبیر نے بھی بیعت کر لی۔ مسلمان کہتے ہیں: انھوں نے پھر مجھے گھیرا اس وقت میری گردن پر تیز وار کر رہے تھے میرے ہاتھوں اور پیردوں کو باندھے ہوئے تھے، میری بھی بیعت ہو گئی، پھر مقداد، ابوزر سے زبردستی بیعت لی گئی۔

ہم میں سے زبیر سب سے تیز و تند آدمی تھے، اس کے بعد زبیر نے کہا اے صہباک کے بیٹے خدا کی قسم سن لے اگر تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو اس گروہ میں سے کوئی بھی تیری طرفداری و یاری نہ کرتا، ممکن نہیں تھا کہ تو مجھ پر فوقیت و تقدیم رکھتا کیوں کہ تو ایک بزدل و مضطرب آدمی ہے آج ان کو اپنے اطراف دیکھ رہا ہے تو ان کی طاقت کے بل بوتے پر مجھ پر حملہ کر رہا ہے، عمر اس بات سے غصہ ہوئے اور کہا تم میری ماں کا نام لے رہے ہو؟ زبیر نے کہا کیا صہباک کوئی غیر معروف عورت تھی وہ ایک جھشی کینز تھی جس سے دو افراد نے زنا کیا تھا اسی سے تمہارا باپ خطاب پیدا ہوا تھا ابوبکر نے اس تذکرہ کو روکا اور سب خاموش ہو گئے سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے مسلمان سے پوچھا آپ نے کچھ نہیں کہا جواب دیا ہاں میں نے کہا: اے ابناء الوقت! تمہارے لئے ہلاکت ہے کیا تم جاننے ہو کہ اپنے نقصان و ضرر کیلئے تم نے کیسے قدم

اٹھائے ہیں؟ تم نے گزشتہ امتوں کی طرح کیا کام کیا ہے؟ انھیں کے مثل تم نے خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے۔

اور تم نے اپنے پیغمبر کی رفتار و گفتار کی مخالفت کر کے خلافت و ولایت کو اس کے اہل و مرکز سے خارج اور دور کر دیا ہے اس کے بعد سلمان، و ابوزر، و مقداد کا عمر سے مباحثہ ہوا جس کو نقل نہیں کیا گیا ہے۔

تأثرات حضرت زہرا

امام صادقؑ سے روایت ہے: کہ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ اپنے گھر سے باہر آئیں اور ہاشمی عورتوں کے گہرے میں اپنے بابا رسول خدا کی قبر پر بیٹھی در انحالیکہ علیؑ ابھی گھر میں واپس نہیں ہوئے تھے اور تازہ خلیفہ ابو بکر کی تختیوں سے فرصت نہیں ملی تھی۔

حضرت زہراؑ نے مسجد میں لوگوں سے کہا: میرے ابو الحسنؑ کو چھوڑ دو، اس پروردگار کی قسم جس نے میرے بابا محمد کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اگر انھیں نہ چھوڑا تو اپنے بالوں کو پریشان کر کے اپنے بابا کے پیراہن کو اپنے سر پر رکھ لوں گی اور خدا کو اپنی مدد کیلئے بلاؤں گی، ہرگز صالح نبی میرے بابا سے اور ناتمہ صالح مجھ سے اور میرے بچوں سے زیادہ خدا کے نزدیک و محبوب نہ تھے۔

جناب سلمان کہتے ہیں کہ میں حضرت زہراؑ کے قریب کھڑا تھا بخدا قسم! میں نے دیکھا کہ دیوار و دستون مسجد متحرک ہو گئے، میں نے شہزادی کے مزید نزدیک جا کر عرض کیا اے میری بی بی! خدا نے آپ کے بابا کو لوگوں کے درمیان رحمت بنا کر بھیجا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ امت پر عذاب اور ان کی بربادی کی طالب ہو جائیں۔

اسامہ کی بیعت کا واقعہ

جب ابو بکر کو سفیدہ کے اختلافات و کشمکش سے فرصت ملی تو عمر بن خطاب نے کہا، بہت جلد اسامہ کو ایک خط لکھو کہ تمہارے پاس آ کر تمہاری بیعت و موافقت کرے کیونکہ اس کی بیعت زیادہ مفید و موخر ہے اور اشتباہات و اعتراضات کو رفع کرے گی۔

ابو بکر نے خط لکھا، خلیفہ رسول خدا، ابو بکر کبیر سے اسامہ ابن زید کی جانب۔

اما بعد: جب میرا خط تمہارے ہاتھ میں پہنچے تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس آ جاؤ کیونکہ تمام مسلمان میرے ساتھ ہیں اور مجھے اپنا پیشوا مان چکے ہیں، ہاں تم مخالفت نہ کرنا کہ یہ نافرمانی کا سبب ہوگا بصورت انکار تم وہ دیکھو گے جس کا تمہیں انتظار نہیں ہے۔ (والسلام)

اسامہ ابن زید نے خط کے جواب میں لکھا: عامل رسول خدا، اسامہ ابن زید (درغزوہ شام) کبیر سے آپ کا نامہ مجھے ملا۔

لیکن خط کے پہلے حصہ کا مضمون آخری حصہ سے مختلف و متضاد ہے۔ آغاز کلام میں لکھا کہ میں خلیفہ رسول خدا ہوں، پھر دعویٰ یہ ہے کہ مسلمان آپ کے اطراف جمع ہوئے اور آپ کو اپنا ولی بنا دیا ہے اور آپ کی ریاست و امارت سے راضی ہو گئے ہیں۔

شاید تم اس بات کو بھول گئے کہ میں اور میرے تمام ساتھی بھی مسلمان ہیں بخدا قسم! ہرگز ہرگز ہم آپ کی ولایت و خلافت سے راضی نہیں ہیں۔

سن لو! حق اس کے اہل و مالک کو دیدہ، انھیں ان کے حق سے محروم نہ کرو کیا تم نے رسول کی وصیت اور روز غدیر کے عہد و پیمانہ کو فراموش کر دیا ہے؟

کیا رسول خدا نے میرے حکم کی اطاعت تم پر اور تمہارے رفقاء پر واجب نہیں کی تھی؟

کیونکہ آپ نے میرے حکم کی مخالفت کی اور میری سرداری کے دائرہ سے خارج ہو کر مدینہ واپس چلے گئے؟ کیا تم تصدیق نہیں کرتے کہ آخر وقت تک رسول خدا نے مجھے معزول نہیں کیا تھا؟ پس میری اجازت کے بغیر مدینہ میں مقیم ہوئے؟

جب ابو بکر نے اسامہ کے خط کو پڑھا تو بڑی طرح اہل گئے اور اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب نے کہا جس پیرا میں سے خدا نے تمہارے جسم کو آراستہ کیا ہے اپنے جسم سے مت اتارو، ورنہ بچھتاؤ گے اور کوئی چارہ نہ ہو گا ضروری ہے کہ متعدد خطوط اور مسلسل پیغام کے ذریعہ ان سے اصرار کرو اور دوسروں کو بھی اکساؤ کہ وہ اسامہ کو لکھیں کہ مسلمانوں کے اختلاف و افتراق کا سبب نہ بنو اور جیسا دوسرے لوگوں نے کیا ہے تم بھی ویسا ہی کرو اور جمعیت و گروہ مسلمین سے اپنے کو خارج نہ کرو۔

پس ابو بکر اور دوسرے منافقین نے اسی مضمون کا خط اسامہ کو لکھا جس میں یاد دہانی کرائی گئی تھی کہ فتنہ و اختلاف پیدا کرنے سے بچو تاہم مسلمانوں کا لحاظ کرو، درست و صحیح رائے اور قوم کے سرداروں کے نظریہ کی مخالفت نہ کرو۔

جب یہ خطوط اسامہ کو ملے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور علیؑ کے حوٹے اور پوچھا یہ حادثہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

جیسا تم دیکھتے ہو ویسا ہی ہے، پوچھا کیا آپ نے بیعت کر لی ہے؟

امیر المؤمنین: ہاں، اسامہ، آپ نے بیعت اختیار کی یا جبراً کرنا ہوتا۔

امیر المؤمنین: مجھے مجبور کیا گیا (میرے ہاتھ کو زبردستی ان کے ہاتھ پر رکھ دیا) پھر اسامہ ابو بکر کے گھر

آئے اور خلیفہ مسلمین کے لحاظ سے ان کو سلام کیا۔ ابو بکر نے اس کے سلام کے جواب میں کہا، اے امیر! تم پر میرا سلام ہو۔

ابوبکر کا خط اپنے باپ کے نام

بیان کیا گیا ہے کہ جب پیغمبر کی وفات ہوئی اور ابوبکر خلیفہ ہوئے اس وقت ان کے باپ طائف میں تھے۔ ابوبکر نے اس طریقہ سے ان کو خط لکھا۔

از جانب خلیفہ رسول خدا بسوئے ابوقحافہ۔ لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کیا ہے اور راضی ہو گئے ہیں، آج میں خلیفہ خدا ہوں، آپ یہاں تشریف لائیں آپ کی مسرت و خوشی کے اسباب مہیا ہیں آپ کی آنکھیں روشن ہوں گی۔

جب ابوقحافہ کو خط ملا تو قاصد سے پوچھا، لوگوں نے علی ابن ابیطالب کی بیعت کیوں نہیں کی؟

اس نے جواب دیا کہ علی جوان ہیں انھوں نے بہت سے قریش اور دوسرے لوگوں کو قتل کیا ہے جس کے سبب ان کے دشمن زیادہ ہیں لیکن ابوبکر پیر مرد اور تجربہ کار ہیں۔

ابوقحافہ نے کہا: اگر بڑھا پا اور میری معیار خلافت ہے تو میں اس کا باپ ہوں، میری عمر اس سے زیادہ ہے انصاف یہ ہے کہ علی ابن ابیطالب پر ظلم کیا گیا کیونکہ رسول خدا نے ان کی بیعت کا عہد و پیمانہ ہم سے لیا تھا پھر ابوبکر کے خط کا جواب دیا۔

از جانب ابوقحافہ اپنے بیٹے ابوبکر کی طرف:

لما بعد! تمہارا خط ملا یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بغیر سوئے سمجھے لکھ دیا ہو کیونکہ اس کا ایک جملہ دوسرے جملہ کے مخالف و متضاد ہے ایک مرتبہ لکھا میں خلیفہ رسول خدا ہوں، دوبارہ لکھا میں خلیفہ خدا ہوں پھر لکھا کہ لوگوں نے خلافت دیا اور راضی ہوئے۔

تمہارا یہ کام بہت مشکوک و مشتبہ ہے مبادا تم ایسے امور میں داخل ہو جاؤ کہ جس سے نکلنا اور نجات پا: بہت دشوار ہے، یاد رکھو کہ اس کا انجام ندامت و ملامت اور آتش دوزخ ہے۔

ہاں ہر امر کے ورود و خروج کا راستہ ہے اور مردعاقل کو دخول سے قبل خروج کی حالت اور نتیجہ کی بدقت جستجو و بررسی کر لینا چاہئے۔ میری نگاہ میں اس امر بزرگ میں تم کو نہیں پڑنا چاہئے اور مقدم و ادولی شخص کی موجودگی میں یہ جگہ خالی چھوڑ دینا چاہئے۔

اپنی حفاظت کرو اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس مقام کو اس کے لئے چھوڑ دو، جان لو کہ آج اس کو چھوڑ دینا بہت اہل و آسان ہے۔

امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابو بکر کا کلام

عامر شحسی سے روایت کی گئی ہے، اس نے عمرو ابن زبیر، انھوں نے زبیر ابن عوام سے کہ جب ابو بکر منصب خلافت پر فائز ہوئے کچھ منافقین نے کہا علی ابن ابیطالبؑ پر ابو بکر مقدم ہو گئے اور ابو بکر اس خلافت کیلئے علی ابن ابیطالب سے اولویت رکھتے ہیں۔ ابو بکر نے جب یہ بات سنی تو کہا وہ خاموش ہو جائے جو راہ دین سے منحرف ہو گیا، جیسے اپنی رفتاراً، گفتار کا خیال نہیں ہے، آداب محبت و شرائط مودت کی رعایت نہیں کرتا، اس جماعت نے مجبوراً ایمان کا اظہار کیا ہے اور نفاق و عداوت کو دلوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے، وہ سب شیطان کے پیرو ہیں، تم ایسا سمجھتے ہو کہ یہ میرا اعتقاد ہے کہ منصب خلافت کیلئے میں علی ابن ابیطالب سے بہتر و برتر ہوں۔

میں ایسا دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں، جبکہ جو سبقت و خصوصیت اور قربت ان کیلئے ہے میرے لئے نہیں ہے، انھوں نے اس وقت ایمان قبول کیا اور خدا کی عبادت کی جب میں کافر تھا، اس وقت وہ پیغمبر اسلام کے دوست و موافق تھے جب میں دشمن و مخالف تھا، انھوں نے سعادت و خوش بختی میں مجھ پر سبقت کی اگر میں تسامح کر کے غفلت کروں پھر بھی ممکن نہیں کہ ان تک پہنچ سکوں، بخدا قسم! علی ابن ابیطالب پر دروگاہ کی محبت اور تعلق و قربت رسول اکرمؐ ہندی ایمان کے اعتبار سے ایسا مقام رکھتے ہیں کہ گزشتہ آئندہ میں سے کوئی بھی کتنی کوشش کرے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

انھوں نے راہ خدا میں جان دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا، اپنے چچا زاد بھائی رسول خدا سے بے انتہا محبت کرتے تھے تمام حادثات، مشکلات و مصائب کو مسلمانوں سے مخلصانہ و دوستانہ برطرف کرتے۔

وہ شہادت کو دور کرنے والے ہیں، وہ مخالف ہدایت کے راستوں کو مسدود کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ شکر و نفاق سے متقابلہ کر کے حقیقت کو روشن کرتے ہیں، وہ دوسروں سے پہلے رسول خدا سے ملتی ہوئے،

وہ سب سے پہلے میدان جنگ میں قدم رکھتے، علم و فہم ان کے وجود میں جمع ہے، صفات حسہ، معارف و حقائق ان کے قلب میں جاگزیں ہیں جو کچھ ان کے دست و سینہ میں ہے اس کو انفاق اور صرف کرتے ہیں، کیسے کوئی ان کے مقام و منزلت کی آرزو کر سکتا ہے جبکہ اسے خدا اور اس کے رسولؐ نے ولایت مومنین اور امامت امت کیلئے نصب و معین کیا ہے، میں نے خود رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ جو ان کی پیروی و اطاعت کرے ہدایت و خوش بختی اس کا نصیب ہے جو ان کی مخالفت و نافرمانی کرے وہ ہلاکت سے نزدیک ہوگا، جو اسے دوست رکھے وہ سعادت مند ہے جو اس سے دشمنی رکھے وہ رحمت خدا سے دور ہے۔

اگر کوئی علیؑ ابن ابیطالب کو دوست نہیں رکھتا تو نہ رکھے لیکن ان سے دوستی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خدا کی مخالفت نہیں کی، خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی، اور لوگ وفات رسولؐ کے بعد ان کے محتاج ہیں، ان کی محبت کے وجوب کے اسباب کا کوئی شمار نہیں ہے، علیؑ ابن ابیطالب رسولؐ کے نزدیک رشتہ داروں اور اہل بیت میں سے ہیں، وہ تمام چھوٹے بڑے موضوعات کے عالم ہیں، وہ ہر حال میں راضی و خوشنود ہیں، وہ حادثات و واقعات کے مقابل صابر و متحمل ہیں وہ لوگوں سے برابری و مساوات کا سلوک کرتے ہیں، وہ صاحب لواء محمد ہیں، وہ روز قیامت کے ساتھی ہیں ان میں تمام خوبیاں اور سارے علوم جمع ہیں، وہ خدا و رسولؐ کی قربت کا وسیلہ ہیں، ان کے صفات و مقامات حد و شمار سے باہر اور درک و وصف سے بالاتر ہیں، آگاہی رکھنے والے تمنا کرتے ہیں کہ علیؑ ابن ابیطالب کے قدموں کی خاک پاک ہو جائیں۔

امیر المؤمنین وعباس ابن عبدالمطلب

ابورافع سے روایت ہے کہ میں ابوبکر کے سامنے بیٹھا تھا اسی وقت علی ابن ابیطالب اور جناب عباس پیغمبر کی میراث کے سلسلہ میں اختلاف کرتے ہوئے وارد دربار ہوئے۔

ابوبکر نے حاضرین کی طرف رخ کر کے کہا تمہارے لئے یہ کوتاہ قدر ﴿علی ابن ابیطالب﴾ بلند قدر ﴿عباس﴾ کے مقابلہ میں کافی ہیں۔

جناب عباس نے کہا میں پیغمبر کا چچا اور ان کا وارث ہوں اور یہ علی ابن ابیطالب میرے بھائی کے بیٹے اور پیغمبر کے چچا کے بیٹے ہیں جو مجھے میراث رسول سے روگ رہے ہیں۔

ابوبکر نے کہا اے عباس! آپ اس وقت کہاں تھے جب پیغمبر نے تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کیا تھا جس میں آپ بھی شامل تھے، پھر فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے گا، وہی میرا وصی و خلیفہ ہوگا، وہی میرے قرض کو ادا کرے میرے وعدوں کو پورا کرے گا، پس سوائے علی ابن ابیطالب کے آپ سب نے انکار کر دیا تھا اور پیغمبر نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا: تم میرے خلیفہ ہو۔

جناب عباس نے کہا تو اس مقام پر آپ کیوں بیٹھ گئے؟ علی ابن ابیطالب کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ اور بچے کو امیر و حاکم کیوں بنا دیا؟ ابوبکر نے کہا اے فرزند ان عبدالمطلب! مجھے چھوڑ دو۔

امارت و ولایت کے موضوع پر ابو بکر کی گفتگو

رافع ابن ابورافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو بکر کے ساتھ سز کر رہا تھا میں نے کہا مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیجیے جس کے ذریعہ خداوند متعال مجھے خیر و نفع عطا کرے؟ ابو بکر نے کہا۔

میرا خود بھی یہی ارادہ تھا چاہے تم سوال نہ کرتے پھر کہا ہرگز خدا کا شریک نہ قرار دو، نماز کی پابندی کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، حج و عمرہ ترک نہ کرو، دو مسلمان کی بھی حکومت و فرائض نہ قبول نہ کرو۔

اس وقت میں نے کہا نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے بارے میں جو کچھ آپ نے کہا میں اس پر عمل کروں گا لیکن موضوع امارت و حکومت، میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے ثروت و شرف اور قربت رسول کی عزت و منزلت اسی حکومت کے ذریعہ حاصل کی ہے۔

ابو بکر نے کہا تم نے مجھ سے نصیحت کا تقاضا کیا جو کچھ معلوم تھا بتا دیا خلوص نیت کے علاوہ کوئی مقصد نہیں، ابورافع طائی کہتے ہیں کہ پیغمبر کے انتقال کے بعد جب ابو بکر نے حکومت سنبھالی میں نے ان سے آ کر کہا کیا آپ نے مجھے دو مسلمان پر بھی حکومت کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟

ابو بکر نے کہا ہاں! میں نے کہا پھر آپ نے کیسے قبول کر لیا؟ اور امت محمد پر بھی حاکم بن گئے؟

انھوں نے کہا لوگ اختلاف میں گرفتار ہو گئے، مجھے خوف ہوا کہ لوگ گمراہ و منحرف نہ ہو جائیں پھر

لوگوں نے مجھ سے قبولیت کا تقاضا کیا میرے پاس قبولیت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

فدک کے بارے میں علیؑ کا ابو بکر سے احتجاج

حماد ابن عثمان نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ جب ابو بکر کی بیعت کر لی گئی اور مہاجرین و انصار پر ان کی حکومت و امارت پابند ہو گئی تو اپنی طرف سے کسی کو سرزمین ”فدک“ بھیجا کہ وہاں سے حضرت زہراؑ کے نمائندوں کو خارج کر دے۔

حضرت فاطمہؑ نے آن کر ابو بکر سے فرمایا: میرے بابا کی میراث سے مجھے کیوں محروم کیا اور باغ فدک سے میرے نمائندوں کو کیوں نکالا؟ جبکہ میرے بابا نے حکم خدا سے یہ زمین مجھے بخشی تھی۔ ابو بکر نے کہا گواہی پیش کیجئے؟

حضرت زہراؑ نے گواہی کی خاطر ام ایمن کو حاضر کیا، ام ایمن نے کہا! گواہی دینے سے قبل میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تم مانتے ہو کہ رسول خدا نے میرے بارے میں فرمایا ہے، ام ایمن جنت کی عورتوں میں سے ہے، ابو بکر نے کہا! ہاں، پھر ام ایمن نے کہا جب آیت ﴿فَات ذَالْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے باغ فدک حضرت زہراؑ کو عطا فرمایا اور اسے ان سے مخصوص کر دیا۔

پھر حضرت علیؑ بھی حاضر ہوئے اور جیسی گواہی ام ایمن نے دی تھی، ویسی ہی گواہی آپ نے بھی دی۔ پس ابو بکر نے جناب فاطمہ زہراؑ کو ایک خط لکھ کر دیا۔ اسی وقت عمر بن خطاب آ گئے، فاطمہ کے دست مبارک میں تحریر دیکھ کر مضمون کے بارے میں استفسار کیا، ابو بکر نے سارا ماجرا اور خط کا مضمون بیان کیا۔

عمر بن خطاب نے جناب فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ سے خط لے کر پھاڑ دیا۔

حضرت زہراؑ محزون و مغموم وہاں سے نکل آئیں۔ پھر حضرت علیؑ نے مسجد میں آ کر ابو بکر کو کچھ مہاجرین و انصار کے سامنے فرمایا! تم نے رسولؐ کے دیئے حق کو فاطمہؑ سے کیوں لے لیا اور ان کے مخصوص حق و ملکیت سے انہیں کیوں محروم کر دیا؟

ابوبکر نے کہا یہ زمین تمام مسلمانوں کا مال غنیمت ہے اگر فاطمہؑ گواہی پیش کر سکیں اور ثابت کر دیں کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں انھیں بخش دیا تھا، تو ان کا مالک ہونا ثابت ہوگا ورنہ ان کیلئے مخصوص نہیں ہوگا۔

علی ابن ابیطالب نے فرمایا: کیا حکم خدا کے خلاف بات کرنا چاہتے ہو؟ ابوبکر نے کہا نہیں۔

امیر المؤمنین نے فرمایا: اگر کسی مسلمان کے ہاتھ میں کوئی مال ہو، میں دعویٰ کروں کہ یہ میری ملکیت ہے تو دلیل تم مجھ سے مانگو گے یا اس سے جو کہ اس مال میں متصرف ہے؟

ابوبکر نے کہا: ہینا آپ سے گواہی کا مطالبہ کروں گا۔

امیر المؤمنین نے فرمایا: پھر فاطمہؑ سے گواہی و دلیل کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو؟ جبکہ باغ فدک حیات پیغمبرؐ سے آج تک فاطمہؑ کے تصرف و ملکیت میں ہے اور دوسرے مسلمان اس کے مدعی ہیں، ان سے دلیل کیوں نہیں مانگتے؟ ابوبکر خاموش ہو گئے، جواب سے عاجز رہے۔

عمر نے کہا اے علی! اپنی باتوں کو ختم کرو، ہم تم سے مباحثہ و مناظرہ کی قدرت نہیں رکھتے، آپ کو دلیل قائم کر کے اپنی ملکیت ثابت کرنا چاہئے ورنہ اس زمین میں آپ کا کوئی حق نہیں ہوگا؟

امیر المؤمنین نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تم سے پوچھتا ہوں، آپ یہ تطہیر کس کے لیے نازل ہوئی ہے؟ ابوبکر نے کہا: خاندان پیغمبرؐ اور آپ کی شان میں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا:

اگر کچھ لوگ دختر رسولؐ فاطمہؑ کے رجس و فحش کے بارے میں گواہی دیں تو کیا کرو گے؟ ابوبکر نے کہا: اس وقت فاطمہؑ پر حد جاری کروں گا۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا: اس صورت میں تم نے حکم خدا اور دستور رسولؐ خدا کے خلاف عمل کیا ہوگا اور اگر تم نے ایسا کر دیا تو کافر ہو جاؤ گے۔

ابوبکر نے کہا کیسے؟ علی ابن ابیطالب نے فرمایا:

اولاً خداوند عالم نے طہارت فاطمہؑ زہرا کی اسی آیت میں گواہی دی ہے اور ان کو ہر طرح کی رجس و برائی سے پاک کیا ہے اور تم لوگوں کی گواہی کو خدا کی گواہی پر مقدم کر رہے ہو۔

ثانیاً: رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: دلیل و گواہی مدعی کی ذمہ داری ہے، بدعا علیہ صرف قسم کھانے کا ہے۔ تم

اس حکم سے منحرف ہو رہے ہو اور باغِ مذک جو فاطمہ کے تصرف میں ہے اور دوسرے لوگ اس پر دعویٰ کر رہے ہیں پھر تم فاطمہ ہی سے دلیل و شاہد کا مطالبہ کر رہے ہو یہ حکم خدا اور قانونِ اسلام کے خلاف کام کر رہے ہو۔ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے لوگ علی کے کلمات سے بہت متاثر و متعجب ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے بخدا قسم اعلیٰ ابن ابیطالب صبحِ درست کہہ رہے ہیں، یہ کہہ کر آپ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد جناب فاطمہ زہرا مسجد میں داخل ہوئیں اور اپنے بابا رسولِ خدا کی قبر کا طواف کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

ترجمہ: آپ ہمارے درمیان سے چلے گئے ہمارا حال اس زمین کی مانند ہو گیا ہے جس پر مفید بارش نہیں برتی، آپ کی امت نے اختلاف کیا، آپ ان کے امور کے گواہ رہنے کا آپ کے بعد جھوٹی اور اختلافی حدیثیں بیان کی گئیں، اگر آپ ہوتے تو لوگوں کے امور اتنے سخت نہ ہوتے کچھ لوگ تند نگاہی سے ہمارے مقام و منزلت کو ہلکا سمجھ رہے ہیں، آپ کے جدا ہوتے ہی ہم پر ظلم و ستم ہونے لگے۔ جب تک ہم زندہ ہیں آپ پر گریہ کرتے رہیں گے اور جب تک ہماری آنکھوں میں آنسو ہیں روتے رہیں گی۔

علی ابن ابیطالب و خالد ابن ولید

ابوبکر مسجد سے نکلے اور اپنے گھر چلے گئے، پھر عمر بن خطاب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تم نے دیکھا کہ آج علی سے ہماری گفتگو کس انداز میں ختم ہوئی؟ اگر چند دن ایسی ہی بحث و گفتگو ہو جائے تو یقیناً ہمارے امور متزلزل اور ہماری حکومت و امارت کی بنیاد کمزور و خراب ہو جائے گی، اس بارے میں تم کیا کہتے ہو تمہاری رائے کیا ہے؟ عمر بن خطاب نے کہا میری نگاہ میں ان کا وجود ہمارے آرام اور ہماری ترقی کیلئے مانع و رکاوٹ ہے اس کی فکر کرنا چاہئے۔

ابوبکر نے کہا یہ کام کیسے ہو سکتا ہے؟ عمر نے کہا بہت آسان ہے خالد ابن ولید کے ذمہ کر دو۔ آدمی بھیج کر خالد کو بلایا گیا، ابوبکر نے خالد کی طرف رخ کر کے کہا ایک بہت بڑا کام تمہارے حوالہ کرنا چاہتا ہوں، خالد نے کہا جو کہنے حاضر ہوں، چاہے قتل علی ہی ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا مقصد یہی ہے، خالد نے کہا جیسی رائے دیں میں عمل کروں گا۔

ابوبکر نے کہا مسجد میں علی کے بازو میں بیٹھ جاؤ جیسے ہی میں نماز تمام کروں فوراً ان کی گردن مار دو۔ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر نے یہ باتیں سن کر اپنی کنیز سے کہا کہ فاطمہ بنت رسول کے گھر جاؤ اور یہ پیغام کہہ دو۔

آیت کا ترجمہ: کچھ لوگوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا ہے آپ شہر سے باہر چلے جائیں میں آپ کی خیر خواہ ہوں۔ علی ابن ابیطالب نے فرمایا:

اسماء سے کہہ دو کہ خدا انھیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دے گا، پھر گھر سے باہر آئے اور مسجد میں جا کر خالد ابن ولید کے بازو میں بیٹھ گئے۔

ابوبکر نے نماز شروع کی جب شہد پڑھ چکے تو اپنے حکم پر نادوم و پشیمان ہوئے اور اتنا بے چین ہوئے

کہ بے اختیار سلام پڑھنے سے پہلے ہی خالد کو متوجہ کر کے کہا جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اس پر عمل نہ کرنا۔
 امیر المؤمنین نے جیسے ہی نماز تمام کی خالد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا بتاؤ ابو بکر نے کیا حکم دیا تھا؟
 خالد نے کہا آپ کی گردن مارنے کا حکم دیا تھا، اگر سلام سے پہلے منع نہ کیا ہوتا تو آپ کو قتل کر دیتا۔
 یہ سن کر علی ابن ابیطالب نے خالد کو پکڑ کر بہت زور سے جھنجھوڑا اور زمین پر پینچ دیا، لوگ علی کی طرف
 دوڑے اور قسم دے کر خالد کو چھڑایا۔ پھر عمر کے گلے کو زور سے دبا کر فرمایا: اے صہبائے کرام! اگر
 وصیفت رسولؐ نہ ہوتی تو تجھے معلوم ہو جاتا کہ ہم میں کون کس زور بے یار و مددگار ہے۔

غصب فدک کے بعد ابو بکر کے نام علی کا خط

نجات کی کشتیوں کے سینوں سے فتنہ و فساد کی امواج کو چیر ڈالو، خواہش پرست و مکار لوگوں کے ساتھ خود پسند لوگوں کے غرور و تکبر کے تاجوں کو نیچے گرا دو، مبداء فیض و نور سے استفادہ کر کے صرف اسی مبداء کی طرف متوجہ رہو، نفوس طاہرہ کی میراث انھیں واپس کر دو، جہالت غفلت و حیرت کے احاطہ سے باہر آ جاؤ، میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم بچلی کے گرد گھومنے والے چشم بستہ اونٹ کی طرح سرگردان و حیران پھر رہے ہو۔

خدا قسم! اگر مجھے اجازت ہوتی تو تیار شدہ فصل کو تیز و آہنی ہنسیا سے کاٹنے کی طرح تمہارے سروں کو جسموں سے جدا کر دیتا اور تمہارے دلیروں کے کاسہء سر کو ایسے بھوڑ دیتا جیسے تمہاری آنکھیں مجروح ہو گئی ہوں اور تم سب کے سب حیران و وحشت زدہ ہو جاتے، میں وہی ہوں جس نے جمہیت کثیر کو پراگندہ کر دیا، لشکروں کو نیست و نابود کر دیا، تمہارے نظام حکومت کو درہم برہم کر دیا، ہمیشہ میدان جنگ میں ہمیشہ مشغول جہاد و مقابلہ رہا اور تم اپنے گھروں میں اعکاف کئے بیٹھے رہے، میں کل تک شب و روز پیغمبر کے ساتھ ساتھ تھا اور تم سب میری رفتار و گفتار سے آگاہ ہو۔

تم نے میری منزلت و بلندی کی تصدیق کی، اپنے باپ کے جان کی قسم! تم نہیں چاہتے کہ نبوت و خلافت ہمارے خاندان میں جمع ہو جائے، ابھی تم نے بدر و حنین کی دشمنیوں کو فراموش نہیں کیا ہے۔

بخدا قسم! اگر تم سے ان باتوں کو بنا دوں جو خداوند عالم نے تمہارے لئے مقدر تحریر کیا ہے تو اضطراب و بے چینی کے سبب تمہاری ہڈیوں کے دندان چبکی کے دندانوں کے داخل کی طرح سے تمہارے جسموں کے اندر گھس جائیں گی، میں اگر کچھ کہوں تو تم اسے حسد پر محمول کرتے ہو اگر خاموش ہو جاؤں تو کہو گے کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا، افسوس افسوس! مجھے موت کا اس سے زیادہ شوق ہے جتنا شیر خوار بچہ کو ماں

کے پستان سے ہوتا ہے، میں نے ہی دشمنوں کو شربت مرگ کا مزہ چکھایا تھا، میں ہی جنگ کے میدانوں میں دو سنگین تلواریں اور دو بلند نیزوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا، میں ہی معرکوں میں موت کا استقبال کرتا، مجھے موت کا ذرا سا بھی کوئی خوف و ڈر نہیں، میں ہی تاریک راتوں میں گھس کر مخالفین کے جھنڈوں کو سرنگوں کرتا میں ہی رسول اکرمؐ کے قلب مبارک سے غم و اندوہ کو برطرف کرتا تھا۔

جو کچھ خدا نے تمہارے بارے میں نازل کیا ہے مجھے معلوم ہے اگر مجھے بتانے کی اجازت ہوتی تو تم گہرے کنویں کی ہلٹی لرزتی رسی کی طرح ہوتے اور حیران و سرگردان بیابانوں میں گھومتے پھرتے۔ لیکن میں نے اس امر میں آسان و احسان سے کام لیا اور خود اپنی زندگی کو بہت سادہ و آسان بنا دیا کہ لذت و دنیاوی سے دست خالی، تاریکیوں سے دور اور پاک قلب کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔

جان لو! تمہاری دنیا کی حقیقت میرے نزدیک اس بادل کی مانند ہے جو ہوا سے اڑتے ہوئے لوگوں کے سروں پر سمٹ جاتا ہے پھر پراگندہ ہو جاتا ہے۔

بہت جلد تمہاری آنکھوں کے سامنے سے غبار برطرف ہو جائیں گے اور اپنے اعمال فیجہ کا نتیجہ دیکھو گے اور اپنے ہاتھوں کے کاشت کئے ہوئے کڑوے دانوں کو قاتل و مہلک زہری صورت میں کاٹو گے۔

سمجھ لو! خدا بہترین حاکم ہے اس کے رسول تمہارے سب سے بڑے دشمن و مقابل ہوں گے اور سر زمین محشر و قیامت تمہارے ٹھہرنے و قیام کرنے کی جگہ ہوگی، خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ہلاکت و عذاب میں مبتلا کرے گا۔

والسلام علی من اتبع الهدی

علی ابن ابیطالب کا خط

ابوبکر نے خط پڑھا تو بحال اضطراب و وحشت کہا علی نے میرے اوپر کتنی جرات و جسارت کی ہے، اے گروہ مہاجرین و انصار! کیا میں نے باغ فدک کے بارے میں تم سے مشورہ نہیں کیا؟ کیا تم نے نہیں کہا کہ انبیاء اپنی میراث نہیں چھوڑتے؟ کیا تم نے رائے نہیں دی، کہ فدک کی منفعت افواج کی آمدگی، سرحد کی حفاظت اور مسلمانوں کے منافع پر خرچ کیلئے ضروری ہے؟ ہاں میں نے بھی تمہاری رائے کو پسند کیا۔

لیکن علی ابن ابیطالب نے اسے تسلیم نہیں کیا اور چسکتی ہوئی بجلی و گرجتے ہوئے بادلوں کی طرح مجھے ڈراتے ہیں وہ دراصل ہماری خلافت ہی کے مخالف ہیں، جبکہ میں نے، اس سے استعفیٰ دینا چاہا اور کنارہ گیری چاہی لیکن تم نے قبول نہیں کیا میں روز اول سے علی کی مخالفت و انکار کو پسند نہیں کرتا تھا اور ان کے اختلاف و نزاع سے بھاگ رہا ہوں، ابوبکر کی ان باتوں سے عصہ ہو کر عمر بن خطاب نے کہا، ان جملوں کے علاوہ تم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس سے زیادہ تم میں طاقت ہی نہیں تم اس کے بیٹے ہو جو جنگوں میں کبھی آگے نہیں رہا اور تنگی و قحط کے زمانہ میں سخی نہیں رہا، سبحان اللہ! تم کتنے ڈر پوک و بزدل ہو، تمہارا دل کتنا چھوٹا اور کمزور ہے۔ میں نے تمہارے اختیار میں آب گوارا و زلال (شیرین و خوشگوار پانی) دیا لیکن تم اس سے استفادہ کیلئے حاضر نہیں ہو اور تم صاف و شفاف پانی سے رفع تنگی کر کے سیراب نہیں ہو سکتے، میں نے گردوں اور گردنکشوں کو تمہارے سامنے جھکا دیا، روشن فکر و سیاستدار افراد کو تمہارے گرد جمع کر دیا، اگر میرے اقدامات اور میری فعالیت نہ ہوتی تو یہ کامیابی تمہیں نصیب نہ ہوتی، بطور مسلم علی تمہاری بڑیوں کو توڑ ڈالتے۔

خدا کا شکر کہ ایسی اہم نعمت میری وجہ سے تم کو میسر ہوگی یقیناً جو منبر رسول پر ان کی جگہ بیٹھے اسے ہمیشہ شکر کرنا چاہئے یہ علی ہیں سخت پتھر کی مانند جب تک انھیں توڑنا نہ جائے اس سے پانی نہیں پھوٹے گا، وہ

خطرناک سانپ کی طرح ہیں کہ بغیر مکروہ جیلہ کے مطیع نہ ہوں گے، تلخ درخت کے جیسے ہیں کہ جب تک شہد نہ ملائی جائے پھل نہیں دے گا، انھوں نے ہی شجاعان قریش کو قتل کیا اور گرفتاروں کو نابود کیا۔

ان تمام چیزوں کے باوجود تم مطمئن و آرام سے رہو اور ان کی سختی و تہدید سے خوف نہ کرو، ان کے گرج و چک سے نہ ڈرو تمہیں نقصان پہنچانے سے پہلے ان کے کام درست کر لوں گا۔

ابو بکر نے کہا یہ مبالغہ آمیز باتیں چھوڑو، اگر چاہیں تو ہمیں اپنے بائیں ہاتھ سے قتل کر دیں فی الحال ہماری کامیابی کیلئے تین باتیں ہیں

(۱) ان کے یار و مددگار نہیں ہیں تن و تنہا ہیں۔

(۲) وصیت رسول کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہیں، وصیت کے خلاف ہم سے معاملہ نہیں کر سکتے۔

(۳) بالفرض عرب کے تمام قبائل و طوائف ان سے باطنی عداوت رکھتے ہیں اور فطری طور پر ان سے مہربانی و محبت نہیں کر سکتے یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے قبائل کے بڑے بڑے بہادروں کو قتل کیا ہے۔

اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو خلافت و حکومت ان کیلئے مسلم و یقینی ہوتی اور ہماری مخالفت کا کچھ اثر نہ ہوتا۔

سنو! علیؑ نے جیسا لکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے لاتعلق ہیں جیسے ہم موت سے بیزار و گریزاں ہیں

ایسے ہی وہ دنیاوی زندگی و زینت سے بیزار و لاتعلق ہیں۔

کیا تم بھول گئے کہ انھوں نے جنگ احد میں کیسی قربانی دی، اس دن ہم سب جنگ سے پہاڑ

بھاگ گئے تھے اور قریش کے جنگجوؤں اور بہادروں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا تھا اور ان کا قتل یقینی تھ

فرار و نجات کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا لیکن علیؑ نے ایسی شجاعت و بہادری دکھائی کہ دشمن کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔

اور جتنی بھی تلواریں و نیزے اس پر آتے سب کی کاٹ کرتے تھے اور اپنے مسلسل حملوں سے سرور

توں سے جدا کرتے سرور کو توڑتے جاتے، اس طرح انھوں نے سرداروں کے جسموں کو خاک میں

دیا اور انھیں موت کے گھاٹ ایسے اتارا جیسے لومڑیوں کے گلہ غصہ و رد بھوکے شیر کے حملہ سے درہم بر

ہو جاتے ہیں اور راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

حضرت زہراؑ کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج

عبداللہ ابن حسنؑ نے اپنے پدربزرگوار سے روایت کی ہے جب ابو بکر نے فدک غصب کر لیا اور حضرت فاطمہؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور چادر اوڑھ کر قوم کی چند عورتوں کو ساتھ لے کر ابو بکر کے پاس روانہ ہوئیں، حضرت زہراؑ لمبی چادر میں لپیٹی ہوئی ایسے چل رہی تھیں جیسے ان کے باہر رسولؐ خدا چلتے تھے آپ جب وہاں پہنچیں، ابو بکر کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پردہ لگوا لیا اور آپ پردہ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

اس وقت رسولؐ کی بیٹی نے ایک دردناک و دل سوز آہ کھچی جس سے سب متاثر ہو کر رونے لگے اور ایک بے چینی پھیل گئی، پھر تھوڑا صبر کیا یہاں تک کہ لوگوں کا جوش گریہ تمام ہوا، اس وقت آپ نے خطبہ شروع کیا:

خدائے جہان کی حمد و ثنا کرتی ہوں اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں اور اس کے احسان کا شکر کرتی ہوں، اس کی نعمتیں سارے جہان کو گھیرے ہوئے ہیں، اس کے احسان کا دسترخوان ہر جگہ پھیلا ہوا ہے، اس کی خوبیاں شمار و اندازہ اور ہمارے افکار سے باہر ہیں، اس کی نعمتوں پر شکر، ان کے دائمی اور اضافہ ہونے کا سبب فرمایا گیا ہے اس متواتر اور جاری احسان اس کی حمد و ستائش کا سبب ہیں۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کا کوئی شریک و مثل اور رقیب و مدگار نہیں ہے، ہاں یہ کلمہ شہادت اخلاص کی حقیقت ہے تو حید و اخلاص کی حقیقت فطری قلوب ہے مقام توحید کی تحقیق و خصوصیات ایمان و تکر کے نور سے ظاہر ہوتی ہیں، ہمارے افکار اس کی ذات کے ادراک سے عاجز ہماری زبان اس کے اوصاف کے بیان سے قاصر اور جسم کی ظاہری آنکھوں سے اس کا ذرک کرنا مستحکم و محال ہے۔

وہ تمام موجودات کو بغیر کسی سابقہ مادہ کے مرحلہ وجود میں لے آیا اور تمام اشیاء کو بغیر سابقہ مثال و نظیر و شکل و صورت کے ایجاد و خلق فرمایا، اپنی مشیت و قدرت کاملہ سے اپنے کسی نفع و فائدہ کے بغیر کائنات کو

بنایا اور منظم کیا، اس کا مقصد اظہار قدرت و حکمت اور ظہور لطف و محبت کے سوائے کچھ بھی نہیں ہے اس نے انسان کو پیدا کر کے اپنی اطاعت و عبادت اور ثواب و اجر جمیل کی بشارت دی ہے اور اپنی سرکشی و نافرمانی اور اپنے غضب و عذاب سے ڈرایا ہے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد بزرگوار اس کے بندہ و رسول ہیں، خدا نے ان کی بعثت سے قبل عالم غیب میں انھیں نبوت و رسالت کیلئے منتخب کیا کیونکہ لوگوں کے مراتب و درجات از روز اول اسی عالم غیب میں مقدر و معین کر دیئے گئے ہیں خداوند عالم تمام امور کے انجام سے ہے آگاہ ہے وہ زمانہ کے صلاح و فساد اور واقعات و حادثات کا عالم اور ان پر محیط ہے۔

پروردگار نے اپنے رسول کو بھیجا تا کہ اس کے اوامر و احکام اور فرامین انسانوں پر واضح دروہن ہو جائیں اور لوگ جہالت و گمراہی اور انحراف سے نکل کر دانش و معرفت اور حقیقت و سعادت کی راہ پر گامزن ہو جائیں، جب وہ معیشت ہوئے تو لوگ متفرق و منتشر تھے اور تہوں کی عبادت پرستش کرتے تھے لوگ پروردگار عالم اور اہل دنیا کے قادر و توانا خالق سے غافل و منحرف تھے، انھیں کے ذریعہ لوگوں کی جہالت و غفلت و نادانی برطرف ہوئی اور رسول خدا نے مکمل حوصلہ و استقامت کے ساتھ لوگوں کی ہدایت و نجات کیلئے محنت و کوشش کی اور ان کی صراطِ مستقیم و قانونِ حق اور ہدایت و نور کی طرف رہنمائی کی۔

پھر انھوں نے دین الہی، راہ راست حق اور انسانوں کی تکلیف (شرعی) کو بیان کیا، اس کے بعد خدا نے رسول کو اپنی طرف بلا لیا اور اپنی کامل مہربانی و مکمل لطف سے ان کی روح مقدس کو قبض فرمایا اور وہ اس دنیا کی زحمت و مشقت سے فرصت پائے اور ملائکہ مقربین کے ہم نشین و نزدیک ہو گئے ان پر خدا کا درود و سلام ہو۔

اے مہاجرین و انصار! تم بندگانِ خدا اور اس کے احکام و امر و نواہی برپا کرنے والے ہو، تم دوسری اقوام تک رسول اکرم کے پیغامات و احادیث پہنچانے والے ہو، تمہیں امانت و حقائق الہی و دین مقدس اسلام کی حفاظت میں کوشاں رہنا چاہئے اور امانت داری سے کام لینا چاہئے۔

خطبہ میں احکام الہی کا فلسفہ

سنو رسول خدا نے ایک نہایت با عظمت و با قیمت امانت تمہارے درمیان چھوڑی ہے وہ کتاب آسمانی قرآن ربانی ہے، قرآن مکمل خوش بختی و سعادت اور نکال بشر کا واحد و اکیلا نسخہ ہے قرآن نور خدا اور اس کی محکم و مضبوط دلیل ہے حقائق و قوانین کے مجموعہ و خدائی دلائل کو اس کتاب مبین میں واضح و روشن کر دیا گیا ہے اگر تم اس کتاب آسمانی پر عمل کرو تو سعادت و ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ کر جہالت و گمراہی اور مصائب کے اندھیروں سے نجات پاؤ جس سے دوسری امتوں کے لوگ تم سے رشک و غبطہ کریں گے۔ اے مسلمانو! جان لو کہ تمہاری زندگی کے وظائف اور انفرادی و اجتماعی دستور و قوانین اس کتاب آسمانی میں بیان کر دیئے گئے ہیں، حق کے دلائل و حقائق کے براہین اور احکام الہی بھی قرآن مجید میں مندرج ہیں نکالیف الہی و قوانین دینی صرف تم لوگوں کی خوش بختی و سعادت کیلئے ہیں۔

توحید اس لئے ہے کہ تمہارے قلوب شرک و بت پرستی کی گندیوں سے پاک ہو جائیں اور ایمان و روحانیت کا نور تمہارے دلوں میں چمک اٹھے، نماز اس لئے ہے کہ اپنے مہربان خالق و پروردگار کا سجدہ کر کے اس کی عظمت کے سامنے خاضع و خاشع ہو جاؤ، زکوٰۃ اس سبب سے ہے کہ محبت و دوستی اور مہربانی و خیر خواہی کو دلوں میں پیدا کرے اور تمہارے مال و منال کی زیادتی ہو جائے، روزہ دلوں سے اخلاقی تاریکیوں کو دور کرنے اور روح انسان کو تقویٰ، صلاح اور معنویت آمادہ کرنے کیلئے ہے، حج بیت اللہ ایک عملی جلوہ اور امتحان خارجی ہے جو کہ ایمان و روح خدا پرستی کو تقویت دیتا ہے، عدل مساوات و برابری اور نظام کی حفاظت کیلئے ہے۔ ہم خاندان اہل بیت کی اطاعت و پیروی اور ہمارا تقدیم و ہماری امانت اس لئے ہے کہ خواہش پرست افراد کے درمیان سے اختلاف و نفاق ختم کر دیا جائے اور سب کے سب یکجا و یک رنگ ہو کر حق و حقیقت کو تسلیم کر لیں، جہاد دین مقدس اسلام کی عزت و عظمت اور بقا کا سبب ہے، صبر

کامیابی کی روشنی خوش بختی کی بنیاد اور حصول مقاصد کا ذریعہ ہے، امر بالمعروف اور نہی ازمنکر سماج و اجتماع کی درستگی و اچھائی کی حفاظت اور مفاسد و برائیوں کے سماج میں سرایت کرنے سے روک لگانے کیلئے ہے والدین کے ساتھ نیکی نزول رحمت کا سبب اور عذاب و غضب خدا کو دور کرنے والا ہے۔

صلو رحم عمر کے اضافہ، امور کی آسانی اور مددگاروں کی کثرت کا ذریعہ ہے، قصاص اس لئے ہے کہ لوگ امن و سکون سے زندگی بسر کریں اور لوگوں کی جان و مال محفوظ رہے، نیکیاں و نذورات حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے حصول کی خاطر ہے، وزن و قول میں کمی نہ کرنا، جنس کے وجود کا سبب اور تجارت و بازار کے چلتے رہنے کا موجب ہے، شراب اس لئے حرام ہے کہ انسان برائیوں، برے کاموں اور ناشائستہ اعمال سے دور رہے، فحش باتوں سے اجتناب، اختلاف و نفاق اور دشمنی و بیہودگی کو دفع کرنے کی خاطر ہے، چوری نہ کرنے سے امانت و غنیمت کی حفاظت، آنکھ اور دل کی طہارت و پاکیزگی ہوتی ہے، حرمت شرک اس سبب سے ہے کہ سب لوگ نہایت خلوص و صاف نیت اور حسن سیرت کے ساتھ صرف پروردگار کی اطاعت کریں اور دوسروں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

(ترجمہ) آیت: تم خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر یہ کہ تم مسلمان رہو، راہ حق و خدا میں تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بناؤ لیکن وہ تقویٰ جو حقیقت کی بنا پر ہو اور ایسا تقویٰ جو تم کو عبودیت کی حقیقت و رضایت کے ساتھ اس دنیا سے جہان آخرت میں پہنچا دے، اوامر و نواہی پروردگار کی پیروی کرو، اسکی عظمت و جلالت اور سطوت کو فراموش نہ کرو اور اپنے کو جاہلوں اور نادانوں میں نہ قرار دو۔

ترجمہ آیت: جان لو! عالم و دانا شخص ہی خداوند عالم کی عظمت و بزرگی سے خوف زدہ اور ڈرتا رہتا ہے

فاطمہ زہرا اپنا تعارف کراتی ہیں

اے لوگو! اس لو میں فاطمہ ہوں اور میرے باپ محمد رسول خدا ہیں، میری باتیں ہر لحاظ سے حقیقت پر مبنی ہیں اور غلط و نادراستی سے دور ہیں۔ مجھ سے بے ہودہ باتیں اور بے ربط عمل ہرگز سرزد نہیں ہوگا۔ خدا نے تمہاری ہدایت کیلئے ایسا رسول بھیجا جو صرف تمہاری سعادت و کامیابی چاہتا ہے اور تمہاری خوش بخشی و نجات کا حریص ہے اور مومنین کیلئے مہربان ہے۔

اے لوگو! جو پیغمبر خدا کی طرف سے بھیجا گیا، وہ میرے باپ ہیں، تمہاری عورتوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ یہ پیغمبر علی ابن ابیطالب کے چچا زاد بھائی ہیں، تم مردوں میں سے کسی کے بھائی نہیں، میرے باپ وہی شخص ہیں جنہوں نے تم کو اعمالِ قبیہ و عقائدِ باطلہ اور غلطیوں سے نکالا ہے، میرے ہی باپ نے لوگوں کو بہترین و عظیم نصیحت اور لطیف برہان و حکمت کے ذریعہ پروردگار کی طرف دعوت دی ہے، وہ وہی شخص ہیں جنہوں نے مشرکین و دشمنوں کے اعمال و کردار کی مخالفت کی ہے، میرے باپ نے بتوں کو توڑا، حقیقت میں دشمنوں اور اس سے بغض رکھنے والوں کی سرکوبی کی، کفر کے سرداروں اور بڑوں بڑوں کو ہلاک کیا، کیا کفر و نفاق کی گریہوں کو کھول ڈالا، شیطانوں کی زبانیں اور مخالفین کی باتیں کاٹ ڈالیں، یہاں تک کہ حق واضح و ظاہر ہو گیا اور آفتاب کی طرح گھیری ہوئی تاریکیوں کو برطرف کر دیا، دین کے راہنماؤں نے حقائق کو ظاہر کر دیا، زبانوں نے کلمہ توحید کا اقرار کر لیا۔

شرک و کفر اور خرافات و توہم پرستی، ظلم و ستم تمہارے درمیان سے اٹھ گئے، تم کو آتش کدہ کے کنارے اور سخت عذاب سے نجات دلایا اور تمہاری سر تا پا ذلیل و خوار زندگی و بد بخت حیات کو عزت و خوشی اور سر بلندی میں تبدیل کر دیا۔

تمہاری نورانی، عقیقہ و پاکیزہ جماعت ایمان لے آئی، اس سے قبل تم ایک لقمہ سے زیادہ کی حیثیت

نہیں رکھتے تھے، دوسروں کے جنگل میں پھنس کر نہ تمہارا کوئی اختیار تھا، نہ قدرت، دشمنوں کے پاؤں کے تلے دبے ہوئے تھے، تم گندے پانی اور پست غذا کھاتے تھے، ہم ذلیل و خوار تھے۔

خداوند متعال نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ تم کو اس پستی و ہلاکت سے نجات دی، اس کے بعد بھی عرب کے سرکش اشخاص اور نادان و نامعقول افراد ساکت نہ بیٹھے، اور آتش جنگ اور مخالفت کو بھڑکا دیا، اسے بھی خداوند متعال نے خاموش کر دیا۔

جب بھی شیطانی لشکر نے طاقت کا اظہار کیا یا مشرکین نے اپنے بغض و عداوت کے دہن کو کھولا انھوں نے اپنے بھائی علی ابن ابیطالب کو ان سے مقابلہ و دفاع کیلئے سامنے کر دیا، علی ابن ابیطالب نے اپنی ماموریت و ذمہ داری کو پورا کیا، اور بغیر انجام تک پہنچائے ہوئے واپس نہیں ہوئے، انھوں نے دشمنوں کے بال و پر کو اپنے پیروں سے روند ڈالا، مخالفین کی شعلہ و آگ کو اپنی شمشیر سے خاموش کیا اور نیت خالص اور خدا کی خاطر مشقت کو برداشت کیا، امر خدا میں پوری پوری کوشش کی، وہ رسول خدا کے نزدیک ترین لوگوں میں سے ہیں وہ دوستان خدا کے نزدیک معظم و بزرگ ہیں، وہ آسمانوں کو چڑھائے ہوئے باکمال خلوص جہاد اور دوخائف کی انجام دہی میں کوشش کرتے تھے۔

لیکن اس دن تم سب لوگ عیش و آرام میں پڑے تھے اور وسعت امن و نعمت میں تمہاری گذر ہو رہی تھی اور تم انتظار میں تھے کہ خاندان اہل بیت پر کوئی بڑا حاشہ اور سخت مصائب و مشکلات آئیں تم لوگ دشمنوں کی صفوں پر حملہ کے وقت پیچھے ہٹتے تھے اور جنگ و قتال سے بھاگتے تھے۔

اے لوگو! جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اس دنیائے فانی سے جاودانی منزل کی طرف بلا لیا جو کہ انبیاء اور اس کے بندگان صالح کی آخری منزل ہے تو تمہارے اندرونی کینہ ظاہر ہو گئے تمہارے چہروں کو چھپانے والے دین و شریعت کے لباس پرانے ہو گئے، وہ مخالفین جو کہ اکٹھا ایک گوشہ گمنامی میں پوشیدہ تھے، بال و پر مارنے لگے، اہل باطل کی صدائیں سنی جانے لگیں اور وہ لوگوں کے درمیان ظاہر ہو گئے، آواز شیطان بلند ہو گئی، مخالفین نے اس کی صدا کو قبول کر لیا، خواہش پرست و گمراہ لوگ ضلالت و اختلاف و فتنہ انگیزی

کے راستوں کو پکڑ کر شیطان کے پیچھے دوڑ پڑے۔

شیطان نے تمہیں دھوکا دے کر فریب خوردہ پایا اور جب تم کو حرکت دیا تو تم کو بہت ہلکا بھلا پایا، تم اس کے ایک ہلکے اشارہ سے جذباتی اور تیز ہو کر اپنے کو گم کر دیا، عمل کے اعتدال و صحت کو ہاتھوں سے چھوڑ دیا، دوسروں کے حقون پر تجاوز کیا، تم نے اس اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا جو تمہارا نہیں تھا، اس چشمہ سے پانی پی لیا جس پر تمہارا حق نہیں تھا۔

اے لوگو! تمہاری حالت بہت ہی حیرت انگیز و تعجب خیز ہے، تم کتنے متزلزل اور ہلکے ہو اور کتنی جلدی و قارو اطمینان و حقیقت سے دور ہو گئے، تم نے کتنی جلدی اپنے حرص و دلالت اور غضب کو آشکار کر دیا، ابھی ہمارے دلوں کے زخم بھرے نہیں ہیں، ابھی رسول اکرم کا جنازہ زمین ہی پر تھا اور ہماری نظروں سے دور نہیں ہوا تھا کہ تم نے اپنی کارکردگی اور ناپسند کاموں کو شروع کر دیا، بہت تیزی و جلدی سے وہ کیا جو شایستہ اور سزاوار نہیں تھا، عجب بات ہے کہ تمہارے خیال میں تمہارے سارے اعمال فتنہ و فساد اور لوگوں کے گمڑے امور کو روکنے کیلئے ہیں، کیسا مستحکم خیز عذر و بہانہ پیش کرتے ہو؟ خدا فرماتا ہے آگاہ ہو جاؤ یہ لوگ وقت امتحان سے ساقط و ناکام ہو گئے، بیشک دوزخ کافرین کی جگہ ہے۔

جائے تعجب ہے کہ تم خود اپنے سے دروغ گوئی کرتے ہو؟ کیا تمہارے درمیان قرآن مجید نہیں ہے؟ وہ قرآن جس کے احکام ظاہر حقائق جس کے روشن، نواہی جس کے واضح اور ادا امر جس کے صریح و صاف ہیں کیا تم نے کلام خدا کو پیچھے کر دیا، حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا، تم نے کلام خدا سے اعراض کیا، خدا کا قول کہ ظالمین نے کسی بری تبدیلی کی ہے جس نے دین اسلام کے علاوہ دوسرے راستے کو اختیار کیا اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ میں رہے گا۔

تم لوگوں نے اتنا صبر نہیں کیا کہ اس مصیبت (موت پیغمبرؐ) کا جوش اور اس کی حالت کم ہو جائے اور نالہ و شیون بند ہو جائیں۔ بلافاصلہ تم لوگوں نے فتنہ و فساد کی آگ جلانا شروع کر دیا اور لوگوں کے امور کی تباہی و بربادی کے شعلوں کو بھڑکانے لگے، شیطان کی دعوت قبول کر کے اس کے ہمراہ ہو گئے، دین بین

کے انوار کو خاموش کر دیا، احکام و سنت رسول خدا کو ترک کر دیا، تم نے کمزور بہانوں سے اپنے منحوس مقاصد اور نیتوں پر عمل کر لیا، حقیقت یہ ہے کہ تم نے خاندان پیغمبر اہل بیت کے ساتھ ظلم و خیانت روا رکھا، تم جو چاہتے تھے وہ کر لیا، سوائے صبر و تحمل کے ہمارا کوئی وظیفہ نہیں ہے، ہاں تمہاری تیز دھار چھریوں کے مقابل ہم صبر کریں گے اور تمہارے طعنوں کے نیزے بھی تحمل کریں گے۔

مطالبہ فدک اور احتجاج

تم گمان کرتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی ہمارے لئے کوئی میراث نہیں، کیا تم نے ایام جاہلیت کی پیروی نہیں کی؟ کیا تم نے نادانی سے اپنا حکم نہیں بنالیا؟ جب حکم خدا سے بہتر کوئی حکم نہیں ہے، ہاں یہ ان کیلئے ہے جو دین و ایمان رکھتے ہوں۔ کیا تمہیں میرے دختر رسولؐ ہونے سے انکار ہے؟ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ میں پیغمبر خدا کی بیٹی نہیں ہوں۔

اے مسلمانو! کیا یہ درست اور حق ہے کہ میں اپنی میراث سے محروم ہو جاؤں؟ اے ابو قحافہ کے بیٹے! کیا یہ قرآن مجید میں ہے کہ تم اپنے باپ کی میراث پاؤ لیکن تمہارے عقیدہ کے مطابق میں اپنے باپ کی میراث نہ حاصل کروں؟ کیا تم اپنی طرف سے ایک جھوٹا اور نیا حکم لائے ہو؟ کیا تم نے عدا کتاب خدا کو ترک کر دیا ہے اور احکام آسمانی کو پس پشت ڈال دیا ہے؟

خدا فرماتا ہے: ﴿ووردت سلیمان داؤد﴾ سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

خدا نے جناب یحییٰ ابن زکریا کی ولادت کے بارے میں فرمایا:

جب زکریا نے خدا سے کہا، مجھے اپنے لطف و احسان سے ایک فرزند عطا کر جو میرے بعد میرے امور کا متولی اور میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

پھر خدا فرماتا ہے: کہ صاحبان قرابت و اہل خاندان میں بعض سے بعض بہتر ہیں، تمہاری اولاد کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کا دو برابر حصہ ہے پھر خدا کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے واجب ہے کہ موت کے وقت جمع کیا ہوا مال اگر چھوڑو تو اپنے والدین و قرابتداروں کیلئے وصیت کر دو تاکہ اس جمع شدہ مال سے تمہارے وارثین استفادہ کریں۔

تم نے تصور کر لیا کہ میراث میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، مجھے اپنے باپ کی میراث نہیں لینا چاہئے اور

ہمارے درمیان کوئی قربت و تعلق نہیں ہے۔ کیا خدا نے ان آیات میں ہر طبقہ کے لوگوں کو بطور عموم شامل کیا ہے لیکن میرے بابا کو اس عمومیت سے الگ کر دیا ہے؟ کیا میرے بابا اور میں ایک ہی مذہب و ملت کے افراد نہیں؟

کیا تم لوگ آیات قرآنی کے عموم و خصوص پر استدلال کرنے میں میرے بابا اور میرے چچا کے بیٹے علی ابن ابی طالب سے عالم و داناتر ہو؟ پھر ابو بکر سے مخاطب ہو کر بولیں: تم آج ہم سے فدک لے لو، تمہارا کوئی مخالف و معارض نہیں ہے اور جو چاہو بغیر کسی کی مخالفت کے انجام دے لو لیکن ہوشیار رہنا روز قیامت خداوند عالم ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا وہ کتنا اچھا حاکم و قاضی ہے، اس دن ہمارے امام و پیشوا بغیر خدا ہوں گے، ہمارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے اس دن اہل باطل بہت خسارہ میں ہوں گے، اس دن ندامت و پشیمانی انہیں معمولی سا بھی فائدہ نہیں دے گی، جیسا خدا فرماتا ہے

ہزخبر کیلئے آئب وعدہ گاہ ہے اور تم اس شخص کو دیکھ لو گے جو سخت مہلک، دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا

انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد

پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرماتی ہیں: اے بزرگان قوم! اے ملت کے مضبوط بازوؤ! اے دین کے محافظو! میرے حق میں کئے گئے مظالم کے بارے میں تمہاری سستی و انحراف اور تمہاری غفلت اور تمہارا خواب کس لئے ہے؟ کیوں ہے؟ کیا تم بھول گئے کہ میرے بابر رسول خدا نے فرمایا: ہر شخص اپنی اولاد کی رعایت و احترام کی خاطر محفوظ اور منظور نظر خود ہوتا ہے، تم نے کتنی جلدی بہت سے کام کر کے بدعتوں کو پیدا کر دیا، تم نے کتنی جلدی اس کا اظہار کر دیا جس کا اتنی جلدی ظاہر کرنا تمہارے لئے سزاوار نہیں تھا، کیا تم میری خواہشات اور میرے حقوق کے اثبات کی طاقت و قدرت نہیں رکھتے؟ کیا سمجھتے ہو کہ رسول اکرمؐ ہمارے درمیان سے گئے اور ہم آزاد ہو گئے؟

آہ آہ: آنحضرت کی موت سے گہرا رنج، سخت ملال، اور بڑا اشکاف پیدا ہو گیا، ساری دنیا اس سخت حادثہ سے تیرہ و تاریک ہو گئی تاروں کی روشنی اور آسمان کے انوار ختم ہو گئے ہماری آرزو منقطع ہو گئی بلند و بالا پہاڑ سرنگوں ہو گئے، یہ سوزاں و خلا دو بارہ بڑ نہیں ہوں گے، اس بڑی مصیبت سے احکام الہی کا احترام ختم ہو گیا۔

خدا کی قسم! یہ بہت بڑا حادثہ ہے اس جیسی اور اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے، اب ایسی مصیبت ہرگز نہیں آئے گی قرآن مجید نے بڑے حادثہ کی خبر دی تھی خدا کا یہ حتمی فیصلہ اور قطعی حکم تھا، پروردگار نے اسے اپنی کتاب میں فرمایا جو تمہارے سامنے ہے اور جسے تم روزانہ پڑھتے ہو، آیت:

محمد رسول خدا ہیں اور ان پیغمبروں کی طرح ہیں جو ان سے پہلے مبعوث ہوئے تھے اگر وہ اس دنیا سے چلے جائیں تو کیا تم بھی حق سے منحرف ہو کر پیٹھ پھیر لو گے؟ جو اپنے پیچھے پلٹ جائے وہ خدا کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچائے گا، عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو بہترین جزا دے گا۔

اے گروہ انصار! کیا میرے باپ کی میراث دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے اور تم سب حاضر و ناظر اس سے آگاہ رہو؟ کیا جائز ہے کہ تم ایسے ہی خاموش اور متحیر اس جلسہ کو ختم کر دو اور میری درخواست کا معمولی سا بھی اثر نہ لو؟ جبکہ تم جنگی ساز و سامان سے مجبزی ہو اور اہل خیر و صلاح پہچانے جاتے ہو اور تم زمانہ ماضی کے فعال و شجاع اور سخت حالات میں صابر و استقامت کرنے والوں میں جانے جاتے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہ تم میری دعوت کو سن کر بھی میری مدد نہیں کرتے کیسے میرے آہ و نالہ کو تمہارے کان سنتے ہیں اور میری فریاد نہیں سنتے؟ تم سب تو ملت اسلامیہ کے منتخب و برگزیدہ تھے، تم نے عرب کے دلیر دشمنوں سے مبارزہ و مقابلہ کیا، تم تو ہمیشہ ہمارے فرمان کی اطاعت کرتے تھے؟

اسی فعالیت و کوشش کا نتیجہ تھا کہ اسلامی سماج وجود میں آیا اور دائرہ اسلام وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور سب لوگ تو انین دین بین کے معنوی منافع سے بہرہ مند ہوئے، کفر و شرک کی مضبوط گردن ٹوٹ گئی اور باطل کے مظاہر ختم ہو گئے، گمراہی و شرک کے شعلے خاموش ہو گئے، ہرج و مرج اور تمام امور کی بے سروسامانی ختم ہو گئی اور دین کا نظام، رسول اکرم کا ترسیم کردہ نقشہ عام ہو گیا۔

اے گروہ انصار! ان تمام واقعات اور حقیقت کے روشن ہونے کے بعد تم کیوں متحیر و مبہوت ہو گئے ہو؟ حقائق کے واضح و معلوم ہونے کے بعد اسے کیسے پوشیدہ رکھ سکتے ہو؟ کیا اتنی ترقی کے بعد پھر تم عقب نشینی کر لو گے؟ کیا ایمان و اعتقاد پانے کے بعد کافر ہو جاؤ گے؟

اس گروہ پر وائے ہو جو اپنے عہد و بیان کو توڑ ڈالے، اپنے ایمان میں متزلزل و مضطرب ہو جائے، کلام رسول خدا کو فراموش کر دے۔

خدا کا ارشاد ہے: اگر تم مؤمن ہو تو خدا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم پستی و ہوسرانی کی طرف جارہے ہو اور جو امامت و ولایت کے لائق ہے تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

تم نے اپنی شرعی تکلیف اور حدود کو آزاد کر دیا ہے، جو کچھ تم نے دیکھا، سنا اور جانا اسے دور ڈال دیا

ہے۔ جان لو کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ ضلالت و گمراہی اور انحراف کی تاریکی نے تمہارے ظاہر و باطن کو گھیر لیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس ظلمت کدہ بحر ان سے نجات نہیں پاسکو گے، میری باتیں تم پر کچھ اثر نہیں کریں گی لیکن میں تم پر حجت تمام کرنا چاہتی ہوں اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے اپنے سیدہ کو خالی کرنا چاہتی ہوں تاکہ میرے دل کے جوش و خروش ٹھنڈے ہو جائیں۔

تم خوب جانتے ہو کہ اس منصب خلافت کو تم نے ہم سے لے لیا اور اپنے کو ہمیشہ کیلئے غضب اور عذاب الہی کا مستحق بنا لیا ﴿وَسِعِلْمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اِيَّ مَنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾

ابوبکر کا جواب

ابوبکر نے کہا: اے بنت رسول! آپ کے بابا مومنین کیلئے مہربان و کریم اور خیر خواہ تھے، کافرین کے مقابل سخت و شدید اور عذاب کی طرح دکھائی پڑتے تھے، آپ کے والد اور علی ابن ابی طالب آپ کے شوہر ہیں، آپ اہل بیت رسول اور ان کے اہل خاندان سے ہیں، آپ لوگ دوسرے افراد میں منتخب ہیں، آپ کو دوست نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ سعادت مند ہے اور دشمن نہیں رکھے گا مگر وہ شخص جو کہ شقی بد بخت ہے، آپ لوگ ہماری سعادت و خوش نصیبی کا وسیلہ ہیں۔

اے خاتم الانبیاء کی بہترین بیٹی اے سردار خواتین! آپ اپنی باتوں میں سچی اور عقل و خرد اور کمال کے لحاظ سے بالاتر ہیں کسی کو حق نہیں کہ آپ کے قول کو رد کرے اور آپ کے حق کو لے لے، لیکن بخدا قسم! میں نے رسول خدا کی رائے سے تجاوز نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کے قول کے خلاف عمل کیا ہے۔

ہاں! جو شخص کسی قوم و ملت کی طرف سے تحقیق کیلئے بھیجا جاتا ہے وہ اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا، میں خدا کو گواہ بنا تا ہوں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے:

ہم گروہ انبیاء سونا، چاندی، زمین و مال میراث نہیں چھوڑتے ہماری میراث علم و حکمت اور کتاب و نبوت ہے اور جو کچھ مال دنیا سے باقی رہ جائے وہ اس کے اختیار میں ہے جو کہ ہماری وفات کے بعد امور عامہ کی ولایت و حکومت کا مالک ہو وہ جیسی صلاح دیکھے اسے صرف کرے۔

آپ جو مطالبہ کر رہی ہیں، میں اسے جنگ کے اسلحے، اس کے وسائل و اسباب اور چوپایوں پر خرچہ کروں گا تا کہ مسلمان قدرت مند، مضبوط ہوں اور کفار و منافقین سے جنگ و جہاد کے وقت غالب رہیں۔ یہ صرف میرا خیال اور میری بات نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کی رائے اور امت کا اجماع ہے، ہم ہرگز ہرگز کوئی مقصد و مطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے یا کوئی چیز آپ سے چھپانا نہیں چاہتے۔ جو کچھ

میرے پاس ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں، میں اپنی طرف سے کوئی سختی و دشمنی نہیں کروں گا، آپ اپنے پدر بزرگوار کی امت کی سردار ہیں۔

پیغمبر اسلام کے فرزندوں کی مادر گرامی ہیں، ہم آپ کے مال کو آپ سے نہیں لینا چاہتے، باپ اور بیٹوں کے اعتبار سے آپ کی منزلت و عزت کا انکار بھی نہیں کر سکتے، جو کچھ میرے ہاتھوں میں ہے اس میں آپ کا امر اور حکم نافذ ہوگا لیکن کیا میں آپ کے بابا کے قول کی مخالفت کر سکتا ہوں؟

بنت رسولؐ کا جواب

خدا تمہاری باتوں سے پاک و مبرا ہے، کتاب خدا ان سنت و کمزور باتوں سے دور ہے، رسولؐ خدا محکم و مضبوط آسمانی احکام کے خلاف گفتگو نہیں کر سکتے اور نہ ہی کتاب خدا سے منحرف ہو سکتے ہیں پیغمبرؐ اسلام قرآن مجید کے احکام و آیات اور سوروں کے مطابق کرتے ہیں، کیا تم نے حیلہ کا ارادہ اور اس پر اتفاق رائے کر لیا اور اس کیلئے علت تراش رہے ہو؟

تم کو جان لینا چاہئے کہ یہ تمہاری حرکت درفتار اس برے اور منحوس حیلہ کی طرح ہے جو حیات رسولؐ میں منافقین نے آنحضرت کے خلاف تراشا تھا، قرآن مجید فصیح لہجہ، واضح اور عادلانہ انداز میں فرماتا ہے:

جناب یحییٰ حضرت زکریا کے وارث ہوئے اور جناب سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے۔

خداوند عالم نے واضح و روشن طریقہ سے ورثاء کے طبقات کی میراث و فرائض کے تمام احکام کو بیان فرمایا ہے، مرد و عورت کے اعتبار سے بھی وارثین کے سهام (حصہ) کو بھی روشن کر دیا ہے کہ جس میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تمہارا مقصد صرف انحراف حقیقت اور سادہ لوح افراد کو گمراہ کرنا ہے اور بس، تم لوگوں نے اگر بارے میں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی ہے اور اس بارے میں ہمارا راستہ صرف مبروہم ہے۔

اس وقت ابو بکر نے کہا خدا اور رسولؐ کی باتیں سچ اور حق ہیں۔ اے بنت رسولؐ، آپ صحیح فرماتی ہیں آپ رحمت و ہدایت اور حکمت کا مرکز ہیں، آپ ارکان دین اور حق کی جھٹوں میں سے ہیں، میں آپ کے کلام کی ہر گز رد اور اس کا انکار نہیں کرتا، یہ مسلمانوں کا گروہ آپ کے سامنے بیٹھا ہے، اس معاملہ میں سب متفق اور ہم رائے ہیں، میں بغض و عناد اور ظلم کا نظریہ نہیں رکھتا۔

جناب فاطمہ زہرا! لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان سے ناراضگی و ناراحتی کا اظہار کیا اور حاضرین

سزائش اور لعنت و ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم کی آیات کے بارے میں تم لوگ کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے؟ یا تمہارے قلوب سخت اور مقفل ہو گئے ہیں، بلکہ تمہارے اعمال بد اور افعال قبیحہ تمہارے دلوں پر غالب ہو گئے ہیں۔ تم لوگوں نے کیسی بری تاویل، بد کرداری و بدعتی کے ذریعہ خطرناک راستہ کو اختیار کیا ہے، خدا کی قسم! جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹائے جائیں گے تو بہت ہی وحشت ناک اور سخت منظر کا مشاہدہ کرو گے۔

پھر اپنے بابا کی قبر کججاں رخ کر کے کچھ اشعار پڑھے اور بحال حزن و ملال اپنے گھر واپس ہو گئیں، اسی رخ و غم میں علی ابن ابیطالب سے گفتگو کی جب امیر المؤمنین نے بہت زیادہ محزون و مغموم دیکھا تو آپ نے تعزیت دیتے ہوئے فرمایا: اے بنت رسول! حتی الامکان کوشش کی ہمیں معاف فرمائیں، ہمارے لئے پروردگار عالم کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین کفیل اور وکیل ہے۔

جناب فاطمہ زہرا کو سکون ملا، آپ نے فرمایا: ﴿حسبى اللہ ونعم الوکیل﴾

بنت رسولؐ کے پاس خواتین مدینہ

جب رسولؐ کی بیٹی مرض الموت میں بستر پر تھیں تو عیادت کیلئے آئی ہوئیں انصار و مہاجرین کی عورتوں نے مزاج پرسی کی، حضرت زہراؑ نے جواب دیا: بخدا قسم! اس وقت میری حالت نے تمہاری زندگیوں کو مبغوض و معذب بنا دیا ہے اور تمہارے مردوں کو میں دشمن رکھتی ہوں، انہیں استخوان کے بعد دور ڈال دیا گیا ہے، ان کی بری نیتوں اور ناروا عاداتوں کے دیکھنے کے بعد میں نے ان سے کنارہ گیری کر لی ہے، کتنا برا ہے کہ انسان راہ راست پانے کے بعد گمراہ ہو جائے اور حصول حق و مشاہدہ نور کے بعد باطل و تاریکی کی طرف چلا جائے۔

ان لوگوں پر وائے ہو کہ کیسے راہ حقیقت اور پیغمبر خدا کے دکھائے ہوئے راستے سے گمراہ ہو گئے؟ اور رسولؐ کے چچا زاد بھائی، باب علم و تقویٰ اور عدالت و شجاعت کے مظہر علیؑ ابن ابیطالب کو چھوڑ دیا، خدا کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ کتنا برا ہے خدا ان پر اپنا عذاب و غضب نازل کرے گا اور وہ سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں نے علیؑ ابن ابیطالب سے روگردانی کر لی۔

بخدا قسم! ان سے دوزی کا سبب صرف ان کی تلوار کا خوف ہے، وہ لوگ جانتے ہیں کہ قانون عدالت کے نفاذ کیلئے معمولی سا بھی لحاظ و خوف نہیں رکھیں گے اور نہایت سختی، کمال شجاعت و استقامت کیساتھ احکام و قوانین الہی کو سب پر جاری کریں گے۔

مقام فسوس ہے، انھوں نے علیؑ ابن ابیطالب کو خانہ نشین کر دیا، اگر لوگ ان کی پیروی کرتے تو یقیناً صراط مستقیم اور سمدت و خوش بختی کی طرف ان کی ہدایت کرتے، وہ دیکھتے کہ علیؑ کو مال و اسباب اور دنیاوی لذت سے کوئی تعلق و محبت نہیں ہے اس وقت جھوٹوں کے درمیان سے سچوں کو پہچان لیا جاتا۔

خدا کا ارشاد ہے:

اگر اہل قریبہ ایمان لاتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم آسمان زمین کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے لیکن انھوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی، اہل مکہ میں جنھوں نے نہ فرمانی کی عنقریب وہ اعمال کی سزا برداشت کریں گے اور خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

Handwritten text at the top of the page, possibly a title or header.

Handwritten text in the upper middle section of the page.

Handwritten text in the middle section of the page.

Handwritten text in the lower middle section of the page.

Handwritten text in the lower section of the page.

Handwritten text in the bottom section of the page.

Vertical text or a column of text running down the right side of the page.

احتجاج طبرسی

حصه دوم

خلافت علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسی کا احتجاج

یہ احتجاج اس خطبہ کا حصہ ہے جو سلمان فارسی نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد اصحاب کے سامنے پڑھا تھا جنہوں نے علیؑ کو چھوڑ دیا، رسول خداؐ کی وصیت و عہد کو بھلا دیا، دوسروں کو ان پر مقدم کیا، گویا رسول خداؐ کی کسی بات کی انھیں اطلاع ہی نہیں۔

امام صادقؑ نے اپنے آباء و اجداد سے نقل کیا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے تین روز بعد سلمان فارسی نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

اے لوگو! میری باتیں غور سے سنو، اس کے بعد خوب غور و فکر کرو، میرے پاس علم و آگہی خاص طور سے علیؑ ابن ابیطالب کی منزلت کے بارے میں بہت زیادہ ہیں، اگر ان سب کو تمہارے سامنے بیان کر دوں تو کچھ کہیں گے کہ سلمان دیوانہ و مجنون ہے، کچھ کہیں گے کہ خدا سلمان کے قاتل کو معاف کرے، آگاہ ہو جاؤ کہ تمہاری دنیا کے کچھ مقدرات ہیں، ان آسمانی مقدرات کے پس منظر میں مختلف آزمائش اور امتحانات دیکھے جاتے ہیں، جان لو کہ علیؑ ابن ابی طالب کو علم منایا (تقدیر الہی)، علم بلایا (لوگوں کا امتحان) علم میراث، علم و مسایا اور فصل الخطاب (صحیح معارف، مطالب اور حقائق) اور علم اصل و نسب رسول اکرمؐ کی جانب سے ایسے ملے ہیں، جیسے جناب ہارون کو حضرت موسیٰؑ کی طرف سے ملا تھا، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

میرے خاندان و اہل بیت کی نسبت تم میرے وصی ہو، میری امت کی نسبت میرے خلیفہ و جانشین ہو، اور تم میری نسبت ہارون کی طرح ہو۔

لیکن (اے لوگو!) تم سب بنی اسرائیل کی طرح راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو، جیسے خود جانتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔

بھدا قسم ابنی اسرائیل کی طرح تم بھی آہستہ آہستہ سختی و مصیبت اور عذاب و پستی کے نزدیک ہو جاؤ گے اور تمام مراحل میں بنی اسرائیل کی طرح رفتہ رفتہ اپنی کامیابی، سعادت و راہ نجات سے دور ہو جاؤ گے۔

اس پروردگار کی قسم جس کے قبضہ میں مسلمان کی جان ہے اگر تم علی ابن ابیطالب کی اطاعت و پیروی کرتے تو یقیناً آسمان وزمین کی برکت و نعمت ہر طرف سے تمہیں گھیر لیتی، ہوا کے پرندے تمہارا جواب دیتے اور یا کی مچھلیاں تمہاری خواہش کو قبول کرتیں، خدا کے بندوں اور دوستوں میں کوئی فقیر نہ ہوتا، اسلام کے مقرر کردہ فرائض و احکام تباہ و برباد نہ ہوتے، احکام الہی میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔

لیکن تم خوش بختی و سعادت کو اپنے پیروں سے کچل کر دوسروں کے پیچھے چل پڑے، اب گرفتاری و مصائب کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور خوش نصیبی سے ہاتھ سمیٹ لو۔

میں نے حقیقت امر تم پر واضح کر دیا، اس کے بعد ہمارے اور تمہارے درمیان کی محبت و دوستی قطع ہو گئی اگر علی ابن ابیطالب سے تم نے ہاتھ کھینچ لیا تو پھر کس سے توسل کرو گے، تم نے ان کے مقام و منزلت کو بھلا دیا ہے، یا خود کو فراموش کر دیا ہے؟ کیا تم لوگوں نے رسول اکرم کی موجودگی میں امام علی کو امیر المؤمنین کے لقب سے نہیں پکارا تھا؟ کیا رسول خدا نے ان کے بارے میں سخت تاکید اور وصیت نہیں کی تھی؟

پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اتنی جلدی مخالفت، حسد و نفاق اور انکار کو اپنا پیشہ قرار دے کر راہ حق سے منحرف ہو گئے ہو؟

احتجاج ابی ابن کعب در بارہ خلافت امام علی

محمد ویحییٰ ابن عبد اللہ ابن حسن نے اپنے آباؤ اجداد سے نقل کیا ہے، کہ اہ مبارک رمضان کے پہلے جمعہ کو جب ابو بکر خطبہ دے رہے تھے تو ابی ابن کعب اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر فرماتے ہیں:

اے گروہ! ہاجرین! خدا کی خوشنودی و رضایت کو ہمیشہ اپنی نگاہ میں رکھو، خدا نے بھی قرآن میں تمہاری مدح کی ہے۔

اے جماعت انصار! تم شہر ایمان میں قیام پذیر ہو، اور تم نے مسلمانوں کو جگہ عنایت کی ہے، خدا نے اپنی کتاب میں تمہاری بھی تعریف کی ہے۔ کیا تم نے گذشتہ واقعات اور پیغمبر اسلام کی باتوں کو بھلا دیا؟ یا صرف فراموشی کا اظہار کر رہے ہو؟ کیا تم حقائق کو تبدیل کر رہے ہو؟ یا تم مغلوب و عاجز ہو گئے ہو؟ کیا تم بھول گئے کہ رسول اکرم نے امام علی کے ہاتھوں کو بلند کر کے غدیر خم میں نہیں فرمایا تھا؟

جس کا میں سولا ہوں اس کے علی بھی سولا ہیں اور جس کا میں نبی ہوں، علی اس کے امیر ہیں۔

کیا تمہاری نگاہوں میں نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علی! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ ہر زمانہ میں میرے بعد تمہاری اطاعت ایسے ہی واجب ہے، جیسے میری زندگی میں امت پر اطاعت ضروری تھی اور میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ نے فرمایا:

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کو مقدم رکھنا اور ان پر کسی کو مقدم نہ کرنا، ان کو اپنا امیر ماننا اور ان پر فوقیت، حکومت اور امارت نہ کرنا۔ کیا آنحضرتؐ کا فرمان یاد نہیں کہ میرے اہلبیت ہدایت کا وسیلہ ہیں اور وہ خدا کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا علی ابن ابیطالب کے بارے میں آنحضرتؐ کی فرمائشات بھول گئے، کہ آپ نے فرمایا:

اے علی! تم گمراہوں کی ہدایت کرنے والے ہو اور میری سنت کو زندہ کرنے والے میری امت کو تعلیم و تربیت کرنے والے اور میری حجت و برہان کو بیان کرنے والے ہو۔

علی ابن ابیطالب لوگوں میں بہترین شخص ہیں، وہی میرے خاندان کے بزرگ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور ان کی اطاعت میری اطاعت کی طرح ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول خدا نے اپنی زندگی میں ان پر کسی کو امیر دہلی نہیں بنایا، لیکن ان کو دوسروں پر امیر و بزرگ قرار دیا تھا۔ کیا یہ بھول گئے کہ علی ابن ابیطالب ہمیشہ سفر و حضر اور دوسرے مواقع پر بھی پیغمبر خدا کے ہمراہ رہے؟ کیا فرمان رسول فراموش کر گئے کہ جب انھوں نے فرمایا: جب میں علی ابن ابیطالب کو تم پر امیر و حاکم بنا دوں تو یہ ایسا ہی ہے کہ میں خود تمہارے ساتھ ہوں اور وہ خود میری طرح ہیں؟

کیا تمہیں یاد ہے کہ رسول خدا نے اپنی رحلت سے قبل اپنی دختر گرامی کے گھر ہم سب کو جمع کر کے فرمایا: خداوند عالم نے جناب موسیٰ کو وحی کی کہ اپنے اہل بیت میں سے ایک بھائی اور مددگار کا انتخاب کرو اور اسے اپنا خلیفہ عین کرو اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد شمار کرو تا کہ میں انھیں دنیاوی آفات اور کدورتوں سے پاک و پاکیزہ بناؤں اور ان کے دلوں کو شک و شبہ کی تیرگیوں سے پاک و خالص کروں تو جناب موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کا انتخاب کیا اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کا پیشوا قرار دیا۔

خدا نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ ہارون کی طرح علی ابن ابیطالب کو اپنا بھائی و خلیفہ بناؤں اور اس کی اولاد کو اپنی امت کا امام و پیشوا قرار دوں۔ خدا نے ان کو پاک قرار دیا ہے تم نے جو کچھ سنا تھا کیا وہ سب فراموش کر دیا ہے؟

تمہاری مثال اس شخص کی ہے جو عالم مسافرت میں بیابان ہو، اور اس کے سامنے دو راستے ہو، ایک راستہ شیریں و خوشگوار پانی کا، دوسرا راستہ تلخ و شور پانی کا ہو تو کیا اس حال میں وہ شخص صاف شفاف پانی کے راستے کو چھوڑ کر اس راستے پر جائے گا جو سرگردانی اور گمراہی کا راستہ ہے؟

تم لوگوں نے اپنے کو بیکار و مہمل تصور کر لیا ہے، جب کہ تم عبث و بے فائدہ نہیں ہو اور خدا نے بھی تم

سے قطع نظر نہیں کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے بھی تمہاری سعادت و خوش بختی کیلئے اپنے بعد کا خلیفہ معین کر دیا ہے تاکہ وہ احکام الہی و حقایق دین اور حلال و حرام کو تمہارے واسطہ روشن کرے مگر افسوس تم نے ان کے وجود سے استفادہ نہیں کیا بلکہ اس کی مخالفت اور دشمنی کر رہے ہو۔

اگر تم اس کی اطاعت و پیروی کرتے تو کبھی بھی تمہارے درمیان اختلاف نہ ہوتا اور یہ امت فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہ ہو جاتی۔

تم اختلاف، تفرقہ، برائیوں اور نقصانات سے واقف نہ ہو کر تصور کر رہے ہو کہ اختلاف امت رحمت و نعمت اور خوشی کا ذریعہ ہے یہ ایک خیال خام اور بہت بڑی بھول ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ، جو راہ و زبان واضح ہو جانے کے بعد اپنے درمیان اختلاف و تفرقہ پیدا کر کے حق اور سیدھے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جن کے آگے سخت عذاب و مصیبت ہوگی۔ جان لو کہ خدا تمہارے اختلاف کی خبر دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہوئے واضح و روشن حقیقت سے اختلاف اور دشمنی کریں گے مگر یہ کہ ان پر خدا کی توجہ خاص اور رحمت الہی ہو اور تائید و توفیق حق تعالیٰ ان کیلئے راہ مستقیم کو پائندار و استوار کر دے۔ خدا نے ان لوگوں کو اسی مقصد کیلئے پیدا کیا ہے۔ میں نے خود رسول خدا کو فرماتے سنا ہے:

اے علی! تم اور تمہارے پیروا پاک فطرت و حقیقت پر ہیں، دوسرے لوگ اس حقیقت و فطرت سے دور ہیں، کیا تم نے رسول خدا سے نہیں سنا؟

آپ نے فرمایا: تم لوگ میرے وزیر اور وصی سے منحرف ہو جاؤ گے۔

بیعت کے بعد، ابو بکر کا اظہار مسرت اور حضرت علیؑ کا احتجاج

امام صادقؑ فرماتے ہیں: جب لوگ ابو بکر کی بیعت کر کے ان کے اطراف جمع ہو گئے تو ابو بکر ہمیشہ حضرت علیؑ کے سامنے خوش روئی اور مسرت کا اظہار کرتے اور کسی طرح سے بھی ان کی رضایت و خوشنودی حاصل کرنا چاہتے، اس سلسلہ میں عذر خواہی بھی کرنا چاہتے تھے۔

پھر انہوں نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ صرف دو شخص سے خصوصی ملاقات و گفتگو کا وقت دیں، امیرالمومنین نے قبول کیا۔

وقت معین پر ابو بکر حاضر ہوئے اور کہا اے ابوالحسن! یہ واقعہ میرے شوق و رغبت اور اقدام سے صورت پذیر نہیں ہوا، مجھے خود پر اعتماد نہیں کہ اس کو چلا سکوں گا اور لوگوں کے امور کو جیسا چاہئے ویسے انجام دے سکوں، میرے پاس کثرتِ اموال و خاندان کی قدرت و توانائی بھی نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ اس راستہ کو ہموار و استوار کر لیتا، اس کے بارے میں پہلے میں نے کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا لہذا آپ مجھ سے کیوں رنجیدہ ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں جو میرے بارے میں نہیں خیال کرنا چاہئے، پھر مجھے بغض و عداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

حضرت علیؑ! جب تم کو اس سے رغبت و لگاؤ نہیں تھا، تو تم نے کس لئے اپنے کو اس امر کیلئے پیش کیا اور اس راہ میں پیش قدمی کی؟

ابو بکر! اس کی موافقت کا سبب وہ حدیث ہے جو میں نے رسول خداؐ سے سنی تھی کہ میری امت خطا و گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتی، جب اس امر میں امت کا اجماع واضح ہو گیا اور اپنی خلافت کے بارے میں تمام لوگوں کا اتفاق دیکھ لیا تو لا محالہ اس تکلیف کو مان لیا اور پیغمبر اسلامؐ کے فرمان کی اطاعت کی، اگر میں جانتا کہ اس پر عام اتفاق نہیں اور ایک شخص یا چند لوگ میری بیعت سے انکار کریں گے تو یقیناً اس سنگین

تکلیف اور ذمہ داری سے پرہیز اور انکار کر دیتا۔

علیٰ ابن ابیطالب! میں خاص طور سے اجماع امت کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ میں امت کے افراد میں ہوں یا نہیں؟ ابو بکر نے کہا، ہاں آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! آیا وہ گروہ جس نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی مثال کے طور پر سلمان، ابوذر، عمار، مقداد، سعد بن عبادہ وغیرہ امت میں سے ہیں یا نہیں؟ ابو بکر نے کہا، ہاں سب امت سے ہیں۔

امیر المؤمنین! تو پھر کیسے ممکن ہے کہ تم اجماع امت کی حدیث سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرو جبکہ ان لوگوں نے تمہاری بیعت سے مخالفت کی اور اس کا انکار کیا، یہ سب لوگ پاک سرشت و پرہیزگار اور رسول اکرم کے اصحاب و ہم نشین خاص میں سے ہیں۔

ابو بکر! ان کی مخالفت کا علم مجھے اس امر خلافت کے مقرر و متحقق ہونے کے بعد ہوا اور اس وقت میں نے غور و فکر کیا کہ اگر اس کی قبولیت کا انکار کر کے میں اس سے الگ ہو جاؤں تو اجتماعی حالات اور مسلمین معاشرہ کا نقشہ بدل جائے گا اور بہت ممکن تھا کہ اکثر افراد دین اسلام سے نکل کر مرتد ہو جاتے۔ ہاں اس امر کی قبولیت و موافقت اس سے بہتر تھی کہ ملت اسلامیہ ہرج و مرج میں گرفتار ہو کر اپنی سابقہ حالت کی طرف پلٹ جائے اور میں خیال کر رہا تھا کہ آپ بھی اس سلسلہ میں میرے موافق ہوں گے۔

امیر المؤمنین! میرا سوال یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کس بنیاد پر اور کس لئے اس امر کو قبول کیا، کن شرائط و اسباب کے تحت کوئی شخص اس امر کے لائق و سزاوار ہو سکتا ہے؟

ابو بکر! خیر خواہی، وفا، استقامت، حسن سیرت، عدالت، کتاب و سنت کی علم و آگہی، حکمت و معرفت، زہد و تقویٰ اور مظلوموں کی اعانت و طرفداری کے صفات کی بنیاد پر اس امر کا مستحق ہوتا ہے، ابو بکر نے انہیں صفات پر اکتفا کی تو حضرت علیٰ نے فرمایا: اسلام میں سبقت کا حق، دین اسلام میں جس کا ماضی روشن و واضح اور صورت، و سیرت میں رسول اکرم کے سب سے زیادہ قریب ہو؟

ابو بکر نے کہا! ہاں! سبقت اسلام اور قرابت رسول اسلام کے سب بھی ہیں۔

امیر المومنین! اے ابوبکر! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ یہ سارے صفات اپنے میں پاتے ہو یا مجھ میں؟

ابوبکر نے کہا یہ صفات تو آپ میں پائے جاتے ہیں۔

امیر المومنین! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، سب لوگوں سے پہلے میں نے دعوت اسلام قبول کیا یا تم نے؟ ابوبکر! ہاں آپ ہم سب سے پہلے اسلام کے ساتھ تھے۔

امیر المومنین! رسول اکرمؐ کی طرف سے ان کی جگہ پر کفار کو سورہ برأت سنانے کیلئے مجھے نامور کیا تھا یا تم مجھے؟

ابوبکر! آپ کے حوالہ کیا تھا۔

امیر المومنین! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہجرت مکہ سے لے کر غار اور مدینہ پہنچنے تک رسول اکرمؐ کے جان کی حفاظت کیلئے میں نے فداکاری کی یا تم نے؟ ابوبکر! انصافاً آپ نے جاٹاری کی۔

امیر المومنین! تجھے خدا کی قسم، رسول خدا کے فرمان و تصریح کے مطابق تمہارا اور دوسروں کا میں مولاً ہوں یا تم؟

ابوبکر! اعتراف کرتا ہوں کہ آپ سب کے مولاً ہیں۔

امیر المومنین! حدیث رسول اکرمؐ (انت منی بمنزلة ہارون من موسیٰ...) میرے لئے ہے یا تمہارے لئے؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں ہے۔

امیر المومنین! آیت ولایت میں انگوٹھی دینے کے عیب خدا، اس کے رسول کی ولایت کے ساتھ میری ولایت کا ذکر ہے، یا تمہاری؟

ابوبکر! اس کے مصداق آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول خدا نے عیسائیوں سے مہلبہ میرے اور میرے خاندان اور میرے فرزندوں کے ساتھ کیا، یا تمہارے اور تمہارے بیٹوں کے ساتھ؟
ابوبکر! مہلبہ میں آپ لوگ تھے۔

امیر المؤمنین! آیت تطہیر کا نزول میرے بارے اور میرے خاندان کے بارے میں ہوا، یا تمہارے بارے میں؟

ابوبکر! آپ اور آپ کے خاندان کے بارے میں نازل ہوئی۔

امیر المؤمنین! تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم اور تمہارے اہل بیت کساء کے نیچے تھے کہ پیغمبر اسلام نے تمہارے حق میں دعا کی، یا ہم سے تھے اور ہمارے بارے میں دعا کی، اے پروردگار! یہ سب میرے اہل بیت ہیں؟

ابوبکر! اہل کساء آپ لوگ ہیں۔

امیر المؤمنین! آیت ﴿وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَيَّ حَبَّةَ مَسْكِينَةٍ وَيَتِيمَةٍ﴾ تمہاری شان میں اتاری یا ہماری شان میں؟

ابوبکر! آپ کی شان میں نازل ہوئی۔

امیر المؤمنین! آفتاب میری نماز کے واسطے پلٹا تھا، یا تمہاری نماز کیلئے؟

ابوبکر! آپ کی نماز کیلئے۔

امیر المؤمنین! ﴿لَا فَتَىٰ الْأَعْلَىٰ لَا سَيْفَ الْأَذْوَالِ الْفَقَارِ﴾ آسمان سے تمہارے لئے بنا گیا، یا میرے لئے؟

ابوبکر! یقیناً آپ کے بارے میں تھا۔

امیر المؤمنین! رسول خدا نے جنگ خیبر میں علم تمہارے ہاتھ میں دیا تھا یا میرے ہاتھ میں کہ جس سے

مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی؟ ابوبکر! آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔

امیر المؤمنین! جنگ خندق میں عمر بن عبدود کا قتل تمہارے ہاتھوں ہوا، یا میرے ہاتھ سے؟

ابوبکر! آپ کے ہاتھوں ہوا۔

امیر المؤمنین! آباء و اجداد کی طہارت اور نسب میں رسول کے ساتھ میں شریک ہوں، یا تم؟

ابوبکر! آپ شریک ہیں۔

امیر المؤمنین! دختر پیغمبر فاطمہ کی تزویج کیلئے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے میرا انتخاب کیا گیا،

یا تمہارا؟

ابوبکر! آپ کا۔

امیر المؤمنین! انوار رسول، جو انان جنت کے سردار جناب حسین کے باپ تم ہو، یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! جسے خدا نے دو پر عطا کئے اور جنت میں پرواز کرتے ہیں، وہ تمہارے بھائی ہیں یا

میرے؟

ابوبکر! آپ کے بھائی ہیں۔

امیر المؤمنین! رسول خدا کے قرضوں کو ادا کرنے والا اور ان کے وعدوں اور وصیتوں کو پورا کرنے والا

میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! جب رسول خدا نے مرغ بریان کھانے کیلئے دعا کی، پروردگار اپنے محبوب ترین بندہ کو

یہاں بھیج دے، اس وقت میں حاضر ہوا تھا یا تم؟

ابوبکر! آپ حاضر ہوئے۔

امیر المؤمنین! رسول خدا نے ناکھین و مارقین و قاسطین سے جنگ و قتال کا مشرکہ دیکر فرمایا: میں نے

تذلیل قرآن پر محتالہ و مبارزہ کیا اور تم تاویل قرآن پر کرو گے؟ وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! جسے رسول خدا نے عالم علم قضا و فصل الخطاب سے تعارف کرا کے فرمایا:

علی! تم سب سے بہتر علم قضا و قدر سے آگاہ ہو، وہ میں ہوں، یا تم؟

ابوبکر! وہ آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! رسول نے اپنی زندگی میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

علی! کو امیر المؤمنین کہہ کر بلائیں، یہ میرے حق میں ہے یا تمہارے حق میں؟

ابوبکر! یہ بھی آپ کے بارے میں ہے۔

امیر المؤمنین! رسول خدا کا غسل و کفن میں نے کیا تھا یا تم نے۔

ابوبکر! آپ نے انجام دیا۔

امیر المؤمنین! رسول خدا کے کاندھے پر بلند ہو کر خانہ کعبہ کے بتوں کو توڑنے والے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! آیت اولو القربی کے مصداق ان کے اقرباء میں سے تم ہو یا میں؟

ابوبکر! آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! حدیث رسول کہ تم دنیا و آخرت میں میرے علمبردار ہو، میرے حق میں ہے، یا تمہارے

حق میں؟

ابوبکر! آپ، کے حق میں ہے۔

امیر المؤمنین! میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب مسجد کے کھلے ہوئے تمام دروازوں کے بند کرنے کا

حکم ہوا سوائے ایک دروازہ کے تو وہ میرے گھر کا دروازہ تھا، یا تمہارے گھر کا؟

ابوبکر! آپ کے گھر کا دروازہ تھا۔

امیر المؤمنین! رسول خدا کے بات کرنے اور سرگوشی سے پہلے تم نے صدقہ دیا تھا، یا میں نے؟

ابوبکر! حدتہ دینے والے صرف آپ تھے۔

امیر المؤمنین! رسول خدا نے اپنی بیٹی سے فرمایا

میں نے تمہارا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور وہ تمام لوگوں پر فضیلت و برتری

رکھتا ہے یہ انھوں نے تمہارے بارے میں فرمایا، یا میرے بارے میں؟

ابوبکر! آپ کے بارے میں فرمایا ہے۔

علی ابن ابیطالب نے یہ دلائل و برہان کیے بعد دیگرے بیان کئے اور ابوبکر نے ایک ایک کی تصدیق

کی یہاں تک کہ ابوبکر رونے لگے، اور ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔

امیر المؤمنین! جو کچھ میں نے کہا وہ امامت و خلافت کے دلائل اور اس کی علامتیں ہیں، انسان ان

باتوں سے امر خلافت کا مستحق ہوتا ہے اور ولایت امر مسلمین کی ذمہ داری سنبھالنے کے لائق بنتا ہے۔

اے ابوبکر! کس چیز نے تم کو خدا و رسول کے احکام و فرامین سے روک کر اس امر میں دھوکا دیا ہے،

دراسحالیکہ تمہارا اندران دلائل میں سے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی ہے؟

ابوبکر نے روتے ہوئے کہا: آپ نے سچ فرمایا ہے، مجھے مہلت دیجئے تاکہ میں اپنے بارے میں ان

بیان شدہ چیزوں کے سلسلہ میں خوب غور و فکر کر لوں۔

امیر المؤمنین نے فرمایا: جتنا چاہو وقت کر لو۔

ابوبکر نہایت تاخر، حزن و ملال کے ساتھ وہاں سے اٹھے اور اس وقت منصب خلافت علی کو واپس

کرنے اور اس مقام سے استعفیٰ دینے کیلئے تیار ہو گئے، اس دن کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ عمر بن

خطاب اس گفتگو سے مطلع ہوئے، تو متعجب و مضطرب ہو کر ٹہل رہے تھے، ادھر ابوبکر رات کو سوئے خواب

میں رسول خدا کو دیکھا، سلام کیا۔ آنحضرت نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا، ابوبکر اٹھ کر سامنے بیٹھے اس

مرتبہ بھی اپنا رخ سوڑ لیا۔

ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے کون سا گناہ اور نافرمانی سرزد ہوئی ہے؟

رسولؐ نے جواب دیا: تمہارے سلام کا جواب کیسے دوں، جبکہ تو اس کو دشمن رکھتا ہے جسے اللہ ورسولؐ دوست رکھتے ہیں، ہاں یہ منصب خلافت اس کے مصداق و مالک کو واپس کر دینا۔

ابوبکر نے پوچھا اس کا اہل کون ہے؟

فرمایا: وہ شخص جس نے تم سے مناظرہ و مباحثہ کیا اور تیری ملامت کی ہے، ابوبکر نے کہا ہاں اس کے حوالہ کر دوں گا، لیکن جب صبح ہوئی ابوبکر حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کر کے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کر دوں، اس کے بعد علیؑ سے معین وقت پر مسجد میں حاضر ہونے کو کہا تاکہ لوگوں کے سامنے خواب بیان کر کے سب کے سامنے خلافت ان کے حوالہ کر دیں۔

ابوبکر! وہاں سے باہر نکلے، راستہ میں عمر بن خطاب سے ملاقات ہوئی، عمر اس کی نیت سے واقف ہو گئے اور جیسے بھی ممکن ہوا، ابوبکر کو اس امر سے روک دیا۔

اہل شورائی کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علی کا احتجاج

اس احتجاج کی عبارتیں گذشتہ کی طرح ہیں، اس لئے مندرجہ ذیل عبارت پراکتفا کریں گے۔

حضرت محمد باقر اپنے آباء و اجداد سے نقل کرتے ہیں: جب عمر بن خطاب کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے چھ افراد علی ابن ابیطالب، عثمان بن عفان، زبیر ابن عوام، طلحہ ابن عبید اللہ، عبدالرحمن ابن عوف اور سعد ابن ابی وقاص کو بلا یا اور حکم دیا کہ حجرہ میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے مشورہ کریں پھر ان میں سب سے لائق اور سزاوار کو خلیفہ منتخب کر لیں، اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ آئیں جب تک کہ کسی کی بیعت نہ کر لیں، اگر ایک یا دو نفر مخالفت کریں اور بیعت سے انکار کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔

جب عثمان بن عفان کو منتخب کر لیا گیا اور حضرت علی شوروی کی اقلیت میں تھے تو اتمام حجت اور حقیقت کی وضاحت کیلئے فرمایا: چونکہ تمہاری رائے میرے خلاف واقع ہوئی اس لئے تم سے کچھ باتیں پوچھتا ہوں اور تمہارا جواب دو۔

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے کہ رسول خدا نے جنگ خیبر میں مسلمانوں کا علم اس کے ہاتھ میں دیا ہو اور اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھوں کو مس کیا ہو، جس سے اس کو شفا مل گئی ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسول خدا نے حکم پروردگار سے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر جم غفیر میں اس کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

جس کا میں مولاً ہوں، علی بھی اس کے مولاً ہیں، خداوند عالم اس کے دوستوں کو دوست رکھے اور اس کے دشمنوں کو دشمن رکھے۔

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جو رسول خدا کا بھائی ہو اور ایام سفر میں ہمیشہ ان کا رفیق

وسا تھی رہا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے جسے رسولؐ نے ہزار کلمات تعلیم کئے ہوں، اور اس نے اس کے ہر کلمہ سے ہزار ہزار دوسرے کلمات پیدا کئے ہوں؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ہے، جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو: تم اور تمہارے پیرو قیامت کے دن کامیاب ہوں گے،؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے سلسلہ میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

وہ شخص جھوٹا ہے جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اور علی ابن ابیطالب کو دوست نہ رکھتا ہو؟

تمہارے درمیان میرے علاوہ کون ہے جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو:

تم فاروق و اوراق و باطل کے درمیان فرق کر کے ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والے ہو؟

کیا میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا جس نے شجاعت و دلیری سے یہودی مرحب کو قتل کیا ہو؟

میرے علاوہ کوئی دوسرا تھا، جس نے قلعہ خیبر کو اکھاڑ کر خیبر کو فتح کیا ہو، جس قلعہ کو چالیس افراد کھول

نہیں سکتے تھے؟

کیا رسولؐ خدا نے کسی دوسرے کیلئے فرمایا تھا:

تم میرے نفس کی مانند ہو، تمہاری محبت میری محبت ہے، تمہارا بغض میرا بغض ہے؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ دوسرے کے بارے میں فرمایا ہے:

علم تضا و قدر کے تم سب سے بڑے عالم ہو، خدا کے عہد و پیمانہ کو مخلوق خدا میں سب سے زیادہ وفا

کرنے والے ہو، امر خدا میں تمہاری استقامت سب سے زیادہ ہے، خدا کے نزدیک تمہارا مقام سب سے

بلند و بالا ہے اور تم عدالت و مساوات کے لحاظ سے سب سے افضل ہو؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

لوگوں پر تمہاری فضیلت و برتری ایسے ہی ہے جیسے چاند پر سورج کی برتری و فوقیت ہے؟

کیا میرے علاوہ کسی غیر کیلئے رسولؐ نے فرمایا ہے:

سب لوگ الگ الگ درخت سے ہیں، لیکن میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں؟

کیا رسولؐ نے میرے علاوہ کسی دوسرے کیلئے فرمایا ہے:

تم دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو، پاک و پاکیزہ اور پرہیزگار لوگوں کو اس سے نکال کر کافروں کو اسی

آگ میں چھوڑ دو گے؟

تمام اہل شوریٰ نے ایک ساتھ ان کے ایک ایک قول کی تصدیق کی۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: جب یہ تمام باتیں درست و تصدیق شدہ ہیں، تو تقویٰ کا سچا و صحیح راستہ اختیار

کر کے غضب و عذاب خدا سے بچے رہو اور رسولؐ خدا کے عہد اور ان کی وصیت کی مخالفت نہ کرو، حقوق خدا

کی رعایت کرو اور خلافت اس کے حوالہ کر دو جو اس کی صلاحیت و لیاقت رکھتا ہو۔

پس اگر آپ نے یہ سب باتیں تصدیق کر لیں، تو یہ سب باتیں صحیح و درست ہیں، اور اگر آپ نے انہیں

مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں باطل و غلط ہیں، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں

مردود قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

قرار دینا صحیح و درست ہے، اور اگر آپ نے انہیں مردود قرار دیا، تو یہ سب باتیں مردود

حضرت علی کا احتجاج

(انصار و مہاجرین کے سامنے اپنی فضیلت کے بارے میں)

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ خلافت عثمان ابن عفان کے زمانہ میں بعض انصار و مہاجرین کو دیکھا مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں حلقہ زدہ اپنے اپنے فضائل و امتیازات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ حضرت علی بھی وہیں بیٹھے سن رہے تھے، تقریباً دو سو افراد تھے۔ سعد بن وقاص، عبداللہ ابن عوف، طلحہ و زبیر، عمار، و مقداد، ابوذر، ہاشم ابن عتبہ، عبداللہ ابن عمر، امام حسن و امام حسین، عبداللہ ابن عباس، محمد ابن ابوبکر اور عبداللہ ابن جعفر موجود تھے، انصار میں سے ابی ابن کعب، زید ابن ثابت، ابویوب انصاری، ابوالہشتم ابن التیمیہ، محمد بن سلیم، قیس ابن سعد، جابر ابن عبداللہ انصاری، انس ابن مالک، زید ابن ارقم، عبداللہ ابن ابی الاوفی، ابولسلیٰ اور اس کے دو بیٹے، عبداللہ و عبدالرحمن، ابوالحسن بصری اور اس کا بیٹا۔

پہلے قریش نے اپنے فضائل بیان کئے کہ قریش نے رسول خدا کے ساتھ ہجرت کی اور اسلام میں سبقت کرنے والے ہیں، پیغمبر اسلام نے فرمایا: دین کے امام قریش سے ہوں گے، قریش عرب کے پیشوا ہیں، تم لوگ قریش پر سبقت نہ کرو، قریش کے ایک مرد کی طاقت دو مرد کے برابر ہے، جو قریش کو دشمن رکھے گا، خدا اس کو دشمن رکھے گا، جو قریش کی اہانت کرے گا، خدا اس کی اہانت کرے گا۔

پھر انصار نے اپنے فضائل و خصوصیات بیان کئے کہ ہم نے رسول اکرم کی مدد سے کوئی دریغ نہیں کیا، خدا نے (سورہ ہشتر) میں ہماری توصیف و تعریف کی ہے۔

رسول خدا نے بھی ہماری مدح و ثنا فرمائی ہے، خصوصاً سعد ابن معاذ کے جنازہ کی تشییح، حظلہ ابن عامر کو ملائکہ غسل دینا، عاصم ابن ثابت کے جنازہ کو شہد کی مکھیوں نے دشمن کے سوء قصد سے حفاظت کرنا، اس کے بعد اپنے مشہور افراد کا نام لیا۔

یہ گفتگو وقتاً بوقتاً صبح سے زوال تک چلتا رہا اور امام علی ان باتوں کو سنتے رہے کچھ بھی نہ بولے، کچھ لوگوں نے آپ سے کہا آپ کیوں نہیں بولتے؟

امیر المؤمنین نے فرمایا: تم لوگوں نے جو کچھ کہا اپنی جگہ پر سب کچھ درست و صحیح ہے، لیکن میں تم سب سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمام فضائل و خصوصیات اور مقامات مذکورہ خود تم سے ہیں یا تمہارے قبیلہ و خاندان سے ہیں یا کسی دوسرے راستہ و طریقہ سے تمہارے حصہ میں آئے؟

سب نے کہا یقیناً یہ سب فضائل و شرافت رسول خدا اور ان کے اہل بیت کے ذریعہ سے خدا نے ہم کو عطا کیا ہے۔

امیر المؤمنین! تم نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے: میں اور میرے اہل بیت خلقت آدم سے پہلے نور تھے، جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ہمیں ان کی صلب میں قرار دیا، پھر صلب نوح میں منتقل ہوئے، پھر طوفان کے بعد پاک اصحاب و طاہر ارحام میں منتقل ہوتے رہے، ہمارے آباء و اجداد میں کوئی بھی برائی میں ملوث نہ ہوا۔

لوگوں نے کہا ہاں رسول خدا نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

امیر المؤمنین! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ خدا رسول پر ایمان لانے والا میں پہلا شخص ہوں؟

لوگوں نے کہا: صحیح کہتے ہیں۔

امیر المؤمنین! کیا خدا نے ایمان میں سابقین کو متاخرین پر فضیلت و برتری نہیں دی ہے؟

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾

ہر سابق ایمان ہر متاخر پر امتیاز و فضیلت رکھتا ہے، کیا ان آیتوں کے نزول کے بارے میں رسول

خدا نے نہیں فرمایا:

یہ آیتیں انبیاء و اوصیاء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

پھر کیا یہ نہیں فرمایا: میں تمام انبیاء سے افضل ہوں اور علی میرے وحی ہیں اور وہ انبیاء کے تمام اوصیاء سے افضل ہیں۔

انصار و مہاجرین نے کہا سب بالکل صحیح ہے۔

امیر المؤمنین: میں تم کو قسم دیتا ہوں جب آیت اولو الامر آیہ ولایت نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول خدا سے پوچھا کیا یہ آیات تمام مومنین سے مربوط ہیں یا ان میں سے بعض کیلئے؟ اور رسول کو خدا کی جانب سے حکم ہوا وہ ولایت کی وضاحت کریں، چنانچہ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کے بارے میں بیان کر دیا، جب غدیر خم کے نزدیک پہنچے تو فرمایا:

مجھے خدا کی طرف سے تاکید کی حکم پہنچا ہے لہذا اس کے انجام دینے پر مجبور ہوں۔

فرمایا: آئے، اور پیچھے والوں کو نماز کیلئے بلایا جائے، جس کے بعد لوگوں کا گروہ درگروہ وہاں جمع ہوا، اور رسول نے ایک طویل خطبہ کے بعد فرمایا: کیا تم جانتے ہو۔

میں تمہارا مولّا ہوں اور تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں جیسا کہ پروردگار میرا مولّا ہے؟

لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہاں ایسا ہی ہے، تب آپ نے فرمایا:

اے علی! اٹھو، میں کھڑا ہوا تو انھوں نے فرمایا:

میں جس کا مولّا ہوں اور جس پر اولویت رکھتا ہوں، علی ابن ابیطالب بھی ان کے مولّا ہیں۔

پروردگار علی کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھ، سلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا:

یا رسول اللہ! یہ کیسی ولایت ہے؟ رسول اکرم نے فرمایا:

ان کی ولایت میری ولایت کے مثل ہے، جس سے میں اولیٰ و بہتر ہوں، علی بھی ان سے اولیٰ ہیں،

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الیوم اتممت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾

اُس وقت رسول نے تکبیر کہی اور خدا کی حمد و ثنا بجالانے، ابو بکر و عمر نے بڑھ کر کہا یا رسول اللہ کیا یہ آیت

خاص کر علی ابن ابیطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

آپ نے کہا ہاں! یہ علی کی ولایت اور روز قیامت تک کے میرے اوصیاء کی ولایت کے بارے میں

ہے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کی مزید وضاحت کیجئے؟

آپ نے فرمایا: سب سے پہلے میرا بھائی، میرا وزیر، خلیفہ اور میرا وصی علی ابن ابیطالب ہے ان کے

بعد میرا بیٹا حسن بن علی ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسین ابن علی ہے، اس کے نو افراد اس کی اولاد میں سے

ہیں جو یکے بعد دیگرے میرے بعد وصی و خلیفہ ہوں گے، وہ سب قرآن کے ساتھ اور قرآن ان کے ساتھ

ہوگا۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر روز قیامت پہنچ جائیں۔

امیر المومنین نے فرمایا: کیا رسول سے تم نے سب سنا ہے؟

انصار و مہاجرین! ہاں بالکل صحیح ہے۔

امیر المومنین: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اکرم، فاطمہ، میں اور میرے دونوں حسن و حسین چادر

کے نیچے جمع ہو گئے تو آنحضرت نے فرمایا:

خدا یا یہ میرے اہل بیت ہیں ان کی تکلیف و اذیت و ناراحتی میری ناراحتی و اذیت کا سبب ہے۔ انھیں

رجس و کثافت سے دور رکھو اور پاک و پاکیزہ رکھو۔ اس وقت آیت تطہیر کا نزول ہوا، ام سلمہ نے چادر کے

قریب آ کر کہا کیا چادر میں میں بھی آ جاؤں؟ جواب دیا نہیں تم خیر پر ہو۔

یہ آیت میرے اور میرے بھائی علی ابن ابیطالب، میری بیٹی فاطمہ اور ان کے دو فرزند حسن و حسین

اور ان کے نو فرزند کیلئے ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

کیا یہ باتیں صحیح ہیں؟

انصار و مہاجرین! ہاں ہم نے یہ باتیں ام سلمہ اور خود رسول خدا سے بھی سنی ہیں۔

امیر المومنین: کیا جانتے ہو کہ جب ﴿کونوامع الصادقین﴾ کی آیت نازل ہوئی تو جناب

سلمان نے کہا یا رسول اللہ! یہ آیت خاص ہے یا عام؟ آپ نے فرمایا:

یہ تمام مومنین کو خطاب اور سب کو حکم ہے کہ صادقیین کے ساتھ رہیں، صادقیین سے مراد میرے بھائی علی ابن ابیطالب اور میرے اوصیاء ہیں؟
انصار و مہاجرین! ہاں صحیح ہے۔

امیر المؤمنین: کیا تم کو یاد ہے کہ جب غزوہ تبوک کے وقت رسول اکرم نے مجھے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا یا تھا تو میں نے پوچھا، آپ مجھے مدینہ میں کیوں چھوڑ رہے ہیں، آنحضرت نے فرمایا:
تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور میں نے تمہیں اپنا خلیفہ بنایا ہے تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟
انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی تھا۔

امیر المؤمنین: ﴿یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا...﴾ (سورہ حج، آیت ۷۷)
جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا، یا رسول اللہ! اس آیت:
﴿مملۃ ایکم﴾ سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا:

اس سے تیرہ افراد مقصود ہیں، سب سے پہلے میں پھر میرا بھائی علی ابن ابیطالب اور پھر ان کی اولاد میں ان لوگوں پر شاہد و ناظر ہوں اور وہ لوگ تم سب پر شاہد و ناظر ہیں، کیا تمہیں اس حدیث کی خبر ہے؟
انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے جیسا آپ نے فرمایا۔

امیر المؤمنین: تم جانتے ہو کہ رسول خدا نے سب کے سامنے آخری خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا:
اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو بزرگ اور اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا، دوسرے میری عزت، میرے اہل بیت، تم ان دونوں سے متمسک رہو گے تو گمراہی و ضلالت سے محفوظ رہو گے۔ مجھے خدا نے خبر دیا ہے کہ یہ دونوں اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتے جب تک حوض کوثر پر مجھ سے نہ مل جائیں۔

عمر بن خطاب نے اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو کر پوچھا تھا:

یا رسول اللہ! کیا اس سے آپ کے تمام اہل بیت مراد ہیں؟

فرمایا: نہیں میرا مقصود میرے خلفاء و اوصیاء ہیں، جن میں اول میرے بھائی، میرے خلیفہ اور مومنین کے ولی علی ابن ابیطالب ہیں، ان کے بعد میرے فرزند حسن و حسین اور ان کے بعد حسین کے نو فرزند ہوں گے، وہ سب میرے اوصیاء مخلوق پر گواہ، خدا کی حجت، صاحبان حکمت اور علم پروردگار کے خزانہ دار ہیں، جس نے ان کی اطاعت کی گویا خدا کی اطاعت کی ہے، جس نے ان کی نافرمانی کی گویا خدا کی نافرمانی کی ہے۔

انصار و مہاجرین! ہم سب اس امر کی گواہی دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ امیر المومنین نے ایک ایک کر کے اپنے فضائل و مناقب کے بارے میں پوچھا۔

ان لوگوں نے سب کی تصدیق اور گواہی دی۔

پھر فرمایا: کیا تم گواہ ہو کہ رسول اکرم نے فرمایا: اپنے خیال میں جو مجھے دوست رکھتا ہے اور علی کو دشمن

رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، جس نے اسے دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے خدا سے دشمنی کی ہے۔

حاضرین میں تقریباً بیس افراد نے اس روایت کی بھی تصدیق کی۔

طلحہ ابن عبید اللہ کا اعتراض

طلحہ ایک سیاسی آدمی تھا، اس نے کہا اس روایت کو کیا کیا جائے، جو رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

خدا نبوت، خلافت کو ہم اہل بیت میں جمع نہیں کرے گا، عمر و ابو عبیدہ، سالم اور معاذ نے بھی روایت کی شہادت دی، پھر طلحہ نے کہا آپ کی سب باتیں تصدیق شدہ ہیں، آپ کے فضائل و کمالات معلوم ہیں لیکن ان چار افراد نے بھی روایت مذکورہ کی تصدیق کی ہے کہ خلافت خاندان رسول میں نہیں ہوگی۔

امیر المؤمنین بہت رنجیدہ ہوئے اور اپنے بغض سے صحیفہ نکال کر طلحہ کو دکھایا کہ غدیر خم کے بعد آنحضرت کے چند مخالفین نے اس صحیفہ میں معاہدہ و دستخط کیا تھا کسی طرح بھی علی ابن ابیطالب کو ولایت و خلافت سے روک دیا جائے۔

پھر فرمایا: اس جھوٹی گواہی کے بطلان کی دلیل یہ روایت ہے جو رسول خدا نے غدیر خم میں فرمائی کہ میں تم پر تم سے زیادہ حق رکھتا ہوں، میری طرح علی بھی تمہارے اوپر تم سے زیادہ حق رکھیں گے، یہ روایت قابل قبول ہے کہ نہیں؟

طلحہ! درست ہے۔

امیر المؤمنین: جب میں لوگوں پر اولویت رکھتا ہوں تو کوئی کیسے میرا حاکم و رئیس بن سکتا ہے اور میں اس کے زیر فرمان رہوں گا، کیا اولویت رکھنا خلافت و حکومت کا ملازمہ نہیں ہے؟

ان تمام شرائط و ان تمام باتوں کے ساتھ میرے علاوہ کسی غیر کیلئے اولویت تصور کی جاسکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ حدیث منزلت (یا علی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ) قابل تصدیق و اعتبار ہے یا نہیں؟ طلحہ! حدیث معبرہ و مسلم ہے۔

امیر المؤمنین: جب ہارون کا مقام سوائے مقام نبوت کے میرے لئے ثابت ہے، تو نبوت کے علاوہ

تمام معنوی مراتب میری ذات میں موجود ہیں، تو گذشتہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ منصب خلافت و ولایت مجھ سے سلب کر لو؟ کیا ہارون کی منزلت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان دوسرے کے تحت حکومت اور زیر سلطنت رہے اور بعد رسول ان کے کسی منصب کا حقدار نہ رہے؟

کیا میں تمہاری طرح امتیاز و خصوصیت نہیں رکھتا؟

کیا تم نے پیغمبر اکرم کی یہ حدیث نہیں سنی:

میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو کبھی

بھی گمراہ نہ ہو گے، وہ دو امر کتاب خدا اور میرے اہل بیت ہیں۔ ان پر سبقت نہ کرنا اور اپنے علم کو ان

پر تحمیل نہ کرنا، کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے اور عقل رکھنے والے ہیں؟

طلحہ! ہاں صحیح ہے۔

امیر المؤمنین: اس حدیث کے مطابق میں دوسروں سے اعلم اور دانا تر نہیں ہوں؟ کیا دوسرے لوگ ذمہ دار

نہیں ہیں کہ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے استفادہ کریں؟ کیا لوگوں کو مجھ سے تمسک اور توسل نہیں رکھنا چاہئے؟

اس حدیث کے مطابق کیا میرا فرمان، قرآن و خدا کے مطابق نہیں ہے؟ کیا خدا نہیں فرماتا کہ آیادہ شخص لائق

اطاعت و بیروی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے یا وہ جو کہ خود راہ راست پر نہیں چل سکتا، جب تک کہ اس کی

ہدایت نہ کر دی جائے، پس تم کیسے حکم لگاتے ہو؟

کیا قرآن نے جناب طاوت کے بارے میں نہیں فرمایا: خدا نے تمہارے درمیان سے طاوت کو منتخب کیا

ہے اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے تم پر ترجیح و برتری دی ہے اور ان کی روحانی و جسمانی طاقت زیادہ ہے؟

خدا مخالفین کے مقابل اور ان کے ست و بے اساس دعوے کے مقابلہ میں فرماتا ہے:

قرآن سے بہتر کوئی کتاب، کوئی خبر و روایت جس سے علم و یقین کا فائدہ ہو، لے آؤ، اگر تم اپنے قول

میں سچے ہو؟

رسول اکرم فرماتے ہیں: امت اور امتی اپنے امور کی ولایت و رسیدگی کی خاطر کسی کو معین نہیں کر سکتے

جبکہ ان کے درمیان کوئی علم و افضل شخص موجود ہو مگر یہ کہ اس امت کے امور انحطاط و متزلزل چھوڑ دیئے جائیں اور ان کے اجتماع اور ان کا اتحاد اور قومیت پارہ پارہ ہو جائے تاکہ وہ اپنے اعمال سے پشیمان ہو کر چلنے والے راستے سے پلٹ جائیں، گذشتہ روایت میں جھوٹ کی دلیل یہ ہے کہ تم لوگوں نے خود رسول اکرم کے زمانہ میں انھیں کے حکم سے مجھے امیر المؤمنین اور مولا کے عنوان سے خطاب کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ عمر بن خطاب نے خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے والے چھ افراد میں مجھے بھی قرار دیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو خلافت کیلئے منتخب کر لوں اگر مجھ میں خلافت کی صلاحیت نہ ہوتی تو عمر بن خطاب مجھے اہل شوریٰ میں کیسے قرار دیتے؟

اور اگر شوریٰ کسی دوسرے امر کیلئے تھی تو عثمان کیسے خلافت کا دعویٰ کرتے؟ کیا عثمان کا مقام و منصب اس شوریٰ کی پیداوار نہیں ہے؟ تم لوگوں نے اس دن جعلی روایت سے تمسک کیوں نہیں کیا؟ اے ظلمہ! کیا تو خود اہل شوریٰ سے نہیں تھا؟ اس دن یہ روایت کیوں نہیں نقل کیا اور عمر بن خطاب اور دوسروں کو اس بات سے کیوں نہیں آگاہ کیا؟

پھر علی ابن ابیطالب نے عبداللہ ابن عمر کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے عبداللہ! تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب میں تمہارے باپ کی عیادت سے واپس ہوا تو میرے بارے میں تمہارے باپ نے جو کچھ کہا ہے اسے بیان کرو؟

عبداللہ نے کہا جب آپ ہمارے پاس سے چلے آئے تو انھوں نے کہا اگر تم لوگ قریش کے اس شخص کی بیعت کرتے جس کے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں ہے تو وہی سچے اور سیدھے راستہ کی جانب تمہاری رہنمائی کرتا اور وہی کتاب خدا اور سنت پیغمبر لوگوں میں رائج کرنے والا ہے۔

امیر المؤمنین: تم نے ان سے کیا کہا؟

عبداللہ! میں نے اپنے باپ سے کہا تو آپ اس منصب خلافت کیلئے ان کو کیوں نہیں معین کرتے اور انھیں جانشین رسول کیوں نہیں بناتے؟

امیرالمؤمنین: تمہارے باپ نے کیا جواب دیا؟

عبداللہ! ہاں انھوں نے جواب دیا مگر وہ مخصوص گفتگو تھی دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے وہ راضی نہیں تھے۔

امیرالمؤمنین: رسول خدا نے ان سارے واقعات کی مجھے اطلاع دی تھی، تمہارے باپ کے جواب اور دوسری جزئیات سے میں آگاہ ہوں لیکن اس سے زیادہ اس موضوع پر میں تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت علی علیہ السلام کا اپنا تعارف

تم کو خدا کی قسم! ادیتا ہوں، بتاؤ کیا رسولُ خدا نے ہمیشہ مجھے بزرگ و بلند نہیں رکھا؟ ہم اہل بیت پیغمبر نہیں ہیں؟ میں ہمیشہ ہر جگہ ان کے ہمراہ نہیں رہا؟

کیا خدا نے اپنے رسول کے ساتھ ہمارا ذکر نہیں کیا؟ کیا آیت اولو الامر کے ضمن میں ہماری اطاعت کو واجب و لازم نہیں شمار کیا ہے؟ کیا رسولِ اسلام ہماری ولایت کو تم تک پہنچانے پر مامور نہ تھے؟ کیا رسول اکرم کے وحی ہونے کا ہم سے زیادہ کوئی سزاوار لائق ہے؟

تم کو خدا کی قسم! کیا تم کو خبر ہے کہ کفار قریش کے سامنے (سورہ برأت) پڑھنے کیلئے رسولُ خدا نے مجھے حکم دیا تھا اور ابو بکر کو اس سے منع کر دیا تھا اور فرمایا کہ میری جانب سے میری باتوں کو وہی پہنچا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میرے جیسا ہو؟

انصار و مہاجرین! ہاں ایسا ہی ہے۔

امیر المؤمنین: جو شخص ایسی بات کو رسولُ خدا کی طرف سے نہیں پہنچا سکتا تو وہ تمام امور میں ان کی جگہ کیسے لے سکتا ہے، اور جانشین و خلیفہ رسول بن کر تمام قوانین و احکام الہی کو کیسے جاری و قائم کر سکتا ہے؟ جسے ایسی ماموریت سے روک دیا گیا ہو وہ آنحضرت کی خلافت و جانشینی کے لائق ہو سکتا ہے یا وہ شخص جسے یہ ذمہ داری دی گئی اور اس کا تعارف اس انداز سے کرایا گیا ہو کہ وہ مجھ سے ہے اور میری طرح ہے؟ کیا تمہیں اطلاع ہے کہ رسولُ خدا نے میرے بارے میں فرمایا:

تم میرے بھائی ہو، تم میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو، تم ہی میرے قرضوں کو ادا کرو گے، مجھے لوگوں کے حقوق سے برٹی الذمہ کرو گے، میری سنت اور احکام خدا کے اجراء کی خاطر مخالفین سے جنگ کرو گے؟ یہ بھی فرمایا:

مسجد الحرام میں جناب ابوذر کا رسول خدا کی دو حدیث بیان کرنا

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں خانہ خدا میں موجود تھا جناب ابوذر کو خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑے ہوئے دیکھا کہ ایک مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے، اگر نہیں جانتا تو جان لے کہ میں ابوذر جندب ابن جنادہ ہوں، میں نے پیغمبر اسلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی ہے، جو اس پر سوا ہوا وہ کامیاب ہوا اور جو اس سے دور ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اہل بیت بنی اسرائیل کے باب طے کی طرح ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے جس نے بھی اس وقت استغفار کیا وہ بخش دیا گیا۔

میں نے رسول اسلام سے سنا کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں کتاب خدا اور میرے اہلبیت ہیں۔

اے متحیر امت اور وہ گروہ جو اپنے پیغمبر کے بعد گمراہ ہو گئے!

آگاہ ہو جاؤ!!! اگر تم نے اس کو مقدم کیا ہوتا جس کو خدا نے مقدم کیا ہے اور اسے مؤخر کیا ہوتا جسے خدا نے مؤخر کیا ہے اور اگر خلافت و ولایت کو اس جگہ رکھتے جس جگہ خدا نے رکھا ہے تو احکام الہی اور فرائض خداوندی کبھی بھی ضائع نہ ہوتے اور اختلاف، نفاق اور دشمنی تمہارے درمیان ظاہر نہ ہوتی۔

جب حضرت ابوذر مدینہ واپس ہوئے تو انھیں عثمان ابن عفان نے بلایا کہ بتاؤ تمہیں کس نے ترغیب دی تھی کہ خانہ کعبہ میں مختلف لوگوں کے سامنے تقریر کرو؟ اور کس سبب سے تم نے یہ کام کیا؟ جناب ابوذر نے کہا مجھے اس عمل کا حکم رسول خدا نے دیا تھا۔

عثمان! اس کا کوئی گواہ ہے۔ وہاں حضرت امیر المؤمنین اور جناب مقداد حاضر تھے، دونوں نے گواہی

دی اور پھر وہاں سے چلے گئے۔

علی ابن ابیطالبؑ کا عثمان سے احتجاج

ایک روز عثمان نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ اگر آپ مجھ سے بد نیتی اور بد سلوکی کرتے ہیں تو یہ آسان ہے کیونکہ آپ نے مجھ سے اور اپنے سے بہتر لوگوں کے ساتھ بھی کیا ہے۔

امیر المومنینؑ اوہ کون ہیں جو مجھ سے بہتر تھے؟

عثمان!!! ابو بکر و عمر۔

امیر المومنینؑ تو جھوٹا ہے میں تم سے اور ابو بکر و عمر سے افضل و برتر اور بہتر ہوں۔ جب تم اسلام نہ لائے تھے اور خدا پرست نہیں تھے، میں خدائے جہان کی پرستش و عبادت کر رہا تھا اور تم لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی اس کی عبادت کروں گا اور وہ دن تمہارے اعمال و افعال کے حساب و کتاب کے دن ہوں گے۔

ایک شخص کا حضرت علیؑ کے مقابلہ میں فخر و مباہات

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، و مقداد، اور ابو ذر نے مجھ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اپنی برتری و بلندی کا اظہار کیا، جب رسول اسلام کو خبر ہوئی تو علیؑ ابن ابیطالب سے فرمایا: تم سارے عرب پر فخر و مباہات کرو کہ چچازاد بھائی کے لحاظ سے تم سب سے بزرگ ہو، داماد کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو کیونکہ تم رسول اسلام کے چچازاد بھائی اور داماد ہو، زوجیت کے لحاظ سے تم سے بہتر کوئی نہیں کیونکہ تمہاری زوجہ فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ ہیں، فرزندوں کے لحاظ سے کہ حسن و حسینؑ ہیں، تمام مخلوق سے افضل ہو۔ آپ کے بھائی جعفر طیار، اس لحاظ سے بھی سب سے بلند ہیں، آپ کے عمو محترم حضرت حمزہ سید الشہداء ہیں، اس لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہو، تم علم و صبر میں، برتری رکھتے ہو، تمہارا علم دوسروں سے بہت زیادہ ہے، تم سب سے پہلے اسلام لائے، تم دوسروں سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہو، میری سنت کا علم و احاطہ سب سے زیادہ تم کو ہے اور ایسے ہی تمہارا وجود اور تمہاری سخاوت، تمہارا زہد و تقویٰ سب سے زیادہ روشن ہے۔

دین کی سعی و کوشش اور احکام اسلامی کے لحاظ سے تم ثابت قدم ہو، تمہاری عادت اور تمہارے اخلاق سب سے بہتر، تمہاری زبان سب سے زیادہ سچی اور خدا کے نزدیک تم سب سے زیادہ محبوب ہو، شجاعت و دلیری میں تم سب سے آگے ہو، تم میرے بعد تیس سال زندہ رہو گے، اس زمانہ میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے قریش کے ظلم و ستم پر صبر و تحمل کرو گے، پھر راہ خدا میں جہاد کرو گے، تم تاویل قرآن کیلئے مخالفین سے ایسے جنگ کرو گے جیسے میں نے اصل قرآن کے بارے میں جنگ کی، پھر تم شہید ہو گے اور شگافتہ سر کے خون سے تمہاری داڑھی خضاب آلود ہو جائے گی، تمہارا قاتل غضب خدا اور حق سے دوری کے لحاظ سے اس شخص کی طرح ہے جس نے ناقہ صالح کو ذبح کیا تھا۔

امیر المؤمنین صدیق و فاروق ہیں!

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ سلمان، وابوزر، و مقداد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر تقاضا کیا کہ اے سلمان! خیر و سعادت کی جانب میری رہنمائی کیجئے۔

سلمان فارسی: میں تم کو کتاب خدا کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں آسمانی کتاب قرآن مجید کے ہمراہ رہنا، زندگی کے امور و آداب اور علوم و عقائد و معارف کا اسی سے استفادہ کرنا اور تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علی ابن ابیطالب، قرآن کا لازمہ اور حق و باطل کا معیار ہیں۔

ہاں! علی ابن ابیطالب ہی صدیق ہیں، ان کی تمام رفتار و گفتار اور کردار صحیح اور سچ ہیں، علی ہی فاروق ہیں یہی حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے حق و حقیقت کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں، وہ ہمیشہ حق کے ساتھ ہیں وہ حق کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔

مرد مومن نے کہا!! لوگ ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کا لقب دیتے ہیں، کیا یہ دونوں لقب ان دونوں کے نہیں ہیں؟

سلمان فارسی! لوگوں نے حضرت علی کے ان دو القاب اور ان کے اوصاف کو دوسروں سے منسوب کر دیئے، جیسے خلافت و امارت اور ان کے حق کو غصب اور اس پر تصرف کر لیا۔

ہم رسول کے زمانہ میں ان کی طرف سے ذمہ دار تھے کہ حضرت علی کو امیر المؤمنین کے لقب سے پکاریں اور اسی عنوان سے انھیں مخاطب کرتے تھے، لیکن آنحضرت کی وفات کے بعد یہ لقب و عنوان بطور حرص و طمع دوسروں سے منسوب کر دیا گیا۔

فضائل امام علیؑ کے اثبات کا احتجاج

سلیم ابن قیس کہتے ہیں: ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے تقاضا کیا کہ اپنے کچھ فضائل و مناقب بیان فرمائیں؟

امیر المؤمنین: میرے فضائل وہ آیتیں ہیں جو قرآن مجید میں میری شان کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

مرد مسلمان! وہ کیا ہیں جو آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟

امیر المؤمنین: نے ایک ایک کر کے اپنے بارے میں نازل شدہ آیات کو بیان کیا ان میں سے ایک

﴿افمن كان على بينة من ربه...﴾ (سورہ ہود آیت، ۷۱) ترجمہ:

آیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی جانب سے دلیل و برہان رکھتا ہے، اسکے بعد از خود یا از جانب

پروردگار کوئی شاہد و گواہ لائے، بہتر ہے

یادہ لوگ جو خدا کی آیات کے منکر ہیں؟

پھر فرمایا: میں وہی گواہ ہوں جو رسول اکرمؐ کے بعد آیا اور میں رسول خدا سے ہوں۔

پھر ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مَرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا...﴾ (سورہ

رعد، آیت، ۴۳) کی تلاوت کی، جس کا ترجمہ:

اے رسول! کافرین کہتے ہیں کہ تم خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہو تو کہہ دو! تمہارے درمیان

خدا بہترین گواہ و ناظر ہے، اسی طرح وہ لوگ شاہد ہیں جن کے پاس قرآن کے علوم ہیں۔

پھر فرمایا: میں وہی شخص ہوں جس کے پاس علم قرآن ہے ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ

آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (سورہ مائدہ آیت، ۵۵)

ترجمہ: تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت

رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(سورہ نساء، آیت، ۵۹)

ترجمہ: تم اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں۔

امیر المؤمنین: پھر فرمایا وہ صاحب امر میں ہی ہوں۔

مرد مسلمان! تقاضا کرتا ہوں کہ وہ فضائل بیان کیجئے جو رسول اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا

ہے؟

امیر المؤمنین: ایک فضیلت یہ ہے کہ رسول خدا نے روز غدیر مجھے ولایت کے منصب پر منسوب کیا۔

پھر حدیث منزلت میں آنحضرتؐ نے مجھے ہارون کی طرح اپنی جانب نسبت دی۔

حدیث: میں ان کے ساتھ سفر میں تھا حضرت عائشہ اور میرے علاوہ آنحضرتؐ کے ساتھ تیسرا کوئی نہ

تھا اور تین افراد کیلئے صرف ایک ہی لحاف تھا رسول اسلام میرے اور عائشہ کے درمیان لیٹ گئے، جب وہ

عبادت و نماز شب کیلئے اٹھے تو اپنی انگشت مبارک سے لحاف کو فرش زمین میں دھنسا دیا، مجھے رات بھراتا

شدید بخار تھا کہ میں سو نہیں سکا، میری وجہ سے رسول خدا بھی رات بھر نہ سوئے اور صبح تک میرے اور اپنی

جانماز کے درمیان جاگتے رہے، کبھی نماز پڑھتے، کبھی میری احوال پرسی کرتے اور میری طرف متوجہ رہتے،

جب صبح ہوئی تو آپ نے نماز پڑھ کر دعا کی پروردگار اعلیٰ کو شفا و عافیت عنایت فرما، پھر میری طرف متوجہ

ہو کر فرمایا: اے علیؑ تجھے بشارت ہو میں نے کہا آپ کو بھی خیر کی بشارت ہو اور خدا مجھے آپ پر قربان کرے

رسولؐ نے فرمایا:

کل شب خداوند عالم سے جو کچھ اپنے لئے مانگا وہ تمہارے لئے بھی مانگا اور جو کچھ میں نے خدا سے

سوال کیا سب کچھ اس نے قبول کر لیا۔

میں نے خدا سے درخواست کیا کہ وہ تم کو میرا بھائی بنائے، قبول ہوا، مجھے مومنین کا دلی و سرپرست

قرار دے، وہ مجھ کو قبول ہو گیا۔

امیر المومنین کا ناکثین کے ساتھ احتجاج

(بیعت توڑ کر جنگ جمل میں حصہ لینے والے)

خداوند عالم نے تمام انسانوں کو خلق کرنے کے بعد انھیں میں سے کچھ کو اپنا رسول اور سفیر منتخب کیا اور لوگوں کی ہدایت و سعادت انھیں سفیروں اور رسولوں کے ذریعہ کتاب قانون و احکام نازل کی اور ان کتابوں میں اپنے بندوں کی ذمہ داریوں اور فریضوں کو واضح و روشن کیا۔

خدا: اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کے حکم و فرمان جاری کرنے کے سزاوار و لائق ہیں اور درحقیقت ان کا فرمان رسول اکرم کا فرمان ہے اگر تم تعصب و عناد نہ کرو تو یہ جملہ راہبوں اور لوہوں، ہم اہل بیت کے بارے میں نازل ہوا ہے اور یہ عنوان ہمارے لئے مخصوص ہے۔

تم نے ہماری مخالفت کی، ہم سے روگردان ہوئے، ہماری بیعت کو توڑا، ہمارے حق کا انکار کیا، خدا کے عہد و بیان کے خلاف قدم اٹھایا اور اس طریقہ سے تم نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔
کیا تم خدا کے اس فرمان کو فراموش کر گئے؟

(سورہ نسا، آیت ۸۳) جب امن و خوف کا کوئی امر ان کو سنائی دیتا ہے تو وہ اس کو بغیر کسی تحقیق و نظر کے پھیلا دیتے ہیں اگر اس موقع پر وہ سکوت و توقف اختیار کریں اور امر اختلافی کو رسول خدا اور اولوالامر پر چھوڑ دیں، تو وہ ان کی حقیقت سمجھ لیں گے اور اس کی عاقبت کو بھی جان لیں گے۔ اس آیت میں بھی اولوالامر سے مراد ہم ہی ہیں، خدا نے حکم دیا ہے کہ جو امور اور حوادث واضح نہیں ہیں ہماری طرف رجوع کریں، اگر تم نے خدا اور رسول کے عہد و دستور پر عمل نہیں کیا تو اپنی بد رفتاری کی سزا ضرور پاؤ گے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اپنے وعدوں کو پورا کرو میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور میرے عذاب و غضب سے بچے

رہو۔

ہم اہل کتاب والہا حکمت ہیں، ہم آل ابراہیم ہیں، خدا نے ہمیں فضیلت و برتری دی ہے اور دوسرے ہمارے بارے میں حسد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: (سورہ نساء آیت ۵۴) بلکہ وہ لوگ رسول اور ان کے اہل بیت سے خدا کی عطا کی ہوئی فضیلت سے حسد کرتے ہیں اور ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و شریعت، حکمت و حقیقت اور حکومت و عظمت دی ہے پس بعض لوگ ایمان لانے بعض نے انکار کیا ان لوگوں کیلئے آتش دوزخ کافی ہے۔

ہم آل ابراہیم ہیں اور ہم سے حسد کیا جا رہا ہے جیسے ہمارے آباء و اجداد سے حسد کیا گیا، سب سے پہلے جس سے حسد کیا گیا، وہ جناب آدمؑ تھے کہ وقت سجدہ ان سے الٹیں نے حسد کیا اور خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا، اس کے بعد ان کے بیٹے ہابیل سے حسد کیا کہ اپنے باپ کی محبت و انسیت کے سبب ان کے بھائی قابیل نے ان سے حسد کیا، پھر وہ اس کے ہاتھوں قتل ہوئے اور قابیل ہمیشہ کیلئے عذاب ابدی میں گرفتار ہو گیا، پھر جناب نوح اپنی قوم کے حسد کا شکار ہوئے انھوں نے ان کے بارے میں فرمایا: نوح تمہاری طرح بشر ہیں تم پر ان کو کوئی برتری و امتیاز نہیں، وہ اس لائق نہیں کہ تم ان کی اطاعت و پیروی کرو۔ لوگ اس سے غافل ہیں کہ برتری اور فضیلت خداوند متعال کی جانب سے ہونی چاہئے کسی شخص کے مقام و مرتبہ کا انتخاب اور اختیار خدا کو ہونا چاہئے، ان لوگوں نے کھلم کھلا دھوکا کھایا ہے اور روحانی فضائل و مقامات سے بے خبر ہیں۔ خدا جسے چاہے منتخب کرتا ہے اور جسے چاہے اپنی رحمت و عنایت سے مخصوص کر کے علم و معرفت، حکمت و روحانیت عطا کرتا ہے۔ یہ اختیارات لوگوں کو نہیں ہیں۔

ہم پیغمبر اسلام کے اہل بیت ہیں، ہم کو خدا نے ہر طرح کی رخص و کثافت سے دور رکھا ہے، ہم حضرت ابراہیم کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔

خدا فرماتا ہے: ابراہیم کے سب سے قریبی لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی بھی جو تمہارے درمیان ہے چونکہ ہم پیغمبر اور ان کے خاندان کے نزدیک تر ہیں، اس لئے ابراہیم سے بھی

زدیکترین ہیں۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ صاحبانِ رحم اور اہلِ خاندان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک اور اولیٰ نہیں۔

پس رسولِ خدا کے سب سے خاص قرابتدار ہم ہیں اور ابراہیمِ خلیلؑ کے بھی نزدیکترین ارحام میں سے ہیں، بیت اللہ یا بیت ابراہیمِ کعبہ کے وارث ہم ہیں۔

اے لوگو! میں تمہیں خدائے جہان اور اس کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت، ولی امر کی اطاعت اور وحی رسول اکرمؐ کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ میری دعوت کو قبول کرو اور آل ابراہیم کی پیروی کرو، امت کے اختلاف و تفرقہ کے اسباب فراہم نہ کرو اور خدا کے سخت عذاب، شدید غضب سے بچے رہو۔

طلحہ وزبیر سے امیر المومنینؑ کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کی خدمت مبارک میں حاضر تھا کہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام آپ سے پاس شریف ہوئے اور حج و عمرہ کی اجازت طلب کی۔

آپ نے اجازت نہیں دی فرمایا: تم نے تازہ تازہ حج و عمرہ انجام دیا ہے، طلحہ نے اپنے مقصد پر اصرار کیا، امامؑ نے اصرار کی وجہ سے اجازت دی۔ دونوں باہر نکلے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ان کا عمرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے، میں نے کہا تو آپ نے اجازت کیوں دی؟

امیر المومنینؑ نے ان کو واپس بلا کر فرمایا: خدا کی قسم! تم لوگ عمرہ کی نیت نہیں رکھتے، تمہارا مقصد بیعت اور عہد و پیمانہ کو توڑنا ہے، تم اختلاف پیدا کر کے امت کی وحدت و اجتماع کو ختم کرنا چاہتے ہو، طلحہ وزبیر نے قسم یاد کی! سوائے عمرہ کے ہمارا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اجازت دیدی، ان کے باہر جانے کے بعد پھر فرمایا:
ان کا عمرہ کا قصد ہرگز نہیں ہے۔

میں نے کہا پھر آپ نے اجازت کیوں دی؟ آپ نے فرمایا:
کیسے اجازت نہ دوں، انھوں نے نام خدا کی قسم کھائی۔

طلحہ وزبیر مدینہ سے کوچ کر کے مکہ میں داخل ہوئے۔ دونوں نے عائشہ کو اتنا سمجھایا کہ وہ ان کے ہمراہ ہو گئیں اور امیر المومنینؑ کی بیعت توڑنے کیلئے سب بصرہ کی جانب چل پڑے۔

حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ

روایت کی گئی ہے جب امیر المومنین کو طلحہ و زبیر کے عائشہ سے ملنے کی خبر گئی تو آپ نے لوگوں کے سامنے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

خدا نے رسول اکرمؐ کو لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا اور ان کے وجود کو دنیا والوں پر نزول رحمت کا وسیلہ قرار دیا، انھوں نے اپنی ذمہ داری لوگوں تک روشن الفاظ میں پہنچائی اور خدائی احکام اہل دنیا کو بتایا، رسولؐ نے لوگوں کے اختلافات دور کر کے انھیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

انھوں نے راستوں کو محفوظ و مامون بنایا، ایک دوسرے کا خون بہانے سے منع کیا، حسد و کینہ، بغض و عداوت سے لبریز دلوں کو نزدیک و مہربان بنا دیا، آنحضرتؐ نے رسالت کی ذمہ داریوں کو انجام دینے اور مقاصد نبوت کے پورا کرنے میں معمولی سی بھی کوتاہی اور غلطی نہیں کی۔

انسوس افسوس! ان کی رحلت کے بعد جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، لوگوں نے حصول منصب و حکومت کی خاطر اختلاف شروع کر دیا اپنے باطنی کینہ و حسد اور عداوت کو ظاہر کر دیا، پھر ابو بکر مقام خلافت و حکومت پر بیٹھ گئے ان کے بعد عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان نے حکومت پائی۔

جب عثمان اور لوگوں کا اختلاف سامنے آیا نتیجہ میں عثمان قتل ہو گئے تو تم سب نے مل کر میری بیعت کرنے کا تقاضا کیا اور میں نے انکار کیا، تم لوگوں نے کہا آپ ہماری بیعت قبول کریں اور میں نے قبول نہیں کیا۔

تمہارے اسرار میں اضافہ ہوتا رہا اور میں اپنے ہاتھوں کو سمیٹتا رہا، یہاں تک کہ تم لوگ ہر طرف سے میرے اوپر ایسے ٹوٹ پڑے اور مجھے گھیر لیا جیسے پیاسے اونٹ پانی کے حوض پر ٹوٹے ہیں ایسا لگا کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے اور کچھ تمہارے پیروں کے تلے دب کر مر جائیں گے، مجبوراً میں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا تو تم

سب نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری بیعت کی۔

سب سے پہلے اپنے نکل اختیار اور شعور و ادراک کے ساتھ جس نے میری بیعت کی وہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام تھے لیکن نہایت افسوس کہ جو لوگ سب سے پہلے بیعت توڑ رہے ہیں وہی طلحہ و زبیر ہیں۔

ان دونوں نے مجھ سے عمرہ کی اجازت طلب کی تو میں نے احتیاط کی بنا پر ان سے تجدید بیعت لی اور انھوں نے قسم بھی کھائی کہ میرے بارے میں غلط رائے اور سوء قصد نہیں رکھتے۔
کتنی حیرت، و افسوس کی بات ہے کہ انھوں نے ابو بکر و عمر کی بیعت کو وفا کیا اور میری مخالفت کر رہے ہیں جب کہ میں ان دونوں سے کمتر و کمزور نہیں ہوں۔

مجھے کہنا چاہئے، پروردگار! اس مخالفت، مکر و جیلد کے عوض ان پر اپنا غضب نازل کرے اور مجھے ان پر کامیابی و تسلط عنایت فرمائے۔

یہ لوگ اسی کے سزاوار ہیں، یہ لوگ خاندان رسالت اور ذریت نبوت سے نہیں ہیں، یہ سب میرے حق خلافت کو برداشت نہیں کر سکے اور کم از کم ایک سال یا ایک مہینہ بھی صبر نہیں کر سکے، انھوں نے امت کے اختلاف و انتشار کا کوئی خیال نہیں کیا اور مسلمانوں کے گروہ کو منتشر و متفرق کر دیا۔

طلحہ وزبیر سے امیر المؤمنین کا گفتگو

سلیم ابن قیس کہتے ہیں کہ روز جمل جب امیر المؤمنین اہل بصرہ کے سامنے آئے تو زبیر ابن عوام کو اپنے پاس بلایا۔ زبیر طلحہ کے ساتھ حضرت علیؑ کے سامنے آئے تو حضرت نے فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ کی زبانی اہل جمل ملعون ہیں؟

اس بات کو تمام صاحبان روایت و دانش اور خود زبیر ابو بکر عائشہؓ بھی جانتی ہیں۔

زبیر و طلحہ! ہم کیسے ملعون ہو سکتے ہیں، جب کہ ہم اہل بہشت سے ہیں۔

امیر المؤمنین! اگر تم اہل بہشت سے ہوتے تو میں تمہاری ہرگز مخالفت نہ کرتا اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کرتا۔

زبیر! کیا آپ نے سعید ابن زید کی حدیث نہیں سنی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

قریش کے دن افراد بہشت سے ہوں گے؟

امیر المؤمنین! ہاں سعید نے اس حدیث کو خلافت عثمان کے دور میں بیان کیا۔

زبیر! کیا سعید نے رسول خدا پر دروغ و افتراء کیا ہے؟

امیر المؤمنین! ان دن کو شمار کرو۔

زبیر! ابو بکر، عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن ابن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابو عبیدہ جراح، سعید ابن زید۔

امیر المؤمنین! یہ نو نفر ہوئے دسواں کون ہے؟ زبیر! دسویں آپ ہیں۔

امیر المؤمنین! اس صورت میں تم اقرار کرتے ہو کہ میں اہل جنت سے ہوں لیکن میں تمہارے بارے میں گواہی نہیں دیتا، تمہاری اس حدیث کا انکار کرتا ہوں اور تمہارے جنتی ہونے کی مخالفت کرتا ہوں۔

زبیر! آپ کہنا چاہتے ہیں کہ سعید نے رسول اکرمؐ کے اوپر جھوٹا الزام لگایا ہے؟

امیر المؤمنین: مجھے اس بارے میں ظن و گمان نہیں بلکہ بخدا قسم اس کے جھوٹے کا یقین اور علم ہے۔ نامبروہ افراد میں سے بعض کو میں پہچانتا ہوں کہ قیامت کے روز ان کو ایک تابوت میں رکھا جائے گا اور دوزخ میں سب سے نیچے طبقہ کے گہرے کنویں میں ڈال دیا جائے گا اس کنویں کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جب دوزخ کی آگ شعلہ در کرنا چاہتے ہیں تو اس پتھر کو کنارے کر دیتے ہیں اور اس کنویں کی شدت حرارت سے دوزخ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

یہ حدیث میں نے رسول خدا سے سنی ہے اگر جھوٹ بولوں تو خدا مجھے تم پر غالب و کامیاب نہ کرے، میرا خون تمہارے ہاتھوں بہائے، اگر صبح کہہ رہا ہوں تو خدا مجھے فتح و نصرت عطا کرے اور جلد از جلد تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ارواح دوزخ سے نزدیک کر دے۔
زیر روتا ہوا اپنے لشکر کی جانب واپس ہو گیا۔

زیر ابن عوام سے امیر المومنین کی گفتگو

نہرا بن مزاحم کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں جب طلحہ قتل ہو گیا تو جناب امیر رسول خدا کے چتکبرہ فخر پر سوار ہو کر دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور زیر کو بلایا، زیر گھوڑے پر سوار حضرت علی کی طرف آیا اور حضرت علی کے اتنا قریب ہوا کہ زیر کے گھوڑے اور حضرت علی کے سچر کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔

امیر المومنین: تجھے خدا کی قسم کیا تم نے رسول خدا کو کہتے نہیں سنا کہ تم علی سے جنگ کرو گے دراصل ایک تم ان پر ظلم کرنے والے ہو گے؟

زیر: ہاں صحیح ہے، امیر المومنین! تو پھر اس میدان میں کیوں آئے؟

زیر: اس لئے آیا کہ لوگوں کی اصلاح کروں، پھر زیر امیر المومنین کے پاس سے واپس ہو گیا اور کہہ رہا تھا کہ جو امور عاقبت خراب اور برے نتائج رکھتے ہوں، خواہ مادی زندگی خواہ آخرت کے ہر لحاظ سے اسے ترک کر دینا بہتر اور پسندیدہ ہے، اس وقت علی نے مجھے وہ حدیث یاد دلائی جس نے میرے دل کی گہرائیوں میں اثر کیا اور میرے دل کی حالت بدل گئی، میں آج کی ملامت اور ذلت کو سخت جلانے والی آگ پر ترجیح دیتا ہوں اور اپنے تنہا یار و مددگار طلحہ کی موت پر نہایت افسوس کرتا ہوں۔

زیر پلٹ کر عائشہ کے پاس آیا اور کہا حقیقت امر یہ ہے کہ یہ واقعہ میرے لئے اچھی طرح واضح و روشن نہ تھا اور مجھے کامل بصیرت نہ تھی اسی وجہ سے میں نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اس معرکہ سے واپس ہو جاؤں۔

عائشہ: اے زیر کیا ابوطالب کے بیٹے کی تلوار سے بھاگ رہے ہو؟

زیر: بخدا قسم! وہ بڑے تیز اور بہادر جوانوں کے ساتھ ہیں۔

پھر میدان جنگ سے نکل کر مدینہ کی جانب چل پڑا، یہاں تک کہ وادی السباع میں پہنچا، قبیلہ بنی تمیم اس وادی میں موجود تھے، اخف ابن قیس اپنے لوگوں سے دور ہو کر زندگی گزار رہا تھا اور اسے زبیر کی واپسی کی خبر ہوئی تو کہا میں اس آدمی کے ساتھ کیا کروں، جس نے دو عظیم لشکر کو ایک دوسرے سے لڑا دیا اور خود خونریزی، قتل و غارت کے بعد اپنے وطن واپس ہو رہا ہے۔

ابن جرموز کو خبر ملی اسے بھی بہت غصہ آیا اور دو آدمیوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل پڑا۔ زبیر کے ساتھ دو آدمی تھے ایک غلام اور دوسرا شخص جو کہ راستہ میں ساتھ ہوا لیا تھا جب زبیر کے دونوں آدمیوں کو ابن جرموز اور اس کے ساتھیوں کے سوا مقصد کا علم ہوا تو بڑی تیزی سے زبیر کو تنہا چھوڑ کر آگے نکل گئے، زبیر نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی، کیا ہم تین آدمی نہیں ہیں تم کیوں ڈرتے ہو؟ اس کے بعد جب ابن جرموز اس کے قریب آیا تو زبیر نے کہا تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔

ابن جرموز! میں تم سے چند باتیں پوچھنے آیا ہوں؟

زبیر: پوچھو، ابن جرموز! لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچا؟

زبیر: میرے چلتے وقت لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور تھے اور خون بہانے پر سبقت کر رہے تھے۔

ابن جرموز! کچھ اور پوچھنا چاہتا ہوں؟ زبیر! پوچھو۔

ابن جرموز: بتاؤ تم نے عثمان کی مخالفت کر کے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا؟

امام علیؑ کی بیعت کس لئے کی؟ پھر ان کی بیعت کیوں توڑی؟ عائشہ کو گھر سے باہر کیوں لائے؟ اپنے

بیٹے کے پیچھے نماز جماعت کیلئے کیوں کھڑے ہوئے، اس معرکہ جنگ کو کیوں برپا کیا؟ اور جنگ چھوڑ کر گھر کیوں جا رہے ہو؟

زبیر: عثمان کی مخالفت ایک خطا تھی جو مجھ سے ہوئی جس سے میں نے توبہ کر لی۔ ہاں امام علیؑ کی

بیعت! چونکہ تمام مہاجرین و انصار نے بیعت کر لی تھی میرے پاس بیعت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا البتہ

علیؑ کی بیعت شنی، دل سے بیعت نہیں کی تھی، صرف ہاتھ سے کی تھی، عائشہ کے باہر لانے کا مقصد، ہم نے

ایک نقشہ پروگرام مرتب کیا تھا لیکن خدا نے اسے جاری نہ ہونے دیا اور اس کی مشیت ہمارے خلاف نکلی۔ بیٹے کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ، چونکہ ام المومنین نے اسے مقدم کیا تھا۔ ابن جرmoz نے جب یہ باتیں سنی تو اس سے دور ہو کر خود سے کہا! خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں۔

روایت ہے کہ جب زبیر قتل ہو گیا اور اس کے سردار شمشیر کو امیر المومنین کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کی تلوار بلند کر کے فرمایا:

بسا اوقات اس تلوار سے رسول اکرم کے ساتھ جہاد کیا گیا اور آنحضرت کے دردِ غم کو دور کیا گیا لیکن انفس کا مقام ہے کہ بد قسمتی سے اس کا آخری انجام ہلاکت و بدبختی ہوا۔

روایت ہے کہ جب امیر المومنین طلحہ کی لاش کے نزدیک ہوئے اور اسے بلند کر کے لوگوں کو دکھایا اور طلحہ کو خطاب کر کے فرمایا: تم رسول خدا کی بارگاہ میں نیک و خوب تھے مگر انفسِ شیطان نے تمہارے دماغ میں گھر بنا لیا اور اپنی کوشش سے تم کو داخل دوزخ کر دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب امام علی طلحہ کے جنازہ سے گزرے تو اس وقت فرمایا:

یہ وہ شخص ہے جس نے میری بیعت توڑی اور ملتِ اسلامیہ میں فتنہ و فساد پیدا کیا، میرے خلاف لوگوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کیا، لوگوں کو میرے اور میرے گھروالوں کے قتل کی دعوت دی، پھر اسے بٹھانے کا حکم دیا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے طلحہ ابن عبید اللہ! میرے خدا نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے خدا کے وعدوں کو سچا اور صحیح دیکھا؟ پھر اسے لٹانے کا حکم دیا جنازہ کے پاس سے دور ہو گئے ان کے ایک دوست نے پوچھا آپ طلحہ کے جنازہ سے کیسے بات کر رہے تھے اور اسے کیونکر مخاطب کیا؟

امیر المومنین: خدا کی قسم! طلحہ نے میری باتیں سنی جیسے کہ جنگ بدر کے کفار مکہ نے کنوئیں میں ڈالے جاتے وقت بدر کے دن رسول خدا کی باتوں کو سنا تھا۔

ایسے ہی امیرالمومنین جب بصرہ کے قاضی کعب ابن سور کے جنازہ پر پہنچے تو فرمایا:

یہ وہی ہے جس نے اپنے گلے میں قرآن لٹکایا اور اپنے خیال میں عائشہ کی حمایت و طرفداری کی، لوگوں کو حقائق و احکام قرآن کی دعوت دی درانحالیکہ وہ خود اس کے حقائق و معانی سے جاہل تھا، اس شخص نے میرے خلاف میرے قتل پر لوگوں کو برا بھینتہ کیا اور میرے قتل ہونے کی دعا کر رہا تھا خدا نے اسی کو ہلاک کیا۔

روایت کی گئی ہے کہ مروان ابن حکم کے تیر سے طلحہ قتل ہوا کیونکہ وہ بصرہ کے لشکر میں تھا لیکن تیر دونوں طرف چلاتا اور کہتا جدھر کا بھی مارا جائے ہمارے فائدہ میں ہے کیونکہ مروان دونوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور برا جانتا تھا کیونکہ وہ ضعیف الایمان تھا۔

جنگ جمل و عائشہ

روایت ہے کہ روزِ جمل عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں اس کا نام عسکر تھا، اس دن اس سے بہت سے عجائبات دیکھے گئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب اس کا ایک پیر کاٹ کر جدا کر دیا گیا تو دوسرے پیر پر برابر کھڑا رہا، یہاں تک کہ امیر المومنین نے لوگوں سے کہا اس اونٹ کو ذبح کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے۔ محمد ابن ابی بکر اور عمار یا سرنے اس کے اعضاء کو کاٹ ڈالا۔

روایت ہے کہ جنگ کے بعد جناب عمار نے عائشہ سے کہا راہِ حق میں اپنے بیٹوں کی شمشیر زنی کو کیسا پایا؟ عائشہ نے کہا:

تمہارا یہ خیال اور تمہاری توجہ غلبہ و کامیابی پانے کے بعد ہوئی کہ اپنے خیال میں تم حق پر ہو؟
عمار نے کہا: میرا خیال اس سے بالاتر ہے، خدا کی قسم! اگر آپ غالب ہو تیں اور ہم یمن کے نخلستانوں تک پیچھے ہٹ جاتے پھر بھی اپنے علم و یقین پر باقی اور ثابت قدم رہتے اور ہر صورت میں معتقد ہیں کہ آپ کا سفر باطل پر ہے اور ہم حق پر ہیں۔

عائشہ نے کہا یہ صرف تمہارا ایک خیال ہے اور تم نے صرف علیؑ کی خوشنودی کیلئے اپنے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ روزِ جمل عائشہ لوگوں کو برا بھینتہ کرنے اور فتنہ انگیزی کرنے میں لگی ہوئیں تھیں اور کجاوہ پر مسلسل تیروں کی بارش ہو رہی تھی تو امیر المومنین نے فرمایا:

میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ رسول خدا کی طرف سے ان کی زوجیت کے رابطہ کو قطع کر کے اس کو طلاق دیدوں، اس وقت بلند آواز میں مجمع سے کہا جس نے بھی رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علیؑ! میرے بعد میری ازواج کے امور تمہارے ہاتھوں میں ہیں وہ نزدیک آ کر گواہی دے۔

پس کچھ افراد نے اس روایت کے صحت کی گواہی دی جن میں دو شخص اصحاب بدر میں سے تھے جب عائشہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس طرح رونیں کہ دوسروں نے رونے کی آواز سنی۔

اس وقت امیر المؤمنین نے فرمایا میں نے رسول خدا کو فرماتے سنا ہے کہ:

اے علی! خداوند عالم روزِ جمل پانچ ہزار ملائکہ سے تمہاری تائید و مدد کرے گا۔

روایت ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب عائشہ نے مکتہ جانے سے انکار کیا تو عبد اللہ ابن عباس نے کہا

آپ ان کو شہر بصرہ میں چھوڑ دیں ان کے جانے پر اصرار نہ کریں تو امیر المؤمنین نے فرمایا:

وہ فتنہ و فساد میں کوتاہی نہیں کریں گی، میرا مقصد ہے کہ ان کو اس گھر میں واپس کر دوں جس سے

باہر نکلی ہیں۔

محمد ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عائشہ بصرہ سے واپس ہونے کے بعد مسلسل لوگوں کو فتنہ و فساد اور

علی ابن ابیطالب کی دشمنی و مخالفت پر سختی سے اصرار کرتی ہیں، اسود بختری کے ذریعہ معاویہ و اہل شام کو خطوط لکھے اور ان کے خلاف انھیں دعوت دی۔

روایت ہے کہ عمر و عاص نے عائشہ سے کہا مجھے یہ پسند تھا کہ روزِ جمل آپ کو قتل کر دیا جاتا۔

عائشہ نے پوچھا کیوں؟ تیرا کوئی باپ نہ ہو۔ (یعنی تو حرام زادہ ہے)

عمر و عاص نے کہا کہ جب آپ اپنی آسمانی موت سے نہ مرتیں اور درجہ و شہادت پا کر شہید ہوتیں تو

ہم اس حادثہ سے سوء استفادہ کرتے اور ہمیشہ اس کی خاطر علی ابن ابیطالب کی سرزنش کرتے اور ان پر لعن و طعن کرتے۔

ام سلمیٰ کی عائشہ سے ملاقات

(قیام عائشہ پر زوجہ رسول ام سلمیٰ کا احتجاج)

عبدالرحمن ابن مسعود عبدی کہتا ہے کہ میں طلحہ وزبیر اور عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ مکہ میں تھا میں اور عبداللہ اس پر مامور ہوئے کہ عائشہ کو جا کر بتائیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں اور ہم امور امت محمدی کے بارے میں خوف زدہ ہیں، اگر عائشہ قیام اور خروج کریں تو امید ہے کہ خدائے تعالیٰ لوگوں کے منتشر امور کو اجتماع و اتفاق میں تبدیل کر کے اختلاف مسلمین کو دفع کر دے گا۔ پس میں اور عبداللہ ابن زبیر عائشہ کے گھر گئے۔ عبداللہ ان کے محرم ہونے کے سبب ان کے مخصوص حجرہ میں داخل ہوئے اور میں باہر بیٹھ گیا۔

عبداللہ نے اپنے باپ زبیر اور طلحہ کا پیغام پہنچایا۔ عائشہ نے کہا نہ تو میں نکلنے پر مامور ہوں نہ قیام کرنے کی مکلف۔ اس شہر میں ازواج پنجبر میں سے ام سلمیٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے تم ان سے بات کرو، اگر وہ موافق ہوں تو میرے لئے کوئی مانع نہیں ہے۔

عبداللہ واپس ہوا اور ان کی باتیں دونوں تک پہنچائی۔

طلحہ وزبیر نے کہا عائشہ سے جا کر کہو اگر آپ خود ام سلمیٰ سے اس موضوع پر گفتگو کریں تو بہتر اور موثر ہوگا۔ پس دونوں کے تقاضے سے عائشہ گھر سے باہر نکلیں اور ام سلمیٰ کے گھر پہنچیں۔

انہوں نے عائشہ کو دیکھ کر خوش آمدید کہا، خدا کی قسم تم کو مجھ سے کبھی بھی اتنی محبت و الفت نہ تھی، یقیناً کوئی اچھا واقعہ پیش آیا ہے جس نے تمہیں میری زیارت و دیدار کیلئے آمادہ کیا ہے۔

عائشہ نے کہا ہاں، طلحہ وزبیر مدینہ سے آئے ہیں، بتا رہے ہیں کہ عثمان حالت مظلومیت میں قتل کئے گئے، عائشہ کی یہ بات سن کر ام سلمیٰ نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

اے عائشہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کل تک تم عثمان کو کافر کہہ رہی تھی اور آج اس کو امیر المؤمنین

اور مظلوم کہہ رہی ہو، تمہارا مقصد کیا ہے؟

عائشہ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ آپ بھی خروج کریں، شاید خدا ہمارے خروج سے امت محمدؐ کے امور کی اصلاح کرے۔ جناب ام سلمہ نے کہا اے عائشہ! تم چاہو تو خروج کرو، رسولؐ خدا سے جو کچھ میں نے سنا ہے تم نے بھی سنا ہے، اس خدا کی قسم جو تیری سچی اور جھوٹی باتوں سے آگاہ ہے، کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب رسولؐ خدا تمہارے حجرہ میں تھے اور میں نے اپنے حجرہ میں حریرہ پکایا تھا اسے لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا:

بہت دن نہیں گزریں گے کہ مقام حواب پر عراق کے کتے میری بیویوں میں سے ایک پر بھونکیں گے، دراصل ایک وہ ستمگاروں کے درمیان ہوگی۔

یہ سن کر میرے ہاتھ سے حریرہ کا برتن گر پڑا، رسولؐ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ام سلمہ! تم سے ایسا کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! اس بات کو کیسے برداشت کروں جبکہ احتمال ہے کہ یہ آپ نے میرے لئے فرمایا ہو۔

اے عائشہ! اس وقت تم ہنس رہی تھی تو رسولؐ نے تمہاری جانب رخ کر کے فرمایا:

اے عائشہ! تم کیوں ہنس رہی ہو، مجھے گمان ہے کہ وہ بیوی تم ہی ہو۔

پھر تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ جب ہم رسولؐ کے ساتھ کہین کوچ کر رہے تھے اور آنحضرتؐ میرے اور علیؑ ابن ابیطالب کے درمیان چلتے ہوئے جو گفتگو تھے اور تم اپنے اونٹ کو ہانک کر آنحضرتؐ اور علیؑ ابن ابیطالب کے حامل ہو گئی اس وقت رسولؐ اکرمؐ نے اپنے تازیانہ کو بلند کر کے تمہارے اونٹ کی طرف مارتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ! تمہاری جانب سے اس علیؑ کیلئے سختی دیریشانی اور اس طرح کی حرکت صرف ایک ہی مرتبہ کی بات نہیں، جان لو کہ علیؑ کو کوئی دشمن نہیں رکھے گا گروہی کہ جو جھوٹا اور منافق ہوگا۔

خدا کی قسم! کیا تمہیں یاد ہے کہ جب رسولؐ خدا مرض الموت کی حالت میں بستر پر سو رہے تھے اور

تمہارے باپ عمر بن خطاب کے ساتھ آنحضرتؐ سے اجازت لے کر وارد خانہ ہوئے اور علی ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے رسول خدا کے لباس میں بیوندگانے اور جوتا سینے میں مشغول تھے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی صحت کیسی ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا:

ہر حال میں اس کا شکر ہے اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔

انھوں نے پوچھا کیا آپ ن موت یقینی ہے؟

آنحضرتؐ ہاں! انسان کیلئے موت کے علاوہ چارہ نہیں۔

پھر انھوں نے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے بعد کیلئے کسی کو خلیفہ معین کیا ہے؟

آنحضرتؐ! میرا خلیفہ کوئی نہیں ہے مگر وہ شخص جو کہ میرے جوتے میں بیوندگار ہے۔

پس دونوں حجرہ سے باہر نکلے دیکھا کہ علی ابن ابیطالب حجرہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے رسول اکرمؐ کے

جوتے سینے میں مصروف ہیں۔

اے عائشہ! تم خود ان قضیوں سے آگاہ اور اس کی شاہد ہو، رسول اکرمؐ کی ان باتوں کو سننے کے بعد کیا

جائز ہے کہ علی کے خلاف خروج کروں اور ان باتوں کو فراموش کر دوں۔

عائشہ جناب ام سلمیٰ کے گھر سے نکل کر اپنے گھر واپس ہو گئیں اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ تم اپنے

باپ زبیر اور طلحہ کے جواب میں کہہ دو کہ ام سلمہ کی باتوں کو سن کر ہرگز اس شہر سے باہر نہیں نکل سکتی۔

عبداللہ نے واپس آ کر عائشہ کے پیغام کو پہنچا دیا۔

راوی کہتا ہے کہ اسی دن نصف شب نہیں ہوئی تھی کہ میں نے عائشہ کے اونٹ کی آواز سنی اور وہ طلحہ

وزبیر کے ساتھ بھرہ کی طرف چل پڑیں۔

ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج

امام صادق سے روایت ہے کہ جب عائشہ بصرہ کیلئے عازم سفر ہوئیں، دختر ابی امیہ ام سلمہ عائشہ کے گھر وارد ہوئیں اور محمد پروردگار، رسول اکرم پر درود کے بعد کہا:

اے عائشہ! تم امت اور رسول خدا کے درمیان رابطہ ہو، تمہارے سر پر ان کا پردہ عفت پڑا ہوا ہے تم حرم و خاندان پیغمبر کی ایک فرد ہو، قرآن نے تمہارے دامن کو جمع کر رکھا ہے، تمہیں اپنا دامن نہیں پھیلانا چاہئے، تمہیں اپنے بالوں اور گیسوؤں کو پراگندہ نہیں کرنا چاہئے، اپنی آواز اجنبی اور نامحرم مردوں کے درمیان بلند نہیں کرنا چاہئے، خبردار! خداوند متعال ہمارے اعمال و حرکات سے مطلع ہے۔ اگرچہ یہ عمل تمہارے نزدیک پسندیدہ و مصلحت آمیز ہیں، یقیناً پیغمبر اسلام نے اس کے بارے میں تم کو وصیت کی تھی اور تم کو باہر نکلنے اور خروج کرنے سے منع کیا تھا۔

متوجہ رہو کہ دین کی بنیادوں کی کمزوری و کچی عورتوں کے خرد و ان کی فعالیت سے ہرگز درست و استوار نہیں ہو سکتی، امور اجتماعی کی پراگندگی و انتشار کی اصلاح عورتوں کے مجاہدہ و مقاتلہ سے ممکن نہیں، عورتوں کا حسن و جمال یہی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند رکھیں، اپنے دامن کو برائیوں سے بچائیں اور ہمیشہ اپنے اطراف و جوانب سے ہوشیار رہیں۔

اے عائشہ! رسول خدا کو کیا جواب دوگی اگر وسط راہ ان سے ملاقات ہو جائے؟ درانحالیکہ تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک منزل سے دوسری منزل کی جانب جا رہی ہو، وسیع بیابانوں اور اونچے پہاڑوں کو از روئے ہوئی وہوں غیر خدا کیلئے طے کر رہی ہو۔

اے عائشہ! رسول خدا سے کیسے ملاقات کروگی، جب کہ تم نے ان کے عہد کو توڑ دیا ہے اور ان کی حرمت کے پردہ و چاک کر دیا ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں ایسے راستہ پر چلتی اور مجھے بہشت کی جانب بلایا جاتا

پھر بھی رسولؐ سے شرمندگی و خجالت کی خاطر میں ہرگز جنت میں داخل نہ ہوتی اور ان کی جگہ حرمت و رفق و رحمت کے بعد ان سے ملاقات کیلئے حاضر نہ ہوتی۔

اے عائشہؓ! بہترین عبادت تمہارے لئے وہ چیز ہے کہ افسوس تم جس سے کوتاہی کر رہی ہو، تمہارے لئے سب سے بہترین عمل یہ ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ کی جانب سے تمہارے لئے لازم قرار دیا گیا ہے تمہاری طرف سے دین اسلام کی بہترین خدمت وہ طریقہ ہے جس پر ابھی تک تم قائم رہی ہو مگر افسوس آج اسی کی مخالفت پر آمادہ ہو۔

خدا کی قسم: جو حدیث میں نے خود رسولؐ خدا سے سنی ہے اگر اس کو نقل کر دوں تو یقیناً چستکبرہ و تیز سانپ کی طرح تم مجھ کو ڈس لوگی۔ عائشہؓ نے ام سلمہ کے جواب میں کہا تعجب ہے کہ میں آپ کی باتوں کو غور سے سن رہی ہوں جبکہ میرا سفر ویسا نہیں جیسا آپ تصور کر رہی ہیں، مجھے ہرگز دھوکا نہیں ہوا ہے اور باطل راستہ پر ہرگز نہیں چلوں گی۔

کتنے اچھے موقع پر مجھے آگاہی ہوئی ہے کہ میں اس مناسب وقت پر اپنے وظیفہ کو انجام دوں اور ان دو گروہوں کے درمیان جدائی و فاصلہ ڈال دوں، جو ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے ہیں، میں اس سفر کیلئے مجبور نہیں ہوں کہ اس کے ترک کر دینے میں میرے لئے کوئی خوف و ہراس ہو۔ لیکن اگر میں اس مقابلہ و مقاتلہ کو نہ روکوں تو ماجور و مشاب نہیں ہوں گی۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ: جنگ و جمل کے بعد جب عائشہؓ اپنے عمل سے نادم و پشیمان ہوئیں تو ام سلمہ نے کہا اگر کوئی خطا و لغزش سے محفوظ رہ جائے تو یقیناً سب سے پہلے عائشہؓ کو اس کا بڑا حصہ ملتا کہ وہ زچہ رسولؐ و آیات قرآن کی جاننے والی اور صاحب فضل و حکمت تھی لیکن کبھی انسان کی عقل پر ہوئی وہوس غالب ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں جو متاخر ہوتا ہے وہ مقدم ہو جاتا ہے، خدا عاشر کی خطاؤں و غلطیوں کو معاف کرے، اس نے میرے آرام و سکون کو خوف و وحشت میں تبدیل کر دیا ہے۔

عائشہؓ نے جب ان کی باتوں کو سنا تو کہا اے خواہرا آپ مجھ کو ملامت کر رہی ہیں۔

ام سلمہ نے کہا: میں تمہارے بارے میں نہ تو بدگمان تھی اور نہ ہوں، لیکن جان لو کہ یہ ایسا فتنہ سامنے آیا ہے کہ آنکھیں تیرہ دتاریک ہو جائیں گی اور یہ اس وقت تک برطرف نہ ہوگا جب تک کہ دانا نادان سب اس کو نہ سمجھ لیں۔

امیر المؤمنین کا اہل بصرہ سے احتجاج

(مال غنیمت کی تقسیم کے وقت)

بچی ابن عبد اللہ ابن حسن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل بصرہ (جنگ جمل) میں مغلوب ہو گئے اور امیر المؤمنین اپنے اصحاب کے ساتھ وارد بصرہ ہوئے، اسی دوران آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ مجھے اہل جماعت، اہل افتراق، اہل بدعت، اہل سنت و اہل طریقت کے بارے میں بتائیے؟

امیر المؤمنین نے فرمایا: چونکہ تم نے سوال کیا ہے اس لئے جواب دینا لازم ہے۔

اہل سنت: وہ افراد ہیں جو رسول خدا کی رفتار و گفتار اور کردار کی اتباع کرتے ہیں اور خدا کے اوامرو نکالیف کی اطاعت کرتے ہیں اگر چنان کی تعداد کم ہے۔

اہل جماعت: وہ اشخاص ہیں جو میرے اصول و طریقہ کی پیروی کرتے ہیں اور راہ حق پر چل کر ایک دوسرے سے مربوط اور متصل ہو جاتے ہیں اگر چنان کا گروہ کم ہے۔

اہل افتراق: وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے پیروکاروں کے مخالف ہیں اور میرے خلاف حرکت کرتے ہیں۔

اہل بدعت: وہ گروہ ہے جو پیغمبر اسلام کے قول و فعل کے خلاف چلتے ہیں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اگرچہ یہ بہت زیادہ ہیں ان لوگوں میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں خدا ان کو بھی نیست و نابود کرے ان کے فتنہ و فساد سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

اس وقت عمار یاسر نے کہا یا امیر المؤمنین!

لوگ مال غنیمت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے خیال کر رہے ہیں کہ جنھوں نے ہم سے جنگ کیا

وہ خود اور ان کے اموال و اولاد دھار مال اور ہماری ملکیت ہیں اور از لحاظ غنیمت ہم ان کو اپنی ملکیت میں لا کر ان میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس وقت قبیلہ بکر ابن وائل کے ایک آدمی بنام عباد ابن قیس نے کہ جس کی زبان بڑی تیز و تند چلتی تھی کھڑے ہو کر کہا یا امیر المؤمنین!

خدا کی قسم! غنیمت کی تقسیم میں آپ نے عدل و انصاف اور مساوات کی رعایت نہیں کی۔

امیر المؤمنین: تجھ پر وائے ہو کیوں؟

عباد ابن قیس: اس لئے کہ آپ نے صرف وہ کچھ تقسیم کیا جو لشکر گاہ میں تھا اور ان کے اموال و اولاد اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیا۔

امیر المؤمنین: جس کا دل درد و غم اور زخم سے پر ہو وہ اپنے زخموں کا علاج روغن سے کرے۔

عباد: ہم غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے بے معنی باتیں کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین! اگر تمہاری باتیں باطل اور خلاف حق ہوں تو خدا تجھے اس وقت تک موت نہ دے جب

تک کہ غلام ثقیف تجھے نہ پالے۔

عرض کیا گیا، غلام ثقیف کون ہے؟

فرمایا! جو خدا کی حرمت کا لحاظ نہیں رکھتا اور اس کی بے احترامی کرتا ہے، عرض کیا گیا یہ غلام خود اپنی

موت سے مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ فرمایا: خدا سنگروں کی پشت توڑنے والا ہے وہ اس کی کمر توڑے گا

اور اس کی اگر موت اس گرمی و سوزش کے سبب ہوگی جو اس کے معدہ میں پیدا ہوگی، یہ مرض زیادہ کھانا

کھانے اور زیادہ پانچا نہ نکلنے کے سبب سے ہوگا۔

پھر فرمایا: اے برادر قبیلہ بکر! تم کمزور ارادہ کے آدمی ہو کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم بزرگوں کے جرائم کا

مواخذہ چھوٹوں سے نہیں کرتے ہیں؟ کیا ان کے مرتد اور جدا ہونے سے پہلے یہ اموال ان کے نہیں تھے؟

کیا ان کی ازدواجی زندگی از لحاظ قانون صحیح نہیں تھی؟ کیا قانون مقدس اسلام کے اعتبار سے ان کی اولاد

ان کے فرزند شمار نہیں ہوتے؟ کیا یہ بچے فطرت اسلام پر نہیں پیدا ہوئے ہیں؟

پھر کیسے ممکن ہے جو اموال ان کے بچوں کے ہاتھ میں منتقل ہوئے ہیں ہم ان میں تصرف کریں اور ان سے چھین لیں، ہاں جو کچھ لشکر گاہ میں ہیں تم اس میں تصرف کر سکتے ہو لیکن جو کچھ احاطہ لشکر سے باہر ان کے گھروں میں ہے وہ ان کے بیٹوں کو ملے گا جب تک کہ ان کے فرزندوں سے ارتداد یا خلاف شرع کوئی کام ظاہر نہ ہو جائے۔

نہ ہم ان بچوں کے امور میں مداخلت کریں گے اور نہ ہی دوسروں کی غلطیوں کا ان سے مواخذہ کریں گے، ہاں اگر ان سے کوئی تجاوز و خطا دیکھی گئی تو ضرور ان سے مواخذہ ہوگا۔

اے برادر قبیلہ بکر! میں نے حکم رسول کے مطابق تمہارے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ آنحضرت نے فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے درمیان وہی کچھ تقسیم کیا تھا جو لشکر قریش کے احاطہ میں تھا اور لشکر کے باہر تمام اموال کو خود انہیں کیلئے چھوڑ دیا تھا، میں نے ذرہ برابر بھی رسول اسلام کے اصول سے انحراف اور اختلاف نہیں کیا ہے۔

اے برادر! کیا تم جانتے ہو کہ کفار حربی سے جنگ میں شہر کے داخل کی چیزیں فاتح مسلمانوں کیلئے حلال ہیں لیکن اگر مخالفین کفار حربی نہ ہوں تو دائرہ کا لشکر گاہ سے باہر ان کے تمام اموال ان کے وارثین سے متعلق ہوں گے اور مسلمانوں کو ان اموال میں کوئی بھی حق نہ ہوگا۔

اس وقت کچھ دوسرے لوگ بھی زبان اعتراض چلا رہے تھے۔ امیر المؤمنین نے خطاب کرتے ہوئے ان سے فرمایا: آہستہ بات کرو خاموش رہو، خداتم لوگوں کو معاف کرے، اگر اس حکم میں شک رکھتے ہو اور میرے خلاف باتیں کرتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ جب تمہارا نظریہ صحیح ہے تو کیا افراد مخالفین میں زوجہ رسول عائشہ نہیں تھیں تو کیا انہیں بھی دارالحرب کے اسیروں کی طرح گرفتار و اسیر کر کے اپنی کنیز بناؤ گے؟ اور وہ کس کے حصہ میں قرار پائیں گی؟

یہاں سب نے کہا ہم غلطی پر تھے اور حکم قضیہ سے ناواقف تھے، آپ کا فیصلہ درست ہے آپ دانائے

ہیں، ہم اپنی لغزش سے توبہ و استغفار کرتے ہیں، آپ ہمیشہ صلاح و درستی پر تھے اور ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔

پھر عمار یا سر نے کھڑے ہو کر کہا: اے گروہ مردم!

خدا کی قسم! تم امیر المؤمنین کی اطاعت و پیروی کرو تو سر مو بھی صراط مستقیم، فیض رحمت اور طریقہ رسولؐ سے منحرف و گمراہ نہ ہو گے۔

حقیقت کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ رسولؐ خدا نے علم منایا (لوگوں کی موت کا وقت) اور علم قضا یا اور علم فصل الخطاب انھیں عطا کیا ہے جیسے کہ یہ سارے علوم جناب ہارون کو عطا کئے گئے تھے، اسی طرح رسولؐ خدا نے علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰؑ کیلئے تھے مگر میرے بعد کوئی تمی نہیں ہوگا اس خاتمیت کی فضیلت خدا نے صرف آنحضرتؐ کو عطا کی ہے اس سبب سے رسولؐ خدا خود ان کی تعظیم کرتے اور ان کو دوسروں پر برتری دیتے، اس کے بعد امیر المؤمنین نے فرمایا:

اے لوگو! خدا اپنی رحمت و بخشش تمہارے شامل حال قرار دے، تم اپنی ذمہ داریوں اور وظائف سے باخبر رہو پھر اسی کے مطابق چلتے رہو، تمہارے وظائف سے ایک وظیفہ یہ بھی ہے کہ عالم و خیر خواہ شخص کی باتوں کو سنو اور اس کے حکم و اوامر کی اطاعت کرو، جاہل کا سوائے اطاعت و تسلیم کے کوئی وظیفہ نہیں ہے۔

جان لو! اگر تم میری صوابدید اور میرے نظریہ کی اطاعت کرو تو اطمینان رکھو کہ میں تم کو راہ راست اور صراط مستقیم تک پہنچا دوں گا اور تم کو زندگی کے تیرہ و تاریک مراحل سے نجات دلا دوں گا، اگر چہ اس راہ میں مجھے سختیاں اور پریشانیاں ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

خیال رہے کہ یہ دنیاوی زندگی وقتی و چند روزہ ہے اور خوشی و حلاوت سے دور ہے، اس کی ظاہری لذتیں، پریشانیوں اور زحمتوں سے آلودہ ہیں، جن لوگوں نے اس کی زینت و سجاوٹوں سے دھوکا کھایا وہ لوگ حقیقت سے محروم ہو گئے، ان کی ندامت و پشیمانی اس حال میں انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دے گی۔

جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو ان کے نبی کے منع کرنے کے سبب نہر سے پانی پینے کو روک دیا

گیا تھا لیکن انھوں نے حکم کی نافرمانی کی اور زبردستی اس نہر کا پانی پی لیا۔

اے لوگو! تم ان لوگوں میں ہو جاؤ جو اپنے پیغمبرؐ کے احکام و دستورات کی اطاعت کر کے احکام اور وظائفِ الہی سے سرپیچی و روگردانی نہیں کرتے۔

ہاں! عاقبتاً اس معاملہ میں غلط راستہ پر چلیں اور کمزور رائے اور اہانت آمیز زمانہ فکر کی پیروی کی لیکن تم لوگ اس کے بعد پہلے کی طرح ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کرو تمام امور کا حساب و کتاب خدا کے اختیار میں ہے، جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کا مزہ چکھائے۔

اہل اسلام سے قتال و جنگ پر امیر المومنین کا احتجاج

اصح ابن نباتہ کہتے ہیں کہ روزِ جمل میں امیر المومنین کے سامنے کھڑا تھا، ایک شخص نے آپ سے آکر کہا:

یا امیر المومنین! یہ لوگ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے میں ہمارے شریک ہیں اور ہماری طرح نماز قائم کرتے ہیں، پس کس قاعدہ کے تحت ان سے جنگ کر کے ان کے خون بہائیں؟
امیر المومنین: ہماری جنگ اس کلام کے سبب ہے جسے خدا نے قرآن میں نازل کیا ہے۔
اس مرد نے کہا اے امیر المومنین! مجھے تمام کلمات کا علم نہیں ہے۔

امیر المومنین نے کہا اوہ (سورہ بقرہ) میں ہے، اس مرد نے کہا (سورہ بقرہ) کی ساری آیات یاد نہیں ہیں۔ بہتر ہے کہ آیت کی تعیین و تفسیر کر دیں؟

امیر المومنین! خدا (سورہ بقرہ آیت ۲۵۳) میں فرماتا ہے: ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض سے کلام کیا اور کچھ کو بلند مقام عطا کیا، عیسیٰ ابن مریم کو دلائل و معجزات دے کر انھیں روح القدس کے ذریعہ تقویت دی، اگر خدا ارادہ فرماتا تو ان پیغمبروں کی امتیں اور ان کے پیروکار ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرتے، لیکن خدا نے انھیں اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیا۔

لوگوں نے معجزات کے مشاہدہ و اتمام حجت اور بیان حقیقت کے بعد مخالفت و جنگ کا راستہ اختیار کیا، پیروان انبیاء و حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے ایمان لا کر حق و حقیقت کے راستہ پر استقامت کی اور دوسرے گروہ نے انبیاء کی باتوں اور رہنمائی سے انکار کیا اور اس کی مخالفت کی، ہاں اگر خدا چاہتا تو ان کے اختلاف ظاہر نہ ہوتے، اس حالت میں اسی کا حکم و ارادہ نافذ ہوتا اور لوگ اس کے مقابل قدرت کا اظہار نہ کر پاتے۔

پھر امیر المؤمنین نے فرمایا: جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہوا ہے پیغمبر اسلام کے ماننے والے بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ اپنے ایمان و اطاعت پر باقی رہ گیا اور وہ ہم لوگ ہیں دوسرے گروہ نے مخالفت و کفر و الجاد کا اظہار کر کے راہ حق و حقیقت سے منحرف ہو گئے، وہی ہمارے مخالفین و دشمنوں کا گروہ ہے اس آدمی نے کہا! کعبہ کے رب کی قسم! یہ لوگ کافر ہو گئے ہیں، پھر اس نے ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن کی صفوں پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔

حسن بصری سے امیر المومنین کا احتجاج

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب جنگ ختم ہو گئی تو لوگوں نے اونٹوں کے پالان کا ایک نمبر بنایا اور حضرت علیؑ اس پر گئے، بلند حمد و ثناء نے پروردگار کے فرمایا:

اے اہل بصرہ! اے وہ لوگو! جو مخرف ہو گئے ہو، اے وہ مر یضو! جس کا علاج نہیں، اے جو پاپوں کے بیرو کارو! اے عورت کے سپاہیو!، اے وہ گروہ جو چوپایہ کی آواز پر جمع ہو گئے اور جب اسے نخر کر دیا گیا تو مستشر ہو گئے، تمہارے پینے کا پانی تلخ و ناگوار ہے، تمہارا قانون نفاق پر مبنی ہے اور تم اخلاق و عقل کے لحاظ سے کمزور دست ہو۔

پھر آپ نمبر سے نیچے اتر آئے، ہم ان کے ساتھ چل رہے تھے کہ درمیان میں حسن بصری سے ملاقات ہوئی جو مصروف وضو تھا۔

امیر المومنین اے حسن بصری اپنے وضو میں غور کرو، اس کے شرائط کی رعایت کرو، اور اس کے ظاہری و باطنی آداب کو پورا کرو۔

حسن بصری، کل آپ ان لوگوں سے جنگ کر رہے تھے جو خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے تھے اور خاتم النبیین کی رسالت کے معتقد تھے، آداب و شرائط وضو کی رعایت کرتے تھے اور اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے۔

امیر المومنین: اگر یہی صورت حال تھی اور تم اس کے شاہد تھے تو تم نے ہمارے خلاف لوگوں کی طرف ذاری و نصرت کیوں نہیں کی؟

حسن بصری: خدا کی قسم آپ نے صحیح فرمایا اور میں آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں، جنگ سے پہلے دن میں گھر سے باہر آیا، غسل کیا اپنے جسم پر حنوط لگایا اور اسلحہ جنگ ساتھ لیا، معتقد تھا کہ ام المومنین عائشہ

کی ہر اہی نہ کرنا کفر کے برابر ہے، اس حالت میں بصرہ کے لشکر گاہ کی طرف چل پڑا، جب خریدہ کے نزدیک پہنچا تو میرے کان میں آواز آئی، اے حسن! واپس جاؤ قاتل و مقتول دونوں چٹمی ہیں، میں باحال اضطراب و وحشت اپنے گھر واپس ہو گیا۔

جب دوسرا دن ہو اسی اعتقاد نے پھر مجھے اپنی جگہ سے حرکت دی اور جنگ و قتال کی نیت سے اپنے گھر سے باہر آیا اور شہادت کیلئے تیار ہو کر حنوط و اسلحہ لگا کر چل دیا پھر خریدہ پہنچا، وہی آواز دوبارہ سنی، اپنے گھر واپس ہو جاؤ قاتل و مقتول دونوں دوزخی ہیں۔

امیر المؤمنین: یہ کلام صحیح ہے لیکن جانتے ہو کہ وہ آواز کس کی تھی؟ وہ آواز تمہارے بھائی ابلیس کی تھی، اس کی بات بھی درست ہے۔ اہل بصرہ اور اصحاب عائشہ میں سے قاتل و مقتول جو بھی ہو دوزخ کی آگ میں داخل ہوں گے۔

حسن بصری، اے امیر المؤمنین: میں اس وقت سمجھا کہ یہ گروہ ہلاکت و گمراہی میں ہے۔

امیر المومنین کا کلام حسن بصری کے بارے میں

ابو یحییٰ واسعی کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین شہر بصرہ کو فتح کر چکے تو دوسرے روز صبح کچھ لوگ آپ سے ملاقات کیلئے آئے، ان کے درمیان حسن بصری بھی تھا، جو سفید کاغذ لئے امیر المومنین کے کلمات لکھ رہا تھا، امیر المومنین نے بلند آواز سے کہا، کیا کر رہے ہو؟

حسن بصری نے کہا آپ کے آثار و کلمات لکھ رہا ہوں، تاکہ آپ کے بعد دوسروں سے بیان کروں۔ امیر المومنین نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ ہر قوم و گروہ میں ایک سامری ہوتا ہے اور یہ شخص تم لوگوں کا سامری ہے۔ امت موسیٰ کا سامری لوگوں کی مصاحبت وہم نشینی و انس سے محروم ہو گیا تھا جو اس کے پاس پہنچتا اس سے کہتا میرے قریب نہ آؤ مجھے نہ چھوؤ، مصاحبت نہ کرو، یہ شخص بھی ہمیشہ یہی جملے اپنی زبان سے ادا کرے گا اور جو اس کے پاس جائیگا یہ کہے گا لا قتال، لا قتال، جنگ نہیں چاہئے، جنگ نہیں چاہئے۔

اپنے اصحاب سے امیر المومنین کا احتجاج

روایت کی گئی ہے کہ جب امیر المومنین نے اہل شام سے جنگ کا عزم مصمم کر لیا تو خدا کی حمد و ثنا اور رسول پر درود و سلام کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

بندگانِ خدا! پروردگارِ عالم سے ڈرتے رہو، اس کے اوامر و احکام کی اطاعت کرو، اپنے پیشواؤں کی پیروی کرو، جان لو کہ نیک و با نیک لوگ اپنے عادل پیشوا کے زیرِ نجات حاصل کر کے مقامِ خوش بختی و سعادت پر فائز ہوں گے اور جاہل و بدکردار قوم اپنے بد اعمال پیشوا کے ساتھ قدمِ بدبختی و بلاکت سے نزدیکیتر ہوگی۔

اے ملتِ مسلمان! متوجہ رہو کہ معاویہ ابن ابوسفیان اپنے تصرف کی تمام چیزوں کا غاصب ہے اور مال و ملک وغیرہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ سب میرا حق ہے، اس نے میری مخالفت کر کے میری بیعت شکنی کی ہے وہ دینِ خدا سے سرکشی کر کے راہِ حق سے منحرف و روگرداں ہو گیا ہے، اے گروہِ اسلام! تمہیں اہور گزشتہ کے بارے میں اطلاع ہے اور میری خلافت کے مقدمات سے بھی آگاہ ہو تم خود میری طرف آئے ہو اور تم نے بہت اصرار و رغبت سے اپنے امور میرے حوالہ کئے ہیں، تم بہت زیادہ تمایل اور تقاضہ کے نتیجہ میں مجھے اپنے گھر سے باہر لائے ہو، تاکہ میری بیعت کرو، تمہارے جہوم کے باوجود میں نے تمہاری موافقت نہیں کی اور ادھر ادھر سے اپنے کو بچاتا رہا تاکہ تمہارا باطنی نظریہ اور اصلی مقصد معین کر سکوں۔

تم نے بار بار اس موضوع پر مجھ سے گفتگو کی اور میں نے بھی تم سے مباحثہ کیا، تم ان اونٹوں کی طرح میرے اطراف جمع ہوئے جو پانی کی خاطر حوض پر ٹوٹ پڑتے ہیں پھر تم نے با اصرار مجھ سے بیعت کا تقاضا کیا اور ایک دوسرے کو دھکے دیئے۔ تمہارے جمِ غفیر کے سب مجھے خوف ہوا کہ کہیں فتنہ و فساد نہ برپا ہو جائے اور تمہارے درمیان جنگ و جدال اور خونریزی ہونے لگے۔

میں نے اس مجمع کے اژدحام میں خوب غور و فکر کر کے دیکھا کہ اگر تمہاری درخواست کو قبول نہ کروں تو تم کسی ایسے کو نہیں پاسکتے جو تمہارے اجتماعی امور میں خوب سمجھ کر علم و عدالت و حقیقت کے ساتھ حکومت کرے، میں نے اپنے سے کہا کہ اگر تمہاری حکومت و خلافت کو قبول کر لوں کہ اس صورت میں میری منزلت و فضیلت اور میرا حق ثابت ہو جائے تو یہ عمل اس سے بہتر ہے کہ دوسروں کی حکومت میں رہوں اور میرا حق و مقام پوشیدہ رہے، اس لحاظ سے میں اپنے ہاتھ کو بڑھا کر بیعت کیلئے تیار ہو گیا اے گروہ مہاجرین و انصار اور اصحاب رسول اللہ! تم سب میری پیروی کرو کیا تم سب نے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سب سے عہد و پیمانہ نہیں لیا کہ ہمیشہ میری حکومت میں ثابت قدم رہو اور میرے اوامر کی اطاعت کرو گے اور تم لوگ حفا و حمیم قلب کے ساتھ میرے دشمنوں اور دین اسلام سے خارج ہو جانے والوں اور قرآن کے خلاف عمل کرنے والوں سے میرے ہمراہ جنگ و جہاد کرو گے؟

جو عہد و پیمانہ میں نے لیا، کیا وہ خدا سے معاہدہ و محکم ترین پیمانہ نہ تھا جو کہ بیشتر افراد اور اشخاص سے لیا جاتا ہے؟ کیا تم نے اس عہد و پیمانہ کو قبول نہیں کیا؟ کیا ان عہدوں میں خدا و رسول کو گواہ نہیں بنایا تھا؟ کیا ان معاملات میں تم سے بعض کو بعض کا شاہد و گواہ نہیں قرار دیا؟ کیا میں نے ان تمام معاملات میں خدا و رسول کی سنت کے مطابق عمل نہیں کیا؟

کس قدر جانے تعجب ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان خلافت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس بارے میں مجھ سے اختلاف و نزاع کیا پھر میری امامت کا منکر ہو گیا۔ معاویہ خیال کرتا ہے کہ مقام خلافت کا وہ مجھ سے زیادہ اہل و سزاوار ہے، اس مقام پر اس نے خدا اور رسول پر جرات و جسارت کی ہے، اپنے دعویٰ پر چھوٹی سے چھوٹی بھی دلیل نہیں رکھتا اور اس خلافت میں اس کا معمولی سا بھی حق نہیں ہے۔ اگر مہاجرین و انصار اور مسلمانوں کے سرداروں سے بیعت ثابت ہوتی ہے تو مہاجرین و انصار میں سے کسی نے بھی اس کی بیعت نہیں کی ہے۔

اے مہاجرین و انصار! کیا تم نے میری اطاعت کرنے اور میرے حکم کے بجالانے کا عہد و پیمانہ نہیں

کیا؟ کیا تم نے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے میری بیعت نہیں کی؟ کیا میں نے تم سے پیمانہ نہیں لیا تھا، کہ تم میری پیروی کرو گے؟

یاد رکھو! میری بیعت ابوبکر و عمر کی بیعت سے زیادہ محکم و مضبوط ہوئی ہے تم سب نے نہایت رغبت و خواہش اور مکمل اختیار و آزادی سے میری بیعت کی ہے۔ تم کیسے ان دونوں کی خلافت کے وفادار اور اس پر ثابت قدم رہے لیکن تم نے میری بیعت تو زدی اور وفاداری، استقامت و پابنداری نہیں دکھائی؟ کیا تمام مسلمانوں پر واجب نہیں ہے کہ انتہائی گرجوشی اور خلوص سے میری مدد کریں اور میرے حکم کو مانیں؟

کیا میری اطاعت تمام حاضر و غائب مسلمانوں پر واجب نہیں ہے؟ پس کیوں معاویہ ابن ابی سفیان اور اس کے اصحاب نے میری مخالفت و دشمنی کر کے میری بیعت سے انکار کیا؟ کیا میں رسول خدا سے قرابت و سبقت ایمان اور ان کے داماد ہونے کے اعتبار سے گزشتہ لوگوں پر امتیاز و برتری نہیں رکھتا؟ کیا تم نے غدیر خم میں میری ولایت و خلافت اور محبت کے بارے میں رسول کی باتوں کو غور سے نہیں سنا؟

اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور معاویہ سے جہاد کیلئے دوڑ پڑو، معاویہ اور اس کے ستمگار و منحرف مددگاروں سے جنگ کرو۔

اے ایمان والو! کلام خدا سے نصیحت حاصل کرو اور میری باتوں کو غور سے سن کر سمجھو، قرآن مجید کی نصیحتوں سے استفادہ کرو ﴿الم تر الی الملامن بنی اسرائیل من بعد موسیٰ...﴾ (سورہ بقرہ، ۲۳۶)

ترجمہ: اے رسول! کیا آپ نے جناب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کی حالت پر نظر نہیں کی جب انھوں نے اپنے بنی شویل سے کہا کہ کسی کو ہمارے واسطے بادشاہ مقرر کیجئے، تاکہ اللہ کی راہ میں ہم جہاد کریں، پیغمبر نے فرمایا: کہا! کہ ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم نہ لڑو، وہ کہنے لگے کہ جب

ہم اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں تو پھر ہمیں کون سا عذر باقی ہے کہ ہم راہ خدا میں جہاد نہ کریں، پھر جب ان پر جہاد واجب کیا گیا تو ان میں سے چند کے سوا سب نے لڑنے سے انکار کر دیا اور خدا ظالمین کو خوب پھینکتا ہے۔ ان کے نبی نے ان سے کہا بیشک خدا نے تمہاری درخواست کے مطابق طاقت کو تمہارا بادشاہ معین کیا ہے، تب کہنے لگے اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ حکومت کے اس سے زیادہ ہم حقدار ہیں، اسے تو مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی تک نصیب نہیں، نبی نے کہا خدا نے اسے تم سب پر فضیلت دی ہے اور مال میں صحیح مگر علم و جسم کی وسعت تو خدا نے اسی کو عطا کیا ہے، خدا جسے چاہے اپنا ملک دے، خدا بڑی وسعت و رحمت والا اور واقف کار ہے۔

امیر المؤمنین: اے گروہ مسلمان! اس آیت شریفہ سے تم کو نصیحت و عبرت لینا چاہئے، جان لو کہ خداوند عالم انبیاء کے بعد ان کے خاندان میں سے کسی کو مقام خلافت کیلئے منتخب کرتا ہے، خدا نے بنی اسرائیل کے درمیان جناب طاقت کو جسم ظاہری و علم و معرفت کے لحاظ سے دوسروں پر فوقیت دے کر ان کو دوسروں کا امام و پیشوا قرار دیا۔

اے گروہ اسلام! کیا ایسا ہے کہ خدا نے معاویہ کو مجھ سے افضل و برتر بنایا ہو؟ اور اسے جسم و روح اور قوت بدنی اور علم و دانش کے اعتبار سے مجھ پر فوقیت دی ہو؟ کیا ایسا ہے کہ خدا نے بنی امیہ کو بنی ہاشم پر فضیلت و برتری دی ہو؟

اے بندگان خدا!! پروردگار سے ڈرو اور راہ خدا میں جہاد اور مقاتلہ کرو، اس کے سخت عذاب اور عیظ و غضب سے دور رہو۔

خداوند عالم فرماتا ہے: کہ کچھ بنی اسرائیل نے حق کا انکار کیا اور کافر ہو گئے اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ نے ان پر لعن و طعن کیا کیونکہ انھوں نے عصیان و گناہ کیا اور تجاؤز و سنگری کو اپنا پیشہ قرار دیا اور اعمال بد سے پرہیز نہیں کیا اور کتنی برائیوں کے مرتکب ہوئے۔

﴿لعن السذین کفرو من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ ابن مریم ذلک بما

عصو و كانوا يعتدون ﴿ (سورہ مائدہ، آیت ۷۸)

ترجمہ: ایمان افراد وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لائے پھر ان کے دلوں میں کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہوا، انھوں نے جان و مال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کیا اور وہی لوگ سچے ہیں۔

﴿انما المؤمنون الذين امنوا بالله ورسوله...﴾ (سورہ حجرات، آیت ۱۵)

اے صاحبان ایمان! کیا تم کو اس تجارت کی طرف ہدایت کروں جو تم کو سخت عذاب سے نجات دے؟ خدا اور رسول پر ایمان لاؤ، اپنے جان و مال کے ساتھ راہ خدا میں جہاد کرو، اگر تم کو توجہ ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا، تمہیں رحمت اور پاک و پاکیزہ جگہ عنایت کریگا اور اپنی لذت بخش نعمتوں سے تمہیں سرفراز کرے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

(سورہ الصف، آیت ۱۰)

پھر امیر المؤمنین نے فرمایا: اے بندگان خدا! پرہیزگار بنو اور اپنے پیشوا کے ساتھ جہاد کی طرف بڑھو، اگر اہل بدر کی تعداد کے برابر بھی اصحاب و مددگار ہوتے تو میں حکم دیتا اور وہ اطاعت و پیروی کرتے، اگر میں حرکت کرتا وہ میرے ہمراہ حرکت کرتے تو یقیناً تم سے بے نیاز ہو جاتا اور بہت جلد معاویہ سے جنگ و جہاد کیلئے نکل پڑتا، یہ جہاد فرض اور واجب ہے۔

کلام امیر المومنینؑ

(معاویہ سے جہاد کی سختی کے وقت اصحاب کی سرزنش)

اے لوگو! میں نے تم کو جہاد کی دعوت دی، تم نے حرکت نہیں کی، تم سے بحث و مباحثہ کر کے اپنے نظریہ کو بیان کر دیا، تم سے کوئی جواب نہیں سنائی دیا، میں نے تمہاری اصلاح و کامیابی کا تذکرہ کیا اور لازم و ضروری باتیں بتائیں پھر بھی تم نے باتوں پر کان نہیں دھرا، تم بظاہر حاضر و شاہد ہو لیکن جوش و خروش اور حرکت کے آثار دکھائی نہیں پڑتے، میری حکیمانہ گفتگو، قلبی اور خالص وعظ و نصیحت کے مقابل سوائے اعراض و نفرت کے تم سے کچھ دکھا، گویا تم سب گدھے ہو کہ شیر سے فرار کر رہے ہو۔

اے نادان لوگو! میں تم کو ظالموں سے جہاد کیلئے توجہ اور ترغیب دلا رہا ہوں اور ابھی میری گفتگو بھی ختم نہیں ہوئی کہ تم متفرق ہونے لگے، پھر تم اپنی نشست گاہوں کو واپس جا کر حلقہ باندھ کر بیٹھو گے اور اشعار پڑھنے، مثالیں دینے اور مختلف اخبار کے شننے میں مشغول ہو جاؤ گے، اس نشست کے خاتمہ اور متفرق ہونے کے بعد سوائے سوال و جواب اور ذکر اشعار کے کوئی فکر و مباحثہ نہیں کرو گے۔

اے خائف لوگو! تم نے جہالت و لا ابا لی بن اور خاموشی و غفلت کو اپنا شعار بنا لیا ہے اور اپنے کو ذکر و بحث، فکر، و تذکرہ، تقویٰ و جہاد، دشمنان دین سے جنگ اور حق و حقیقت سے فارغ و جدا کر لیا ہے۔

بہت تعجب ہے کہ تمہارے مخالفین دشمن اپنے باطل اور اپنی خطا پر جمع پھر بھی ایک دوسرے کے ہمراہ ہیں اور نہایت اصرار و استقامت کے ساتھ اپنے تاریک و کج راستہ پر آگے بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ تم اپنے راہ مستقیم و جاہد حق سے منحرف ہو رہے ہو، کیا یہ میرے لئے حیرت و تعجب کا مقام نہیں ہے؟

اے کوفہ کے لوگو! تم اس عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہو پھر ایک طرف اس کا بچہ ساقط ہو جائے دوسری طرف اس کا شوہر بھی فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نزدیکی و وارث بھی نہ ہو اور اس کی زندگی کے خاتمہ پر دور

کے رشتہ دار اس کے وارث ہو جائیں۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا، جانداروں کو پیدا کیا، اس کے بعد تمہارے اوپر وہ شخص حاکم بن کر مسلط ہوگا جو ایک آنکھ کا نابینا اور ذلیل دپست ہوگا، وہ جہنم کا مظہر ہوگا، تم اس کے دور حکومت میں انتہائی پریشانی و مصیبت اور عذاب سختی میں زندگی گزارو گے، اس کا قہر و غضب تم سب کو گھیر لے گا اور وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔

اس کے مرنے کے بعد دوسرا وہ شخص تم پر مسلط ہوگا جو ظالم و ستمگر، خونخوار اور مال جمع کرنے والا اور بخیل ہوگا، اس کے بعد بنی امیہ کے کچھ دوسرے افراد تم پر حکومت کریں گے جو ایک دوسرے کی نسبت لوگوں پر زیادہ مہربان اور ہمدرد نہ ہوں گے، بنی امیہ کے تمام حکمران سوائے ایک کے سب ظالم و ستمگر ہوں گے، ان کی حکومتیں خدا کی جانب سے ایک بلا و مصیبت ہے جو اس امت کے شامل حال ہوں گی۔ ہاں حکومت بنی امیہ ایک آسانی بلا ہے کہ اس حکومت کے سب تمہارے نیک و صالح لوگ قتل کئے جائیں گے اور ذلیل و پست افراد ان کی اطاعت و بندگی کی طوق اپنی گردن میں ڈال لیں گے تمہارے اموال و ذخائر کو گھروں اور مزیں و مخصوص حجروں سے باہر نکال لے جائیں گے۔

یہ وہ مصائب ہیں جو خدا نے تمہارے واسطہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ تم نے اپنی اصلاح میں کوتاہی کی ہے اور اپنے حقوق و امور کو ضائع و برباد کر دیا ہے اور احکام دین مقدس کے رائج کرنے میں سستی اور ڈھیل کر رہے ہو۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے آئندہ کے واقعات و حادثات سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے، شاید تم ہوش میں آ کر اپنی خراب کاری و لغزش و سستی کو چھوڑ دو اور دوسرے ہوش و عبرت کے کان رکھنے والوں کو پسند و نصیحت کرو، اصلاح و حقیقت اور غور و فکر کی دعوت دو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے کچھ میری طرف جھوٹ کی نسبت دے رہے ہیں جیسا کہ گروہ قریش نے رسول اکرمؐ کی طرف ایسی ہی نسبت دی تھی۔

تم پروائے ہو! میں خدا کی طرف جھوٹ کی نسبت دوں گا؟ جبکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اس کی

توحید کا اقرار کر کے اس کی اطاعت و بندگی کی ہے۔ کیا میں رسول خدا پر الزام لگاؤں گا؟ جبکہ سب سے پہلے میں نے ان کی دعوت رسالت کو قبول کر کے ان کی باتوں کی تصدیق کی ہے اور آخر وقت تک آنحضرت پر ایمان اور ان کی ہمراہی و نصرت پر قائم رہا ہوں۔

حقیقت امر اس کے خلاف ہے کیونکہ اس بات سے جھوٹ اور فریب کی بوسونگھی جاسکتی ہے اور تم لوگ حیلہ و بہانہ کی احتیاج نہیں رکھتے۔

اس پروردگار کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور حیوانوں کو جان دیا، یقیناً تم آئندہ اور بہت جلد اپنی باتوں کا نتیجہ دیکھو گے، اس وقت اپنی جہالت کے برے انجام میں گرفتار ہو گے اور اپنی بیداری و توجہ و باخبری سے کچھ فائدہ نہ پاؤ گے۔

ناگواری و ناخوشی تمہارے لئے ہوا اے وہ لوگ جو کہ صورت کے لحاظ سے مرد اور سیرت کے اعتبار سے مردانگی کے صفات سے دور ہو، تم از بہت عقل اطفال اور باعتبار عقل و فکر پردہ نشین عورتوں کے مانند ہو، آگاہ ہو جاؤ تم ظاہر حاضر اور ناظر اور باطن غائب و غافل ہو، اے وہ لوگ جو کہ ظاہر ابر و متحد اور باطناً مختلف رائے و پراگندہ عقیدے رکھتے ہو، تم بخدا وہ شخص کامیاب و غالب نہیں ہو سکتا جو تمہیں اپنی یاری و امداد کیلئے بلائے، اس شخص کا دل آرام نہ پائے گا جو تمہاری راہ میں رنج و غم اور سختیوں کو برداشت کرے، اس شخص کی آنکھ روشن نہ ہوگی جو تم کو اپنے تخت رکھ کر اپنے سایہ میں سکونت و پناہ دے۔

تمہاری باتیں دعویٰ و گفتگو کی منزل میں سخت و محکم پتھروں کو نرم کر دیتی ہیں لیکن عمل کی منزل میں اتنے ست، لا پرواہ اور بہانہ باز ہو کہ تمہارے کمزور دشمن بھی تمہاری حرکات سے جرأت، قوت قلب اور شجاعت پیدا کر لیتے ہیں۔

تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے مکانات، شہر اور اپنی حکومت کو اپنے دشمن کے قبضہ اور غیروں کے تصرف میں دیدیا، اس کے بعد اب تم کس سر زمین کا دفاع کرو گے اور کس جگہ پر بخوشی و امن زندگی بسر کرو گے؟ اور کس امام و پیشوا کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ و مقابلہ کرو گے؟

خدا قسم! وہ شخص فریب خوردہ اور گرفتار کر ہے جس نے تم سے دھوکا کھایا ہو اور تمہاری مثال ان ٹوٹے ہوئے بریکار تیروں کی طرح ہے جن کا اٹھانا زحمت کے علاوہ کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتا ہے۔

میں تم سے نصرت کی توقع اور امداد کا انتظار نہیں کرتا اور تمہاری باتوں کی بھی ہرگز تصدیق نہیں کروں گا خداوند عالم سے چاہتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور بجائے تمہارے بہتر لوگوں کو میرا رفیق و آشنا قرار دے اور تمہارے لئے بھی مجھ سے بدتر دوست اور حاکم کا انتخاب کرے۔

اے بے وفالوگو! تمہارا پیشوا و حاکم احکام خدا کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کے دستور و فرمان کے خلاف عمل کرتے ہو، اہل شام کا حاکم خدا کے اوامر کی مخالفت و سرپیچی کرتا ہے اس حالت میں بھی وہ لوگ اس کی اطاعت و بیروی کرتے ہیں، خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں کہ معاویہ مجھ سے صراحتی کا معاملہ اس طریقہ سے کرے کہ بجائے درہم و دینار کے تم میں سے دس افراد کو لے لے اور اپنے اصحاب میں سے اس کے عوض ایک مجھے دیدے!!

بخدا قسم! اے کاش تم مجھے نہ پہچانتے اور میں بھی تمہیں نہ پہچانتا کیونکہ یہی تعارف ندامت و پشیمانی کا سبب بنا ہے تم لوگوں نے میرے سینہ کو غیظ و غضب سے بھر دیا ہے اور اس واقعہ نے مجھ سے مخالفت اور ترک ہمراہی کے سبب مجھے مختل و معطل کر دیا ہے۔

جسارت و بدگوئی نے تمہیں یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ قریش کے کچھ افراد میرے بارے میں کہتے ہیں کہ علی ابن ابیطالب ایک شجاع و بہادر ہے لیکن فنون و علوم جنگ سے نا آشنا ہے۔ خدا انہیں خود جزا دے، کیا ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ جیسا جنگوں اور لڑائیوں کا سابقہ و تجربہ رکھتا ہو؟

کیا تمہارے پاس ایسا کوئی شخص ہے جس نے میری طرح جنگوں کی سختیوں اور مصائب کو برداشت کیا ہو اور نہایت صبر و استقامت کے ساتھ آتش جنگ میں کھڑا رہا ہو؟

میں وہی شخص ہوں جس نے بیس سال کی عمر سے قبل میدان جنگ میں قدم رکھا ہے اور آج میرا سن ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکا ہے۔

آگاہ: بجاؤ خدا کی قسم! میں اسے پسند کرتا ہوں کہ خدا مجھے تمہارے درمیان سے اٹھالے اور میری اس زندگی کا خاتمہ کر کے مجھے مقام رضوان (جنت) میں جگہ عطا کرے، میں تو ہر وقت اپنی موت کا منتظر ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ دن کیوں نہیں آتا جب اس امت کا شقی ترین شخص میری داڑھی کو میرے خون سے رنگین کر دے کیونکہ یہ وہ قرار داد ہے جس کا رسول خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے۔

آخر وہ ناامید و محروم ہو گا جو جھوٹ و افترا پر دازی کرے اور کامیابی و نجات وہ پائے گا جو پرہیزگار بن کر نیکیوں کی تصدیق کرے۔

اے کوفہ کے لوگو! میں نے تم کو اس گروہ سے جنگ کیلئے شب و روز اور ظاہر و باطن میں بلایا اور تم سے بار بار کہا کہ اس گروہ سے جنگ میں پیش قدمی کرو کیونکہ ہر جمعیت نے اپنے گھروں کے اندر اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے جنگ کی ہے اور خواہ نخواہ ذلیل و خوار ہوئے ہیں، تم سب نے آسان سمجھ کر میری یاری و بہکاری سے ہاتھ سمجھ لیا اور میری پیش نہاد گزراں و سنگین شمار کیا اور اس امر کو اپنی نظر میں دشوار و سخت جان کر میری باتوں کو پس پشت ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ہر طرف سے تمہارے اوپر یلغار و غارت ہوئی اور تمہارے درمیان برے و فوج اعمال اور منکرات پھیل گئے اور تم ایسے ہی صبح و شام سخت تر مصائب و آلام میں گرفتار ہو گئے، جیسے کہ تمہارے پہلے لوگ اپنے پیشواؤں کے اوامر کی مخالفت سے ظالموں اور سنگروں کی سختیوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہے، خدا نے ان کے بارے میں فرمایا وہ تمہارے بچوں کو قتل کرتے، تمہاری عورتوں کو اپنے تصرف میں لاتے اور تم اپنے پروردگار کی طرف سے سخت اور بڑی مصیبت میں مبتلا تھے۔

اے کوفہ کے لوگو! جان لو کہ اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو پیدا کیا اور انسان کو خلق کیا یقیناً تم پر وہ نازل ہوا جس کا میں نے وعدہ کیا تھا، میں نے تم کو مسلسل قرآن مجید کے مواظظ کے ذریعہ پسند و نصیحت کی لیکن قرآن کی باتوں کا تمہارے سخت دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، میں نے اپنے تازیانہ سے تمہاری نادید و تہیبہ کی پھر بھی معمولی سی استقامت و رعایت اور توجہ تم میں پیدا نہ ہوئی۔

ہاں تمہاری اصلاح سوائے شمشیر کے دوسری چیزوں سے نہیں ہو سکتی، میں تمہاری اصلاح حال سے

عاجز ہوں، مگر یہ کہ اپنے کو تمہارے خیر و صلاح کی خاطر قربان و نذا کر دوں، لیکن جان لو کہ خداوند عالم تمہارے اوپر ایک ایسے سخت و بدرقار بادشاہ کو مسلط کرے گا جو نہ تو تمہارے فرزندوں پر رحم کرے گا اور نہ تو بزرگوں کا احترام کرے گا اور نہ ہی تمہارے علماء و دانشمندیوں کی عزت باقی رکھے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے بیت المال کو عدل و انصاف سے تقسیم کریگا۔ تم لوگوں پر ایسی حکومت مسلط و غالب ہوگی کہ جس سے تم پر زود کوب اور لعن و طعن واقع ہوگی، وہ تم کو ذلیل و خوار کرے گی، تمہیں میدان جنگ کی طرف لے جائے گی، راہیں تم پر مسدود کرے گی، تمہیں خیریت و دیدار اور ملاقات سے محروم کر دے گی، تمہارے درمیان ایسا طبقاتی اختلاف ایجاد کر دے گی کہ ضعیف و بے دست و پا لوگ قوی و توانا اشخاص کے ظلم و ستم کے نیچے نیست و نابود ہو جائیں گے۔

ہاں خداوند متعال ظالمین کو اپنی رحمت اور اپنے لطف سے دور اور محروم رکھے گا، خدا سے روگردانی کرنے والوں کیلئے بہت کم اتفاق ہوتا ہے کہ وہ توفیق و توجہ اور عبادت کی بلندی پیدا کر لیں۔ آج تم خواب غفلت اور حیرانی و پریشانی میں ہو، میں اپنا وظیفہ سمجھتا ہوں کہ تمہاری غفلت اور تمہارے اشتباہ کو دور کروں اور تمہاری رہنمائی و نصیحت سے دریغ نہ کروں۔

اے کوفہ کے لوگو! میں تمہاری معاشرت و دوستی سے تین امور اور دوسری دو چیزوں میں مبتلا ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں۔ تم کان رکھتے ہوئے بھی بہرہ ہو، تم آنکھ رکھتے ہوئے بھی نابینا ہو، زبان رکھتے ہوئے بھی گونگے ہو، تمہارے کان اور تمہاری آنکھ و زبان کا تمہاری زندگی میں کوئی فائدہ نہیں۔

وہ دو چیزیں یہ ہیں تمہاری بھائی چارگی و دوستی وقت حاضر میں صدق و صفا اور حقیقت کی بنا پر نہیں ہے امتحان و مصیبت کے وقت تم پر اعتماد و اطمینان نہیں کیا جاسکتا۔

پروردگار! امیران لوگوں سے دل تنگ ہو گیا ہے اور یہ لوگ بھی مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں، میں ان لوگوں سے تھک گیا اور یہ مجھ سے ملول ہو گئے ہیں۔

خداوند! اس جمیعت کے امیر و حاکم کو ان سے راضی نہ رکھنا اور ان کو بھی ان کے امیر و حاکم سے خوش نہ

رکھنا، ان کے دلوں کو خطرات و دہشت سے پانی پانی کر دے، جس طرح نمک رطوبت سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔

اے لوگو! جان لو اگر ممکن ہوتا اور کر سکتا تو تم سے قطع تعلق کر لیتا، ہرگز تم سے بات نہ کرتا اور تم لوگوں کو کوئی بھی حکم نہ دیتا اور اسی پر عمل کرتا کیونکہ تمہاری ہدایت و نجات کیلئے جو کر سکتا تھا وہ میں نے کیا اور تمہاری ملامت و سختی میں بھی اصرار و مبالغہ کیا اور اب میں اپنی زندگی سے میرا بھوکا ہوں۔ کیونکہ اپنی نصیحتوں اور کوششوں کے نتیجے میں سوائے مسخرہ پن کے تمہاری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تم راہ حق سے منحرف ہو کر باطل کی طرف نائل ہو، دین خدا ہرگز ہرگز ہوئی پرست اور اہل باطل سے قوت نہیں پاسکتا، میں اطمینان رکھتا ہوں کہ تمہاری طرف مجھے سوائے ضرر و نقصان کے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

میں تمہیں دشمنوں سے جہاد و مبارزہ کی دعوت دیتا رہا اور تم نے اپنے گھروں میں بیٹھ کر مجھ سے تاخیر کی درخواست کرتے رہے جیسے کہ قرضدار اپنے قرض کی ادائیگی کے وقت آج کل کیا کرتا ہے۔

اگر گرمی کے موسم میں جہاد کیلئے بلاتا ہوں تو تم گرمی کی شدت کا بہانہ کرتے ہو، اگر سردی کے موسم میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو سردی کی سختی کا عذر کر کے پیچھے ہٹتے ہو لیکن یہ سب مکر و حیلہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ تم جنگ و جہاد سے ہٹا کر رہے ہو، حالانکہ موسم کی گرمی سے فخر ہے جو جبکہ تلوار کی گرمی زیادہ ہوگی اور دشمنوں کے تیز و گرم حملوں کے مقابل تمہاری عاجزی و کمزوری بڑھ جائیگی۔

﴿اناللہ وانا الیہ راجعون﴾

اے اہل کوفہ! مجھ تک ایک وحشت ناک خبر پہنچی ہے کہ ابن عابد نے اپنے چار ہزار شامی لشکر کے ساتھ ہماری سرحد پار کر کے سرزمین انبار پر حملہ کر دیا ہے اور لوگوں کے اموال کو لوٹ لیا ہے، کچھ صالح و متدین افراد کو قتل کر دیا ہے، اہل انبار کے ساتھ اس نے ایسا سلوک کیا جیسا خرز اور روم کے لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں، گویا وہ مسلمان نہیں اور ان کا خون و مال حلال سمجھ لیا ہو۔

میرے عامل و گورنر کو بھی ابن عابد نے شہر انبار میں قتل کر دیا ہے اور اس شہر کو اپنے لوگوں کیلئے مباح

کر دیا ہے، خداوند عالم ان مقتولین کو بہشت برین میں جگہ دے۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اہل شام نے ایک مسلمان عورت اور ایک کافر ذمی عورت کی عزت و حرمت پر بھی ظلم و تعدی کی ہے انھوں نے ان کی روسری، گوشوارہ، زیور و پازیب اور ان کے لباس، سر، کان اور ہاتھ و پیر کے تمام زیورات کو بھی چھین لیا، وہ مسلمان عورت ان کے ظلم کے مقابلہ سوائے آیت استرجاع و آرزوئے مرگ اور مسلمانوں سے طلب امداد کے کچھ نہیں کہتی تھی۔

افسوس! کوئی بھی اس کی فریاد کو نہ پہنچا اور کسی نے اس کی مدد بھی نہ کی۔

اگر کوئی اس حادثہ کے شدید افسوس اور انتہائی تاثیر میں مر بھی جائے تو میرے نزدیک لائق ملامت و مذمت نہیں ہے بلکہ نیکو کار و دروست کار ہوگا، کتنا تعجب ہے کہ دوسرے اپنے باطل پر مجتمع و متفق ہیں اور تم حق پر ہوتے ہوئے بھی متفرق و منشر ہو۔

تم لوگ خود اپنے دشمنوں کے تیر کا نشانہ بنتے ہو اور دشمنوں کی طرف تیر نہیں بھیجتے، تمہارے دشمن مسلسل جنگ و حملہ اور تجاوز کر رہے ہیں لیکن تم خاموش و آرام سے بیٹھے ہو اور احکام خدا کی مخالفت و نافرمانی نے بالکل ظاہری صورت اختیار کر لی ہے اور تم دیکھ رہے ہو، تمہارے ہاتھ خسارہ اور فقر و فاقہ میں جھنس جائیں، اے وہ لوگو! جوان ادنون کی طرح ہو جو بے مالک کے ہوں کہ ایک طرف جمع اور اکٹھا ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے پراگندہ و منتشر ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنینؑ کا معاویہ سے احتجاج

(معاویہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے)

اما بعد! میں نے تمہارا خط پڑھا، تم نے لکھا ہے کہ خداوند متعال نے پیغمبر اکرمؐ کو تبلیغ دین کی خاطر لوگوں کے درمیان مبعوث کیا اور ان کے اصحاب و انصار کے ذریعہ آنحضرتؐ کی تائید فرمائی۔

تیری طرف سے تعجب انگیز اظہارات اور بیانات نے ہمارے دلوں کو حیرت و تعجب میں ڈال دیا ہے، جیسا کہ تو نے خدا کی ان نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہم کو دی ہیں اور تیری باتیں شہر بھر (جہاں کھجوریں کثرت سے پیدا ہوتی ہیں) لے جانے کے مانند ہیں یا اپنے استاد کو تیرا انداز ہی سکھانے کے مثل ہے جو ان کا استاد اور ماہر ہو، ہم خاندان نبوت خدا کی اسی رحمت و نعمت اور لطف کا مرکز ہیں۔

تو نے لکھا کہ رسول اکرمؐ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل فلاں فلاں ہیں اس بارے میں بھی اگر تیری بات صحیح و درست ہو تو اس کا معمولی سا فائدہ اور اثر بھی تم تک نہیں پہنچے گا اور اس کا تم سے کوئی تعلق و رابطہ بھی نہیں ہے۔

اور ایسے ہی غلط و بطلان کی صورت میں تم کو فاضل و مفضول اور رئیس و مرؤس سے کیا کام، آزاد شدہ اور ان کے بیٹوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مہاجرین و انصار کے درمیان فرق کر کے ان کے درجات کو معین کریں یہ کام تیرے جیسے لوگوں سے بہت دور ہے، تیرا عمل اس تیر کے مانند ہے جو آواز کرتا ہو لیکن معین شدہ اور مطلوب تیر میں سے نہ ہو اور صدا کے لحاظ سے بھی مختلف ہو اور تم اس شخص کے مثل ہو جو دوسروں کے بارے میں حکم کرنا چاہتا ہو لیکن خود محکوم ہو۔

اے انسان کیا تو اپنے لنگ و کم و زیادہ بیروں کے ساتھ راستہ چلنا نہیں چاہتا؟ کیا تو اپنے ہاتھوں کی کمی و کوتاہی کو نہیں جانتا؟ کیا اپنے حقیقی مقام و مرتبہ پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا؟ تجھ سے کیا مطلب کہ مغلوب کون

ہے اور غالب وقت ہر کون ہے؟ تو خود حیرت و ضلالت میں مضطرب اور راہ حق و حقیقت سے منحرف ہے، میں اپنا تعارف اور اپنے فضائل سے باخبر کرانا نہیں چاہتا لیکن پروردگار کی نعمتوں کے شکر گزاری کے طور پر کہتا ہوں کہ کچھ مہاجرین راہ خدا میں شہید ہوئے ہاں ان میں سے ہر ایک کیلئے بہت اچھا اجر اور اچھی جزا ہے، یہاں تک کہ میرے چچا جناب حمزہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کو سید الشہداء کہا جاتا ہے، رسول خدا نے ان پر ستر تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھی آنحضرت کے مددگاروں میں سے کچھ کے ہاتھ دشمنوں سے جہاد کرتے ہوئے کاٹے گئے وہ سب فضل و ثواب کے مالک ہیں لیکن جب میرے بھائی جعفر ابن ابیطالب کے ہاتھ کٹے تو ان کو جنت کا طیارہ اور ذوالجناحین کہا گیا، اگر کسی کا خود اپنی تعریف و توصیف کرنا خدا کے نزدیک قبیح و مبغوض نہ ہوتا تو میں اپنے کچھ فضائل و مناقب بیان کرتا کہ مومنین ان حقایق و معارف سے آگاہ ہو جاتے اور سننے والے استفادہ کرتے۔

تم اپنے پاس سے اس شخص کو دور کر دو جسے شکار کی لالچ اور مادی فائدہ نے راہ راست و حقیقت سے منحرف کر دیا ہے، متوجہ رہو کہ ہم نے تو بالکل سیدھے خدا کی تربیت و توجہ کے تحت رشد و پرورش پائی ہے لیکن دوسرے تمام لوگوں کو ہم سے تربیت و پرورش ملتی ہے، لیکن تمہارے ساتھ ہماری ہمنشینی و معاشرت اور لوگوں کے کفو کے طور پر تمہیں اپنی لڑکیوں کا دینا اور تمہاری لڑکیوں کا لینا ہماری اصل عزت و شرافت اور ذاتی منزلت و مقام کے لئے منافی نہیں ہے۔

کیسے ممکن ہے کہ ہم تمہارے جیسے ہو جائیں جبکہ ہمارے خاندان کے ایک زنجیر خدائیں اور ان کے مقابلہ میں تمہارے پاس ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہیں جو تکذیب رسالت کرتے اور آنحضرت سے جنگ و دشمنی کرتے تھے۔

ہمارے پاس حضرت حمزہ ہیں جو اسد اللہ ہیں اور ان کے مقابلہ تمہارے پاس اسد الاطلاق (زمینداروں کا شہر) ہے، ہمارے خاندان میں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، ان کے مقابلہ تمہارے پاس دوزخ کے بچے ہیں، دنیا کی بہترین خاتون ہمارے درمیان ہیں اور اس کے مقابلہ تم میں حمالہ

الحکب زوجا بلولہب ام جمیل ہے۔

خاندان بنو امیہ کی پشتیوں کے مقابل ہمارے خاندان کی بلندیاں اور خصوصیات و امتیازات بہت زیادہ ہیں ہماری فضیلت و برتری کے اسباب ابتداء اسلام سے ہی معلوم و روشن ہیں اور ہماری خاندانی عظمت و شرافت اور امتیازات عہد جاہلیت میں بھی قابل انکار نہ تھے۔

کتاب خدا میں ہمارے جداگانہ مختلف صفات جمع ہیں، خدا فرماتا ہے کہ:

﴿اولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض﴾ کتاب اللہ صاحبان قرابت میں سے دوسروں کی نسبت کچھ اولیت اور قربت رکھتے ہیں کہ جو خدا نے اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے۔

پھر خدا فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ کے قریب ترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خود خدا مومنین کا ولی ہیں۔

پہلی آیت کے مطابق قرابت کے لحاظ سے ہم رسول خدا کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں اور دوسری آیت کے لحاظ سے اطاعت و ایمان کے اعتبار سے ہم سب پر اولیت رکھتے ہیں۔

تم کو معلوم ہو کہ سفینہ کے دن مہاجرین کا تھا استدلال و احتجاج انصار کے سامنے یہی رسول اکرمؐ کی قرابت تھی اور یہی وہ بات تھی کہ جس نے انصار کو خاموش اور لا جواب کر دیا۔

جب مہاجرین کا استدلال انتخاب خلیفہ کیلئے قرابت رسولؐ کے لحاظ سے صحیح ہے تو یہ ہمارے فائدہ میں ہے اور ہمارے حقوق کو ثابت اور زندہ کرنے والا ہے کیونکہ ہم رسول کریمؐ کے قریب ترین لوگوں میں ہیں،

اگر مہاجرین کا استدلال باطل و کمزور ہے تو حق انصار کو دیا جائے یا کم از کم اتنا ماننا چاہئے کہ انصار کا دعویٰ اب بھی باقی ہے اور ان کا کافی و صافی جواب نہیں دیا گیا۔ تم نے لکھا کہ میں نے خلفاء ثلاثہ سے حسد کیا اور

ان کے حق میں راہ بغض و عداوت اختیار کیا ہے، اگر تمہاری یہ بات حقیقت ہو تو میرا عمل تم سے مربوط نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں تم پر کوئی ظلم و تجاوز نہیں ہوا ہے کہ مجھ سے بازخواست کرو اور میں تمہیں قانع

کروں اور اپنے عمل کا غدر تمہارے سامنے پیش کروں۔

بقول شاعر (ترجمہ): یہ وہ نقص و عیب ہے جس کے نقصان و ذلت سے تم دور ہو۔

تو نے لکھا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت کرنے کیلئے ایسے کھینچتے لے گئے، جیسے اونٹ کو قابو میں کرنے کیلئے ناک میں ٹکیل ڈالی جاتی ہے، اس طرح تو مجھے چھوٹا اور داغدار بنا نا چاہتا ہے۔

درحقیقت تو میری مدح و ثنا کر رہا ہے اور خود اپنی ذلت و رسوائی کا اقرار کرتا ہے، مرد مسلمان کیلئے مظلوم ہونا نقص و عیب نہیں ہے، جب تک کہ اس کے دین میں خلل و کمزوری اور اس کے یقین و ایمان میں ضعف و شک پیدا نہ ہو، یہ جملہ میرے دعویٰ کیلئے ایک برہان و حجت ہے مگر ان اشخاص کیلئے جو صاحب عقل و فہم اور صاحبان انصاف ہوں، یہ چند جملے جو کہے گئے وہ ناچار ضرورت اور حادثات کے سبب ضروری و لازم تھے۔

تو نے لکھا ہے کہ میں نے عثمان پر ظلم و جفا کی، ہاں مجھے اس کا جواب دینا چاہئے کیونکہ عثمان ابن عفان سے تیری رشتہ داری ہے اور اس بارے میں بات کرنے کا حق رکھتا ہے۔

لیکن تجھے سوچ سمجھ کر طے کرنا چاہئے کہ عثمان پر میں نے جفا کی یا تو نے؟ اس کی امداد نصرت کی خاطر میں نے اقدام کیا اور اس نے خود مجھے بیٹھے رہنے، سکوت کرنے اور عدم مداخلت پر مجبور کیا اور اپنے رشتہ داروں خصوصاً تجھ سے نصرت و مدد طلب کی لیکن تم نے اس کے کہنے کے مطابق کابلی، سستی اور تاخیر کی یہاں تک کہ وہ اپنے مقدر کے حوالہ ہو گیا اور جو ہونے والا تھا اس تک پہنچ گیا، ایسا نہیں ہے جیسا تم تصور کر رہے ہو۔

اس خدا کی قسم جو ان لوگوں کے حال سے آگاہ ہے جنہوں نے اپنے امور میں سستی کی اور اپنے اصحاب و اطراف کو بھی خیر اور وظائف دینی کی انجام دہی سے روکے دکھا اور میدان جنگ میں بہت کم اترے۔

اس جہت سے میں عذر نہیں کرنا چاہتا کہ کچھ تازہ امور اور جدید اعمال کے بارے میں، میں نے عثمان بن عفان سے عیب جوئی کی، اگر میرا گناہ یہی ہے کہ خیر و صلاح کو بیان کر دیا اور اسے نیکی و خوبی کی طرف

ارشاد ہدایت کی تو کوئی بات نہیں ہے، بہت سے ایسے افراد ہیں جو نصیحت و خیر خواہی پر اصرار کرتے ہیں اس کے نتیجے میں سوائے تہمت و بد بینی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اصلاح امور کے علاوہ میرا کوئی مقصد نہیں تھا اور خدا سے توفیق کا خواستگار تھا، مجھے صرف اسی پر توکل تھا، بس تو نے لکھا ہے کہ میرا چارہ اور میری مددگار صرف تلوار ہے، تیری اس بات سے سننے والے رونے کے بعد تیری حالت پر نہیں گے۔

تجے عبدالمطلب کی اولاد کے بارے میں کہاں سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلہ سے ڈر گئے ہوں اور تلواروں سے مضطرب و پریشان ہوئے ہوں۔

شعر کا ترجمہ: ذرا ٹھہرو! تاکہ مرد شجاع بنام „جمل“، میدان جنگ میں آجائے۔

جسے تو نے بلایا ہے اور جس کے مقابل ہو، بہت جلد تمہارے ہاتھ آجائے اور

جسے دور شمار کرتے ہو وہ تم سے نزدیک ہو جائے گا۔

میں بہت جلد انصار و مہاجرین اور ان کے تابعین کا ایک لشکر اپنے ہمراہ لے کر تیری طرف آنے والا ہوں جو اتنا بڑا ہوگا کہ ان کے پیروں کی گرد غبار بیابانوں کی قضا کو گھیرے گی، اس کثیر تعداد کو جان کی پرواہ نہیں ہوگی وہ صرف خداوند متعال کی ملاقات کی آرزو کے پورا ہونے کے منتظر ہیں اس جمیعت کے ہمراہ رہنا طاقتور جوان ہوں گے جو جنگ بدر کے دلیروں اور بہادروں کی نسل سے ہیں اور ان شمشیروں اور نیزوں کے ساتھ جو ہاشمی جوانوں، بہادروں کے ہاتھوں میں ہوگی، تو ان تلواروں کی کارکردگی اور کاٹ سے باخبر ہے جو تمہارے بھائی، دادا، چچا، ماموں اور دوسرے رشتہ داروں پر جنگ بدر میں چلی تھیں۔

﴿وما ہی من الظالمین بعبید﴾ یہ ظالمین سے دور نہیں ہے۔

امیر المومنین کا خط معاویہ کے نام

(معاویہ کا جواب اور بنی امیہ کی برائیاں)

اما بعد: ہم پہلے ایک دوسرے سے ارتباط اور الفت و محبت رکھتے تھے، پھر خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ دین مقدس اسلام کو ظاہر کیا، ہم اسلام و ایمان لا کر احکام و قوانین خدا پر عمل پیرا ہو گئے اور تم نے مخالفت، کفر و طغیان اختیار کیا بہت دنوں تک رسول اکرم کی دشمنی و عداوت پر کمر بستہ رہے، اس طریقہ سے ہمارے اور تمہارے درمیان اختلاف و تفرقہ پیدا ہو گیا۔

بیس سال کی مخالفت و عداوت کے بعد جب قوم کے سرداروں اور قریش کے بزرگوں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ان کے حالات پر غالب و مسلط ہو گئے اور مملکت حجاز کے شہر مسلمین کے ہاتھوں فتح ہو گئے تو ہم نے بھی جبراً قہراً دین اسلام کو بظاہر قبول کر لیا، اس کے بعد بھی استقامت، درستی و صحت عمل تجھ سے دکھائی نہیں دی اور ہمیشہ فتنہ انگیزی و فساد اور نفاق پر باقی رہے۔

تمہارا کہنا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کی زندگی برباد کی اور کوفہ و بصرہ کے درمیان ایک لشکر گاہ اہل بصرہ سے جنگ کیلئے ترتیب دی، یہ وہ موضوع ہے جس کا تم سے کوئی ربط نہیں اور اس کے بارے میں تم بحث و مباحثہ اور سوال و جواب میں وارد نہ ہو کیونکہ اس معاملہ میں تم نے ضرر و نقصان نہیں دیکھا ہے کہ حق سوال و اعتراض رکھو۔

تو نے لکھا ہے کہ کچھ انصار و مہاجرین کے ساتھ تم سے جنگ کروں گا، انہوں نے کہا کہ تمہارے تمام اصحاب و اطراف طلقاء (جنہیں رسول نے فتح مکہ کے موقع پر آزاد کیا تھا) اور ان افراد میں سے ہیں جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ جس دن تیرا بھائی گرفتار ہوا اس دن موضوع ہجرت ہمارے درمیان سے اٹھایا گیا، اگر بہت جلدی ہے تو تھوڑا صبر کر لو اور ہوشیار ہو جاؤ میں ایک لشکر انہو کے ساتھ تمہارے پاس آؤں تو بہت

مناسب اور اچھا ہے کیونکہ خدائے متعال میرے ذریعہ تجھ سے انتقام لے کر تیرے اعمال زشت کی سزا دے گا اور اگر تم اس طرف حرکت کرو تو ایسا ہوگا جیسا بنی اسد کے شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: گرمی کی وہ تیز دہندہ ہوائیں آرہی ہیں جو صحرا، بیابانوں کے پتھروں سے ان کے چہروں پر ماریں گی اور صحرا کے نشیب و فراز میں سرگرداں و متحیر ہوں گے۔ میرے پاس وہ تلوار موجود ہے کہ میں نے جس کے مزے تیرے جد، چچا اور تیرے بھائی کو جنگ بدر میں چکھا چکا ہوں، خدا کی قسم! تیرا قلب محبوب اور تیری عقل ضعیف و ست ہے تیری حالت اس شخص کے کتنی موافق ہے جو سیڑھی سے اوپر چڑھا ہوا اور اس بلندی نے اسے ایک خوف و خطر ناک جگہ سے کودنے پر مجبور کر دیا ہو۔

تو اس چیز کی تلاش میں ہے جو تیری گمشدہ نہیں ہے اور تجھے ایسے امر بزرگ کا دعویٰ بھی نہیں کرنا چاہئے، تو نے دوسروں کے حق میں تجاوز کیا اور چرندوں کے چرانے میں مشغول ہے جو دوسروں کا ہے اور اس ناجائز عمل و فعل سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہو، تو نے ایک ایسے بلند مقام کو غضب کیا ہے جس کا تو کسی لحاظ سے بھی اہل نہیں اور تم اس مقام و منصب کی کسی طرح بھی لیاقت و صلاحیت نہیں رکھتے، تمہاری رفتار و گفتار میں کتنا فرقی اور فاصلہ ہے، تیرے قبیح اعمال اور ناہنجار افعال تیرے معمولی سی بھی موافقت نہیں رکھتے، تیری حالت تیرے چچا اور ماموں کی حرکات و درفتار سے مشابہ ہے تجھے سوء اعمال اور شقاوت قلبی و سستی کے نتیجہ میں ملی ہے اور روز بروز ان کا انکار و کفر اور مخالفت رسول اور ان کا بغض و انحراف بڑھتا ہی گیا۔

آخر کار بدترین وضع سے ایک معرکہ پیش آیا جس میں وہ سب اسلام کے زبردست پہلوانوں کی تیز تلواروں سے ہلاک ہو گئے، درمیان حال وہ سب اپنی زندگی اور تیز سرگرمیوں میں نہ اپنے مقام محترم کا دفاع کر پائے اور نہ ہی حادثہ نا ملائم سختی کو روک سکے۔

ہاں قاتلین عثمان کے تعاقب پر تمہارا اصرار اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بغض و طغیان و سرکشی کو چھوڑ دو اور دوسروں کی طرح مسلمانوں کے پیشوا کی بیعت کرو، پھر ان اشخاص کو معین کرو جو تمہارے دعویٰ

کے ملزم ہیں پھر میرے پاس ان لوگوں سے محاکمہ و مکالمہ کرو، ہاں میں تمہارے درمیان کتاب خدا کے مطابق فیصلہ کروں گا، شام کی حکومت باقی رکھنے یا قاتلین عثمان کے حوالہ کرنے کی جو تم خواہش رکھتے ہو، یہ پیش نہاد و گز ارش ایک دھوکہ اور اس بچہ کو فریب دینے کی طرح ہے کہ اسے دودھ سے جدا کر دیا گیا ہے اور پھر دودھ سے منصرف کرنا چاہتے ہیں تیری باتیں بالکل بچگانہ اور عامیانه ہے اور ممکن نہیں ہے کہ میں ان سے دھوکا کھا جاؤں۔

امیر المومنین کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام

بہت تعجب ہے کہ تو ہوئی وہوس کی پیروی میں کتنا مُصر ہے، عزت بنانے، بدعت ایجاد کرنے اور بے بنیاد امور میں پائیدار و استقامت پذیر ہے اور مسلسل حیرت و ضلالت کے مراحل میں حقایق کی بربادی و تباہی میں اور احکام و اصول الہی کے ختم کرنے میں مشغول ہے۔

تو آسمانی ادیان کے اصول و حقایق کی بنیاد کو اپنی ست و ناپاک انگلیوں کے ذریعہ صفحہ روزگار سے محو کرنا چاہتا ہے، جبکہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔

عثمان و قاتلین عثمان کے بارے میں تیری تکراری باتیں! اس بارے میں سب جانتے ہیں کہ تو کسی کی یاری و طرفداری وہاں کرتا ہے جہاں تیرا فائدہ ہوتا ہے اور اس دن تو اسے تنہا چھوڑ دیتا ہے جس دن نصرت و ہمراہی اس کیلئے موثر اور نفع بخش ہوتی ہے۔

معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیر المؤمنینؑ

(بعض فضائل کی طرف اشارہ)

ابوعبیدہ روایت کرتے ہیں کہ معاویہ نے امیر المؤمنین کے پاس خط لکھا، اس نے اس نامہ میں درج کیا تھا کہ میرے فضائل بہت ہیں میرا باپ دور جاہلیت میں بزرگ و سردار تھا اور ظہور اسلام کے بعد آج میں سلطنت و حکومت کا مالک ہوں میں رسول خدا کا رشتہ دار اور مؤمنین کا ماموں ہوں (کیونکہ ام حبیبہ زوجہ رسول اکرمؐ اس کی بہن ہیں) اور میں کاتبان وحی میں سے ہوں۔

امیر المؤمنین نے اس خط کا جواب دیا! کیا ہندہ جگر خوار کا بیٹا فضیلت و شرف کے لحاظ سے مجھ پر فضیلت و برتری لے جانا چاہتا ہے، اے میرے لال اس کو لکھو کہ پیغمبر خدا از نظر روحانی میرے بھائی ہیں اور از نظر ظاہر میرے چچا کے بیٹے ہیں اور ہم ایک ہی شاخ سے نکلے ہوئے ہیں، حمزہ ابن عبدالمطلب سید الشہداء میرے چچا ہیں۔

جعفر ابن ابوطالب جو ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں میرے بھائی ہیں۔ دختر رسول خدا فاطمہ میری زوجہ اور ہمزاز ہیں، ہم دونوں اتنا قریب ہیں گویا کہ میرے جسم کا گوشت و خون ان کے گوشت و خون سے مخلوط ہے، سبطین رسول اکرمؐ جن کی ماں فاطمہ ہیں دونوں میرے فرزند ہیں، تم میں سے کون ہے جو میرے اتنے فضائل رکھتا ہے؟

میں تم سب پر اسلام اور ایمان میں سہقت رکھتے ہوئے رسول خدا کا گرویدہ ہوا، درانحالیکہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا، میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی جبکہ ابھی بچہ تھا، آنحضرتؐ کی رسالت کا اعتراف کیا جبکہ شکم مادر میں جنین تھا، میں وہ شخص ہوں کہ رسول اکرمؐ نے غدیر خم کے دن منصب ولایت کو میرے لئے ثابت و معین کیا اور تمام مسلمانوں سے اس کے بارے میں عہد و پیمان لیا۔

وائے ہو وائے!! اس شخص پر جو خدائے متعال سے ملاقات کے وقت میرے حق کے ظالموں اور غاصبوں میں محسوب ہو، میں وہ شخص ہوں جس کا انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جنگ و صلح کے وقت میرے برجستہ کام فراموش نہیں ہو سکتے۔

معاویہ نے جب یہ خط پڑھا، تو کہا اسے پوشیدہ رکھو، خدانہ کرے وہ اس کی طرف مائل ہو جائیں۔

قتل عمار ابن یاسر کے بارے میں

امام صادق سے روایت ہے کہ جب عمار یاسر جنگ صفین میں شہید ہوئے، تو کچھ اہل شام کے درمیان اضطراب و تزلزل پیدا ہوا، اور رسول اکرم کے قول کو ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے کہ عمار کو ایک باغی اور ظلم و ستم کرنے والا گروہ شہید کرے گا۔

پس عمر وعاص نے معاویہ کو خبر دی کہ لوگ مضطرب ہو رہے ہیں، اور ان میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے! معاویہ نے پوچھا! کیوں؟

عمر وعاص! شہادت عمار کے سبب۔

معاویہ: ان کا قتل کیا خصوصیت رکھتا ہے؟ عمر وعاص:

رسول خدا کے فرمان سے جو آنحضرت نے قاتلین عمار کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی۔ معاویہ نے کہا تم اس حقیقی مطلب سے دور ہو، بغیر دلیل بات کرتے ہو، ہم قاتل عمار نہیں ہیں، قاتل عمار وہ شخص ہے جس نے ان کو ان کے گھر سے باہر نکال کر تلواروں اور نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔ یہ گفتگو حضرت امیر المومنین کے کانوں تک پہنچی، تو آپ نے فرمایا: اس صورت میں تو جناب حمزہ کا قاتل رسول خدا کو کہنا چاہئے، کیونکہ جناب حمزہ آنحضرت کے حکم سے میدان جنگ میں حاضر ہوئے تھے۔

عمر وعاص کے نام امیر المومنین کا خط

تو نے اپنے دین کو اس شخص کی دنیا کے تابع قرار دیا ہے جس کی ضلالت و گمراہی روشن و واضح ہے جس کا حیا، شرم اور شرافت و بندگی کا پردہ پھٹا ہوا ہے، جس کی ہمنشینی و مجالست شریف و محترم شخص کو داغ دار و معیوب بنا دیتی ہے، جس سے ملاقات و ہمنشینی مرد عاقل کو بے وقوف و بے خبر بنا دیتی ہے اور تو نے اسی کی پیروی کی ہے، تو اس کتے کی مانند ہے جس کی لپٹائی نگاہ ہمیشہ شیر کے پتنگلوں اور اس کے باقی شدہ، جھوٹے لقموں کے انتظار میں لگی ہو، تو دسترخوان کی اضافی اشیاء اور اس کی بچی ہوئی لذتوں سے استفادہ کرنا چاہتا ہے۔

تو نے اپنی دنیا و آخرت کو باطل و بیکار کر دیا ہے، اگر راہ حق پر قدم اٹھاتا اور حقیقت سے منحرف نہ ہوتا تو اپنے مطلب اور لخواہ چیز تک پہنچ جاتا، جب بھی خد نے مجھے تجھ پر اور ابوسفیان کے بیٹے پر مسلط کیا تو یقیناً تمہارے اعمال کی جزا و سزا دوں گا، اگر میرا ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ سکا اور میری عمر نے کفایت نہ کی اور تم باقی بچ گئے تو یقین رکھو کہ تمہارے سامنے بہت سخت و شدید عذاب موجود ہے۔

عمر عاص کی بات پر امیر المومنینؑ کا جواب

بہت ہی تعجب کا مقام ہے کہ ابن نابذ عمر عاص نے شام والوں کے سامنے مجھے زیادہ مزاح و شوخی کرنے والا، زیادہ لہو و لعب کا ارتکاب والا اور عورتوں سے زیادہ مجالست و استمتاع کرنے والا بتایا ہے اور اس طرح مجھے کمزور کر رہا ہے۔ ابن نابذ ان باتوں کے سبب حق و صداقت سے منحرف ہو کر کذب و افتراء اور باطل کی طرف مائل ہو گیا ہے جبکہ دروغ اور جھوٹ بدترین گفتگو ہے۔

لیکن ابن نابذ جھوٹ بولنے میں شرم نہیں کرتا اور وعدہ خلافی و عہد شکنی سے ڈرتا نہیں ہے وقت سوال اصرار کرتے ہوئے زیادہ کی توقع رکھتا ہے اور موقع جواب اور دوسروں کے تقاضہ کو پورا کرنے میں بخل کرتا ہے، اپنے عہد و پیمان میں خیانت کرتا ہے اور اپنے قول کا بھی احترام نہیں کرتا۔ اگر میدان جنگ میں حاضر ہو تو جنگ شروع ہونے سے قبل حکم دیتا ہے اور امر و نہی کرتا ہے لیکن جب تلواروں کی بجلی چمکتی ہے اور جنگ مرحلہ عمل میں ہوتی ہے تو دشمن کے لشکر کی صفوں کے سامنے اس کا سب سے بڑا حیلہ و بہانہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی شرمگاہ کو ظاہر کر کے اپنی جان بچا لیتا ہے۔

خدا کی قسم! موت کی یاد اور آخرت کے ذکر نے مجھے لہو و لعب اور بیہودہ کام کرنے سے روک رکھا ہے اور ابن نابذ کو جہان آخرت سے غفلت و فراموشی نے صحیح بات اور عمدہ کردار سے محروم کر دیا ہے۔ ابن نابذ نے معاویہ کی بیعت نہیں کی مگر اس شرط پر کہ وہ اس کی بیعت کے عوض اسے ہدیہ دے اور اس کے دین چھوڑ دینے کے عوض اس کی دنیاوی خواہش و تقاضہ کو پورا کرے۔

محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام

(والی مصر ہونے کے وقت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد ابن ابوبکر کی طرف سے معاویہ کی طرف جو کہ راہ حق سے منحرف ہے اس شخص پر درود و سلام ہو جو احکام خدا پر عمل کرتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو زمینداروں اور خدا کے دوستوں کے زمرہ میں قرار دئے گئے ہیں۔

اما بعد! خداوند عالم نے اپنی جلالت و سلطنت سے دنیا کی موجودات کو پیدا کیا، اس کا کوئی بھی عمل عبث اور بولعب نہیں اور اسے کوئی ضرورت و کمزوری بھی عارض نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ بندوں کو خلق کرے اور پھر لوگ اس کی معرفت کے ساتھ اسی کی بندگی و عبادت کریں۔

چونکہ نبی آتم باطنی سعادت و شقاوت سے اور ہدایت و ضلالت کے لحاظ سے باہم مختلف ہیں لہذا انہیں میں سے اپنے رسول حضرت محمد کو رسالت اور نزول وحی کیلئے منتخب کیا اور آنحضرتؐ کو مامور کیا کہ خدا کے بندوں کو مواعظ و حکمت کے راستہ سے خالق جہان کی طرف دعوت دے۔

سب سے پہلے جس نے رسول اکرمؐ کی دعوت و رسالت کو قبول کیا ان کے چچا کے بیٹے اور ان کے بھائی علی ابن ابیطالب تھے جنہوں نے ان کی باتوں کی تصدیق کی اور آنحضرتؐ کو اپنے تمام اعزاء و اقرباء پر فضیلت دی، آنحضرتؐ کی سلامتی و خوشی کی خاطر ہمیشہ اپنی جان کو قہقہیل پر لئے رہے اور آپ ہی کی خاطر دشمن کی جانب سے مشکلات و حادثات وغیرہ کا نہایت حوصلہ اور محبت کے ساتھ مقابلہ و دفاع کرتے رہے۔

آج میں دیکھ رہا ہوں کہ تو علی ابن ابیطالبؑ پر برتری و افتخار حاصل کرنا چاہتا ہے، جبکہ تو ابوسفیان کا بیٹا ہے اور علی ابن ابیطالب وہ ہے جو تمام قسم کی نیکیوں اور اعمال خیر میں ایک پہچان اور تقدم رکھتے ہیں۔

تولعین ابن العین ہے، تو اور تیرے باپ نے بہت دنوں تک دین اسلام کی مخالفت و عداوت اور رسول اکرم کی دشمنی میں معمولی سا پاس و لحاظ نہیں رکھا اور آنحضرت کے نور کو خاموش کرنے کیلئے مال خرچ کئے، لوگوں میں تحریک پیدا کی اور طاقت و قدرت کو جمع کرنے میں کچھ دریغ نہیں کیا۔

تجھ پر وائے ہو! تو نے علی ابن ابیطالب سے کیسے روگردانی کی درانحالیکہ وہ وارث رسول اور ان کے وصی و خلیفہ ہیں وہ پہلے شخص ہیں جس نے ان کی پیروی کی اور آخری فرد ہیں کہ سب سے آخر میں آنحضرت سے جدا ہوئے ہیں۔ تو خود پیغمبر کا دشمن اور دشمن پیغمبر کا بیٹا ہے، اس نادرست و باطل راہ سے جو لذت چاہتے ہو حاصل کر لو اور اپنی ضلالت و گمراہی میں عاص کے بیٹے سے اعانت و نصرت طلب کر لو بہت جلد تیری زندگی ختم اور تیرے حیلہ و بہانہ ختم ہو جائیں گے اور جان لو گے کہ عاقبت خیر اور نیک بختی کہاں پر تھی، اس پر درد ہو جو راہ ہدایت کا اتنا بے پیروی کر لے۔

معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام

یہ خط اس بیٹے محمد ابن ابی بکر کے نام جو اپنے باپ کی عیب جوئی کرتا ہے اس پر درود ہو جو پروردگار کا مطیع و فرمانبردار ہے۔

اما بعد! تمہارا خط مجھے ملا، تم نے خدا کی قدرت و حکومت کا ذکر کر کے اپنی طرف سے چند جملہ بیان کئے، اس کے بعد علی ابن ابیطالب کے فضائل اور ان کی اسلام میں سبقت، قرابتداری، فداکاری اور ان کی محنتوں و کوششوں کو لکھا ہے۔

میں پروردگار کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے تم کو ان فضائل سے محروم رکھا ہے، تم دوسروں کی فضیلت پر افتخار کر رہے ہو میں اور تیرے باپ ابوبکر حیات رسول میں علی ابن ابیطالب کی برتری، حق، سبقت و اولویت سے باخبر تھے، جب رسول اکرم نے وفات پائی، سب سے پہلے جس نے ان کی مخالفت کی تیرا باپ اور عمر بن خطاب تھے کہ انھوں نے باہم اتفاق کیا اور ان کے خلاف قیام کیا اور ان کو اپنی بیعت کیلئے مجبور کیا۔

علی ابن ابیطالب نے بیعت سے انکار کیا، انھوں نے اس کیلئے بہت سی تدبیر کی، ان کی نسبت سوء قصد کیا اور ان کو اپنی بیعت کی خاطر زبردستی کی۔

پس علی ابن ابیطالب نے جبراً بیعت کی اور اپنا حق دونوں کے حوالہ کر دیا، انھوں نے علی کو اپنے کسی امور میں شریک نہیں کیا اور اپنے اسرار و رموز سے انھیں واقف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کی دنیاوی زندگی ختم ہو گئی اور دنیا سے چلے گئے پھر تیسرے نے بھی وہی روش اختیار کی اور اسی راستہ پر چل پڑا۔

اس موقع پر تم نے اور تمہارے دوستوں نے دشمنی کی، اس کے حرکات و عمل کی عیب جوئی کی اسے ہر طرف سے گھربلایا، مختلف و گہنگار افراد نے اس کی مقبوضہ اشیاء کی لالچ میں ہر طرف سے محاصرہ کر لیا آخر امر جو کرنا

چاہتے تھا وہ کیا اور اپنی آرزو کو پہنچے۔

پس اگر میرا عمل درست ہے تو میں نے تمہارے باپ کی بیروی کی ہے اور اگر ظلم و ناروا ہے تب بھی میں تابع ہوں، تیرا باپ پہلا شخص ہے جس نے یہ سنت و بدعت ایجاد کی اور یہ نادرست راہ دوسروں کیلئے کھول گیا، ہم اسی کا اتباع کر رہے ہیں اگر تمہارے باپ نے یہ قدم نہ اٹھایا ہوتا تو ہم ہرگز علی ابن ابیطالب کی مخالفت نہ کرتے اور ان کے حق کو ان کے حوالہ کر دیتے، پس تم چاہو تو اپنے باپ کی عیب جوئی کرو یا خاموش و سہاکت ہو جاؤ۔

امیر المومنینؑ کا خوارج سے احتجاج

خوارج نے پہلے امیر المومنینؑ کو جنگ صفین میں تجکیم پر مجبور کیا، پھر تجکیم کا انکار کر کے ان پر عیب و تہمت لگانا شروع کر دیا، اس وقت آپ نے ان کے اعتراض کی رد فرمائی اور ظاہر کیا کہ اس خطا و اشتباہ کی ابتدا تمہاری جانب سے تھی اور اس کی برگشت بھی تمہاری ہی طرف ہے، اس مطلب کو آپ نے بہانہ و دلیل سے ثابت دواضح کیا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نے خود ہم کو حکم قرار دینے سے منع فرمایا، پھر آپ ہی نے حکم کا انتخاب کیا، ہم کو نہیں معلوم کہ ان دونوں نظر میں سے کون درست اور کون باطل ہے۔

آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر (افسوس کے سبب) مارا اور فرمایا:

یہ باتیں خود میرے عمل کی جزا ہیں کہ میں نے ادا نہ جنگ سے اپنے ہاتھ کو اٹھالیا۔

خدا کی قسم! جب جنگ کے شعلہ بھڑک رہے تھے، اگر اسی وقت جنگ جاری رکھنے کیلئے زبردستی کرتا، دوسروں کی عقب نشینی اور کراہیت کو نہ سوچتا، تمہیں تمہارے ناپسند امر پر متنبہ کرتا، موافقین کی تشویق و ہدایت کرتا اور مخالفین کی تادیب و اصلاح کرتا تو یقیناً بہترین اور بہت اچھا نتیجہ حاصل ہوتا اور بہت ہی اہم وظیفہ انجام دیتا۔

لیکن کیا کرتا میرا کوئی مددگار نہ تھا اور قابل اعتماد و لائق اطمینان افراد کو اپنے اطراف نہیں پارہا تھا مقام تعجب ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لوگوں سے اپنے درد کا علاج کروں دراصل ایک ایسے یار و مددگار کا ہونا خود درد بے درمانا ہے، میں اس واقعہ میں اس شخص کی مانند ہوں جو اپنے دھنسنے ہوئے کانٹے کو ایک دوسرے زہرا لود تیز تر کانٹے سے باہر نکالتا چاہتا ہے۔

امیر المومنینؑ کا خوارج سے مناظرہ

جب امیر المومنینؑ خوارج کے لشکر گاہ کے پاس آئے تو گفتگو کے بعد فرمایا:

کیا تم ہی لوگ نہ تھے کہ جب اصحاب معاویہ نے قرآن مجید کو بلند کیا جن کا مقصد سوائے حیلہ و بہانہ کے کچھ بھی نہیں تھا تو تم لوگوں نے کہا یہ لوگ ہمارے بھائی اور ہم مسلک ہیں، کتاب خدا کی پناہ میں ہیں، ہم سے امن و سلامتی کے خواہاں ہیں اور رفع اختلاف کیلئے حاضر ہیں، ہماری صلاح و درنگی اسی میں ہے کہ ان کی پیش نہاد کو قبول کر لیں اور تلوار کی تختی ان پر سے اٹھالیں۔ میں نے تم کو جواب دیا کہ یہ لوگ اس طریقہ سے صرف ایمان کا اظہار کر رہے ہیں لیکن باطن میں ہماری دشمنی و عداوت کو محکم کر کے ہم کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ آج تم ان سے ہمدردی کر رہے ہو لیکن آخر میں نام و پشیمان ہو گے تمہاری بھلائی و صلاح جنگ میں استقامت و پائنداری ہے، تمہیں اپنے مقصد کے حصول میں متزلزل ہونا چاہئے، تم راہ خدا میں جہاد سے سستی و کمزوری کو راہ نہ دو، تم کو ہر آواز دینے والے کی طرف اعتنا نہیں کرنا چاہئے، ہوشیار ہو کہ اس قوم کے سردار خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں، تمہارا وظیفہ یہی ہے ان کی آواز پر کان نہ لگاؤ اور اس پیش نہاد سے بے پرواہ ہو کر اپنی پیشرفت اور اپنے آگے بڑھنے کو جاری رکھو، ہم ہمیشہ رسول اکرمؐ کے حضور جانفین سے جنگ کرتے رہے اور موت باپ بیٹوں بھائیوں اور قرابتداروں کے درمیان جدائی کرتی رہی، سخت مصیبت و فشار آنحضرتؐ کے یار و اصحاب کو گھیرتی رہی لیکن وہ اپنی استقامت و ثابت قدمی کو بڑھاتے ہی رہے اور جتنی سختی و مصیبت ان پر زیادہ ہوتی جاتی ایمان و تسلیم کے آثار و نشانات ان کے چہروں پر زیادہ ہی روشن ہوتے جاتے اور لگے ہوئے زخموں پر ان کا صبر و تحمل بڑھتا جاتا۔

افسوس آج کچھ مسلمانوں کے انحراف و کجروی اور شبہ و تاویلات کی پیروی نے ہمارے امور کو ان کے ساتھ جنگ کب طرف کھینچ لیا ہے اور اس اختلاف و فتنہ کو پیدا کر دیا ہے۔

البتہ ظاہری تکالیف کے لحاظ سے ہمیں چاہئے کہ جب تک ممکن ہو اس انتشار و اختلاف کے رفع کرنے میں کوشاں رہیں جبکہ ایسے واقعات و حالات پیدا ہو جائیں، ہم نے اس (واقعہ حکم) سے یہ احتمال دیا اور خیال کیا کہ ہم ایسے لوگوں سے اتحاد و اتفاق اور دشمنی و خونریزی کے دور کرنے کا استفادہ کریں گے مگر ہم ناچار و مجبور ہوئے کہ اس حادثہ کا استقبال کریں اور کشادہ سینہ کے ساتھ اس کو قبول کریں۔

حکمین کے بارے میں کلام امیر المومنین

ہم نے رفق اختلاف اور اختتام جنگ کے مسئلہ میں لوگوں کو حاکم نہیں بنایا بلکہ کتاب خدا کو اپنے لئے حاکم بنایا ہے چونکہ کتاب خدا اور اوراق کے درمیان پوشیدہ ہے اور لفظ ظاہری و زبان گو یا نہیں رکھتی ہم مجبور تھے کہ چند افراد کو اس کے بیان و ترجمان کیلئے معین کریں تاکہ وہ احکام قرآن پیش کریں۔

جب ہمارے دشمنوں نے کتاب خدا سے توسل کیا اور ہمیں اس کی حکمت کی دعوت دی تو اس کی قبولیت کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا، کیونکہ ہم ہمیشہ قرآن کے ساتھ ہیں اور ہمیں گوارہ نہیں کہ اس کے خلاف معمولی سی بھی حرکت سرزد ہو، ہمارا مقصد فقط احکام قرآن کی پیروی ہے لہذا اس بات کو ہم کیسے رذہ ترک کر سکتے تھے، اگرچہ انھوں نے دل کی گہرائیوں سے ایسی درخواست نہیں کی تھی۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کسی چیز کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے خدا و رسول کی طرف پلٹاؤ اور اپنے اختلافی نظریات کو کنارے رکھ دو اور حکم و قانون خدا کی پیروی کرو جبکہ تم خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہو۔ خدا کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کتاب خدا سے مراجعہ کرو، رسول خدا سے رجوع کا مقصد یہ ہے کہ رسول کی سنت اور ان کے جامع کلام کی طرف رجوع کیا جائے۔

اگر ازلحاظ کتاب خدا، سنت رسول فیصلہ دیا جائے تو ہم اہل بیت ہر لحاظ سے مقدم و ادلی ہوں گے۔ تمہارا یہ اعتراض کہ ہم نے حکیم کیلئے مدت معین کر دی ہے یہ تاخیر اس لئے ہے کہ جاہل افراد اس مدت کے درمیان تحقیق و چحمان بین کر لیں اور دانا و روشن فکر اشخاص اپنے علم و ارادہ اور موقف کو مضبوط کر لیں، شاید خدا اس صلح و پیمانہ کے وسیلہ اس امت کے معطل اور پریشان امور کی اصلاح کر دے۔

ہاں! اظہار رائے کی تاخیر کے فائدہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نادان لوگوں کا تعصب، تند و لجاجت طویل مدت کے سبب کم ہو جائے، حق و باطل کے درمیان کچھ امتیاز ہو جائے اور راہ درست روشن ہو جائے۔

امیر المومنین کا خوارج کے اعتراض پر جواب

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنین نے عبداللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کیلئے بھیجا، عبداللہ ان کے لشکر کے قریب آئے اور وعظ و نصیحت کی، سب نے ان کی باتوں کو سنا۔

پھر خوارج نے جواب دیا کہ ہم کو تمہارے رفیق علی کے بارے میں اعتراض و اشکال ہے جو ان کے کفر و ہلاکت اور مہذب ہونے کا سبب ہے۔

(اول) انھوں نے نصح نامہ تحریر کرتے وقت اپنے نام سے (امیر المومنین) لکھ کر دیا چونکہ ہم مومن ہیں اور انھوں نے لقب مذکور کو خود شمع کر دیا تو وہ اب مومنین کے امیر نہیں رہے۔

(دوم) وہ خود اپنے حق پر ہونے میں مشکوک و متردد ہیں، اس صورت میں ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ان کے حق پر ہونے کی تردید کریں کیونکہ انھوں نے حکمین سے کہا کہ تم اس مدت میں خوب دقت و تحقیق کر لو اور دیکھ لو کہ مجھ میں اور معاویہ میں کون خلافت و ولایت کے لائق و مزاوار ہے اسے اس کیلئے معین و ثابت کر دو اور دوسرے کو اس منصب سے دور کر دو۔

(سوم) ہمارا تصور اور خیال تھا کہ وہ رائے و حکمیت میں سب پر مقدم ہیں انھوں نے خود اس مقام کیلئے دوسروں کا انتخاب کیا۔

(چہارم) انھوں نے دین خدا میں دوسرے کو حکم قرار دیا، جبکہ انھیں اس کا کوئی حق نہ تھا۔

(پنجم) انھوں نے جنگ جمل میں مخالفین کے اموال کو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن عورتوں اور بچوں کو امیر کرنے کو منع کر دیا۔

(ششم) وہ وصی پیغمبر تھے انھوں نے اسے خود ضائع و برباد کر دیا۔

عبداللہ ابن عباس نے امیر المومنین کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ آپ ان کی باتوں کو سن رہے ہیں

آپ خود ہی ان کے جواب کیلئے بہتر ہیں۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: ہاں، پھر ابن عباس سے کہا کہ ان سے پوچھو! کیا ان موارد میں حکم خدا اور رسولؐ سے راضی ہیں؟ خوارج نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا:

جس ترتیب سے انھوں نے اعتراض کیا ہے، اسی طرح جواب دے رہا ہوں۔

جس نے رسول اکرمؐ کا ابوسفیان و سہیل ابن عمر سے صلح نامہ لکھا میں ہی کا تب اور احکام و امان نامہ اور شرائط کا لکھنے والا تھا، میں نے ایسے لکھا، بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ اور ابوسفیان و سہیل نے صلح کی ہے۔

سہیل نے کہا ہم رحمن و رحیم خدا کو نہیں مانتے اور تمہاری نبوت و رسالت کو بھی نہیں مانتے، ہاں ہم آپ کی عزت و حرمت کرتے ہوئے اس صلح نامہ میں آپ کا نام پہلے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کرتے، اگرچہ ہماری عمر آپ سے زیادہ اور ایسے ہی ہمارے باپ کی عمر آپ کے باپ سے زیادہ ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بسم اللہم اور بجائے محمد رسول اللہ کے محمد ابن عبد اللہ لکھو، پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تمہارے سامنے بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا اور جبراً موافقت کرو گے۔

میرا، اور معاویہ کا معاملہ ایسا ہی ہوا کیونکہ ہم نے صلح نامہ میں لکھا تھا کہ یہ عہد و پیمانہ امیر المؤمنین کی اس صلح کا ہے جو معاویہ و عمر و عاص سے ہوئی ہے، انھوں نے اس جملہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اگر ہم آپ کے امیر المؤمنین ہونے کے معتقد ہوتے تو آپ سے جنگ و جدال کیسے کرتے، ضروری ہے کہ کلمہ امیر المؤمنین کی جگہ اپنا نام لکھئے۔

میں نے حکم دیدیا بجائے امیر المؤمنین کے علی ابن ابیطالب لکھو جیسا کہ رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا کہ رسول اللہ کاٹ دو۔ اب اگر تم نے میرے اس امر کو قبول نہیں کیا تو گویا تم نے حکم پیغمبرؐ کا انکار کیا اور ان کی باتوں کو بھی قبول نہیں کیا، خوارج نے کہا ہمارے پہلے اعتراض کا یہ جواب کافی ہے۔

امیرالمؤمنین نے فرمایا: حکمین کے بارے میں میرے کہے ہوئے جملہ پر اعتراض کہ وہ تردید و شک پر دلالت کرتا ہے یہ جملہ شک و تردید پر دلالت نہیں کرتا یہ ایک انداز و تعبیر ہے جو کسی بات میں صرف انصاف کیلئے اختیار کیا جاتا ہے، جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ وَآلَاؤِهَا كَمَا لَعَلَىٰ هُدًىٰ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (سورہ سبأ، آیت ۲۲)

ترجمہ: ان سے کہو وہ کون ہے جو زمین و آسمان سے تمہیں رزق دیتا ہے (ان کی زبان) سے کہو خدا ہے، اس صورت میں ہم میں اور تم میں کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی پر ہے۔

یہ وہ آیت جسے حکم خدا سے رسول خدا نے اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی، ہاں آنحضرت کی ہدایت اور مخالفین کی ضلالت و گمراہی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ خوارج نے اس اعتراض کو بھی واپس لے لیا، امیرالمؤمنین نے فرمایا:

دوسرے کو حکم بتانے کے بارے میں تمہارا اعتراض درانحالیکہ میں خود حکم کیلئے دوسروں سے بہتر ہوں، اس میں بھی میں نے رسول خدا کی پیروی کی ہے۔ خدا فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ تم کو رسول کی اقتداء و اتباع کرنا چاہئے کیا تمہیں یاد ہے کہ آنحضرت نے جنگ بنی قریظہ میں سعد ابن معاذ کو حکم بنایا تھا اور طرفین نے ان کے فیصلہ و رائے پر اتفاق کیا جبکہ رسول مورد حکمیت و رائے میں تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ خوارج نے کہا درست ہے، ہم اسے بھی قبول کرتے ہیں۔

امیرالمؤمنین: تمہارا یہ اعتراض کہ میں نے دین خدا میں دوسروں کو حکم بنایا، سمجھ لو کہ میں نے لوگوں کو حاکم نہیں قرار دیا بلکہ کتاب خدا، وکلام الہی کو حکم بنایا ہے۔

ان موارد میں لوگوں کی تعیین و تحکیم اس لئے ہے کہ حکم کے مورد و مصداق روشن و محین ہو جائیں چنانچہ اسی نظریہ کے تحت خدا نے محرم کے شکار کی صورت میں کفارہ کے مصداق کی تعیین میں اور جزا کے مورد میں

لوگوں کو حاکم مبین کیا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے کہ اے ایماندارو! حالت احرام میں کسی شکار کا قتل نہ کرو، اگر کسی نے جان بوجھ کر ایسا کام کیا تو ضروری ہے کہ اس کے مثل چوپایوں میں سے ذبح کرے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ...﴾ (سورہ مائدہ، آیت ۹۵)

مثل قربانی کی تعیین میں دو شخص عادل کو گواہ ہونا چاہئے یا بجائے قربانی کے مساکین کو کھانا کھلا دیا اسی کے برابر روزہ رکھو۔

جب پرندہ کے شکار پر خون بہا کیلئے دوسرے عادل کے حکم سے فیصلہ کرنا لازم ہے تو خون مسلمین کیلئے ایسی حکمیت کا ہونا اس سے زیادہ ضروری ہوگا۔

خوارج نے کہا یہ بھی تسلیم ہے۔

امیرالمومنین نے فرمایا: جنگ جمل میں عورتوں اور بچوں کی اسیری و گرفتاری سے منع کرنے پر تمہارا اعتراض ہے، یہ اس لئے تھا کہ بصرہ کے لوگوں کے ساتھ نیکی کر کے ان پر احسان کروں جیسے کہ رسول خدا نے فتح مکہ کے وقت قریش کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا، ہاں اہل بصرہ کے بزرگوں اور مردوں نے ہم پر کوئی ظلم و ستم نہیں کیا تھا، عورتوں اور بچوں کا کوئی گناہ نہیں تھا، ہمارے لئے یہ درست نہیں تھا کہ ستمگاردوں کے جرم کا اس سے الگ ان سے مواخذہ کریں، اگر میں تمہیں ایسی اجازت دیدیتا تو تم میں سے کون زوجہ رسول اکرم عائشہ کو اسیر کر سکتا تھا؟ خوارج نے کہا ہم اس اعتراض کو بھی چھوڑتے ہیں۔

امیرالمومنین نے فرمایا: تم نے کہا کہ آپ وحی پیغمبر تھے اپنے منصب و صاوت و خلافت کو ضائع کر دیا۔ جان لو کہ تمہیں لوگوں نے میری مخالفت کر کے دوسروں کو مجھ پر مقدم رکھا، تم ہی لوگ تھے روز اول جس چیز پر میرا حق تھا اس کو مجھ سے جدا کر دیا۔

ہاں انبیاء و مرسلین کا وظیفہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی دعوت دے کر اپنے دعویٰ کو ان کے سامنے پیش یا ظاہر کرے، پیغمبروں کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے، لیکن انبیاء کے اوصیاء اور جانشین کا وظیفہ ایسا نہیں ہے۔

اوصیاء کا تعارف نبیاء کراتے ہیں وہ اپنا تعارف کرانے اور لوگوں کو اپنی طرف بلانے کے محتاج نہیں ہوتے انبیاء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے خلفاء کا تعارف کرا کے، لوگوں کو ان کی طرف لائیں، لہذا جو لوگ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ خود بخود اوصیاء انبیاء کو پہچان لیں گے۔
نبیوں کے جانشین مثل کعبہ ہیں۔

خدا نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ الْيَه سَبِيْلًا﴾ خدا نے قدرت و استطاعت رکھنے والوں پر فرض کیا ہے کہ خانہ کعبہ (مکہ) جا کر مناسک حج بجالائیں، اب اگر کوئی اعمال حج کیلئے وہاں نہ جائے تو بیت اللہ کی کوئی تقصیر و کمی نہیں ہے اور نہ تو کافر و مخالف شمار ہوگا بلکہ کافر و مقصر وہ شخص ہوگا جس نے زیارت کعبہ کو ترک کیا ہے، کیونکہ یہ عمل مسلمانوں کے معینہ و طائف و فرائض میں شمار ہوتا ہے، خانہ خدا کی بھی مومنین کو شناخت کرا دی گئی ہے اور ان کے سامنے منصوب و مشخص کر دیا گیا ہے۔
میرا حال ایسا ہی ہے کیونکہ مجھے رسول خدا نے خدیجہ کی کیش جمیعت کے سامنے اور دوسرے مقام پر بھی خلافت و وصایت کیلئے منصوب و معین کیا اور یہ بھی فرمایا۔

«اِنَّ مَنِيْ بِمَنْزِلَةِ الْكَعْبَةِ تُوَلِّيْ وَلَا تَاتِيْ»،

تم میرے نزدیک کعبہ کی مانند ہو، سب کو تمہاری طرف آنا چاہئے اور کعبہ کسی کی طرف نہیں جاتا۔
خوارج نے کہا یہ دلیل بھی تاہم و مکمل ہے، ہم نے یقین کر لیا۔

اس وقت خوارج کے بہت سے افراد توبہ کر کے واپس ہو گئے۔ چار ہزار خوارج باقی بچے تھے، انھوں نے اپنے کمزور و فاسد نظریہ اور باطل مسلک کو نہیں چھوڑا، امیر المومنین نے ان سے جنگ کی اور انھیں قتل کیا۔

امیر المومنین کا احتجاج

آپ نے ناکشین، قاسطین اور مارقیں سے کیوں جنگ کی، خلفاء ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کے مقابل کیوں خاموش رہے؟

روایت ہے کہ جب امیر المومنین جنگ نہروان سے واپس ہوئے اور ایک جگہ بیٹھے ہوئے گذشتہ واقعات و حادثات کا ذکر ہو رہا تھا، ایک شخص نے آپ سے کہا کہ آپ نے ابو بکر، عمر و عثمان سے کیوں جنگ نہیں کی اور طلحہ و زبیر معاویہ اور خوارج سے کیوں لڑے؟

امیر المومنین نے فرمایا! میں زندگی کے اوّل روز سے مسلسل مظلوم رہا اور اپنے حقوق پر دوسروں کے تجاوز و ظلم کو دیکھتا رہا۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا! یا امیر المومنین آپ نے اپنی تلوار سے اپنے حقوق کا مطالبہ اور اپنا دفاع کیوں نہیں کیا؟

امیر المومنین نے فرمایا: اے اشعث جو بات تم نے پوچھی ہے اس کا جواب نور سے سن کر حقیقت کلام اور میری دلیل کو سمجھو۔

انبیاء گذشتہ میں سے چھ انبیاء کی میں نے اتباع و پیروی کی ہے۔

(اول) حضرت نوح ہیں کہ جن کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ان سے قبل قوم نوح نے بھی ہمارے بندہ کی تکذیب کی اور اس کے بارے میں کہا کہ وہ مجنون ہو گیا

ہے اور اس نے ان کے کثیر و شدید آزار سے خوف زدہ ہو کر کہا۔ (سورہ نمر، آیت ۱۰)

پروردگارا! میں مغلوب ہو گیا، میری مدد فرما، حضرت نوح نے یہ بات خوف کے سبب کہی تھی، منزل

دعوت و رسالت میں ان کیلئے یہ خوف تھا عذر بن گیا، ہاں اوصیاء، انبیاء کیلئے یہ عذر اس سے زیادہ قابل توجہ

ہوگا، اگر کوئی کہے کہ انھیں اپنی قوم کا خوف نہیں تھا تو گویا اس نے کلامِ خدا کا انکار کیا اور وہ کافر ہو گیا۔

(دوم) حضرت لوطؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد ہوا:

قومِ لوطؑ نے کہا کہ آپ خود جانتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم یا چاہتے ہیں، حضرت لوطؑ نے ان کے دباؤ و بے حیائی کے سبب رو کر فرمایا:

اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ کی قدرت و طاقت ہوتی یا مضبوط پناہ گاہ ہوتی تو تمہارے شر سے محفوظ ہو جاتا۔ (سورہ ہود، آیت ۸۰)

اگر کوئی کلامِ خدا کے مقابل حضرت لوطؑ کے ان کی قوم سے خوف و اضطراب کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اوصیاءِ انبیاءِ ان میں زیادہ معذور ہیں۔

(سوم) حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

ابراہیمؑ نے، اپنے باپ (چچا) کی نختیوں و تکلیفوں کے مقابل کہا اے بابا میرا سلام لیجئے، اپنے خدا سے آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا، میرا خدا مہربان ہے، آپ کی طعن و تشنیع کے سبب آپ لوگوں سے اور آپ کے خود ساختہ خداؤں سے دور ہو کر صرف خدائے مہربان کی پرستش کروں گا امید ہے کہ وہ میری بندگی و عبادت کو قبول کرے گا۔

(سورہ مریم، آیت ۴۸) پس ان کی دعوت ترک کر دینا خوف کے سبب تھی، ہاں وقتِ خوف و صحنِ پیغمبرؐ کا عذر زیادہ سننے کے لائق ہے، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو وہ کلامِ خدا کے صریحاً خلاف کر کے کافر ہو جائے گا۔

(چہارم) حضرت موسیٰؑ کے بارے میں خدا کا فرمان ہے:

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے جواب میں کہا میں تمہاری نختیوں اور جاہرا نہ حکومت سے خوف زدہ ہو کر تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا، میرے خدا نے مجھے علم و معرفت عطا فرما کر انبیاء و مرسلین میں قرار دیا ہے۔ (سورہ شعراء، آیت ۲۱)

اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر ان کی کنارہ گیری کو معذور مست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو سالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارون نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیتی۔ درست نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و شامت کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔ حضرت ہارون نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا معذور و خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرم نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلایا اور خود مکہ سے چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسول خدا اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پنہاں ہو گئے؟ یا ان پر عمل عیب و بیکار اور ایک ابو لہب تھا؟

جب آنحضرت اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وحی کیونکر خوف زدہ نہ ہوگا؟

ہم سب نے کھڑے ہو کر کہا، ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و ماہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

اگر کوئی خوف نبی موسیٰ کا منکر ہو تو وہ کلام خدا کے خلاف ہو کر کافر ہو گیا ہے اور اگر ان کو خائف مان کر ان کی کنارہ گیری، کو عذر درست سمجھتا ہے تو اوصیاء انبیاء اس بات میں زیادہ معذور ہیں۔

(پنجم) حضرت ہارون کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے:

جناب موسیٰ کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو سالہ کی پرستش کرنے لگے تو جناب ہارون نے جناب موسیٰ کے جواب میں کہا:

اے میرے بھائی آپ کی قوم نے مجھے ضعیف و عاجز کر دیا اور نزدیک تھا مجھے قتل کر دیتی۔ درست نہیں کہ ان کے عوض مجھے میری مذمت و ثنات کیجئے اور مجھے ظالمین کے زمرہ میں شمار کیجئے۔

حضرت ہارون نے گوسالہ پرستی کے مقابل میں اپنا عذر و خوف بیان کیا اور اوصیاء تو اس لحاظ سے زیادہ معذور ہیں، اگر کوئی ان کے خوف کا منکر ہو تو مخالف قول خدا کے نتیجہ میں کافر ہو جائے۔

(ششم) رسول اکرم نے از روئے احتیاط اور قریش کے خوف سے مجھے اپنی جگہ سلا یا اور خود مکہ سے چلے گئے اور غار میں چھپ گئے، کیا رسول خدا اپنے دشمنوں سے خائف تھے کہ غار میں پہنچا ہوا ہو گئے؟ یا ان کا یہ عمل عبث و برباد اور ایک لہو و لب تھا؟

جب آنحضرت اپنے دشمنوں سے خوف زدہ تھے تو ان کا وہی کیونکر خوف زدہ نہ ہوگا؟ اس وقت سب نے کھڑے ہو کر کہا! ہم سمجھ گئے کہ آپ کی بات صحیح اور فعل و عمل حق ہے، ہم جاہل و گنہگار ہیں، ہم سمجھ گئے کہ اپنے حق کا دعویٰ نہ کرنے اور سکوت و تسلیم ہو جانے میں آپ معذور ہیں۔

اشعث کی بات اور جواب امیر المومنینؑ

اسحاق ابن موسیٰ بن جعفر نے اپنے والد بزرگوار سے، انھوں نے اپنے آباء و اجداد سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین نے کوفہ میں خطبہ کے اختتام پر فرمایا: کہ آگاہ ہو جاؤ، میں لوگوں پر خود ان سے زیادہ حق اور ایت رکھتا ہوں، جس دن سے رسول اکرمؐ نے وفات پائی ہے، میں ہمیشہ مظلوم رہا ہوں۔

اشعث ابن قیس نے کھڑے ہو کر کہا، یا امیر المومنین! آپ عراق میں جس روز سے داخل ہوئے کیا آپ نے کوئی خطبہ نہیں پڑھا، کہ آج آپ نے آخر خطبہ میں یہ جملہ بیان کیا؟

اس صورت میں کس طرح سے ابو بکر، و عمر خلافت کے مالک ہو گئے اور اپنی ذوالفقار سے اپنے غضب شدہ حقوق اور ان کی طرف سے اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم و ستم کا دفاع کیوں نہیں کیا؟ امیر المومنین! اسے شرا بخور کے بیٹے! جب بات کہی ہے تو اس کا جواب سن۔

خدا کی قسم! مجھے اپنا حق لینے میں خوف اور موت نے نہیں روکا ہے، ہاں جو چیز مجھے اپنا حق لینے میں مانع ہوئی وہ رسول خدا سے کیا ہوا عہد و پیمان تھا۔ کیونکہ مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی تھی کہ میری امت تم پر جفا کرے گی اور تمہارے بارے میں مجھ سے کہے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ دیں گے، تم میرے لئے مثل ہارون ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت میرا وظیفہ اور ذمہ داری کیا ہوگی؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر یار و مددگار پانا تو ان سے جنگ کر کے اپنا حق لے لینا، اگر اعوان و انصار نہ ہوں تو اتھ کو ہاتھ پر رکھ کر بیٹھ جانا اور اپنے خون کی حفاظت کرنا یہاں تک کہ حالت مظلومیت میں مجھ سے ملحق ہو جانا۔

جب رسول خدا نے رحلت فرمائی، میں ان کے جنازہ مقدسہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین میں مشغول ہوا، دوران کے تمام امور سے فراغت کے بعد قسم کھائی کہ نماز کے علاوہ کسی مقصد کیلئے بھی گھر سے باہر نہیں

جاؤں گا یہاں تک کہ قرآن مجید کو جمع کر لوں اور میں نے اپنے ارادہ و نیت پر عمل بھی کیا۔

اس کے بعد بت رسولؐ اور ان کے دونوں فرزندوں کو ساتھ لیا اور اہل بدر اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کے گھر گیا، انھیں اپنے حق کے غصب ہونے کو یاد دلا کر ان میں سے ایک ایک کو اپنی مدد کیلئے بلایا لیکن ان میں سے سوائے چار اشخاص سلمان، عمار، مقداد، و ابوذر، کے کسی نے بھی میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور کسی نے بھی یاری و امداد نہ کی۔

میرے اعضاء و اقرباء میں سے جو میرے ہمراہ و ہماز تھے وہ رحلت کر چکے تھے، صرف دو شخص عقیل و عباس میرے گھر والوں میں دکھائی دے رہے تھے، ان سے کچھ کام بننے والا نہ تھا۔

اشعث نے کہا اے امیر المؤمنین! عثمان نے بھی جب اپنے اطراف اعموان و انصار کو نہیں پایا تو اپنے ہاتھوں کو روک کر سوت قبول کر لیا۔

امیر المؤمنین! اے شرا بخوار کے بیٹے جو تو نے قیاس کیا ہے ایسا نہیں ہے چونکہ عثمان دوسرے کی جگہ بیٹھ کر اور دوسرے کے لباس کو پہن کر حق کی طرف داری کر رہے تھے، اس لئے حق نے انھیں زمین پر گرا کر مغلوب و مقہور کر دیا۔

خدا کی قسم! جس دن لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی، اگر چالیس افراد میرے ہمراہ و مددگار ہوتے تو یقیناً مبارزہ و مقابلہ کیلئے کھڑا ہو جاتا اور راہ خدا میں جہاد کرتا یہاں تک کہ حقیقت کے مقابل میرا عذر روشن ہو جاتا۔

اے لوگو! اشعث ابن قیس مجھ پر نکتہ چینی اور اعتراض کر رہا ہے، دراصل یہ وہ حقیقت کے مقابل اور خدا کے نزدیک کبھی کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا اور دین خدا میں اس کی کوئی منزلت اور اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔

(ترجمہ: خطبہ شمشقیہ)

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے قیص خلافت کو کھینچ جان کر پہن لیا ہے

حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چمکی کے لئے میری حیثیت مرکزی بیخ جیسی ہے، علم کا سیلاب میری ذات سے جاری ہے اور میری بلندی فکر تک کوئی طائر فکر پرواز نہیں کر سکتا ہے، پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کئے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اسی بھیا تک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائے اور بچہ بوڑھا ہو جائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے لہذا میں نے صبر کر لیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج و غم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کر دیا۔ بقول اعمش:

کہاں وہ میرادن جو اونٹوں پر گذرتا تھا، کہاں یہ دن کہ میں حیان کے جوار میں ہوں۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استغنیٰ دے رہا تھا اور اپنے مرنے کے بعد دوسرے کے لئے طے کر گیا۔

بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس کے تھنوں کو دوہا ہے اور اب ایک ایسی سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے۔ لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے۔ تو خدا کی قسم لوگ ایک کج روی سرکش، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہاں تک کہ وہ بھی اپنے راستہ چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کر گیا جب کہ میرا اس شورلی سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب دریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضا میں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور

اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے مخرف ہو گیا اور دوسرا مادی کی طرف جھک گیا، کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب و اشخاص تھے جس کے نتیجے میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اہل خاندان بھی کھڑے ہو گئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ فصل بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی بیٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شکم بڑی نے منہ کے بل گرا دیا۔

اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا وہ یہ تھی کہ لوگ بچو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ حسن و حسین کچل گئے اور میری ردا کنارے کی پھٹ گئے یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمہ داری سنبھالی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت تو زری اور دوسرا دین سے خارج ہو گیا اور تیسرے نے فسق اختیار کر لیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الہی سنا ہی نہیں ہے:

کہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن دنیا ان کی نگاہوں میں غالب آچکی ہے اور اس کی چمک دمک نے انہیں لٹھالیا۔

آگاہ ہو جا! اوہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم بڑی اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو انہیں کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمہاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ایک عراقی باشندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو ایک خط دیا جس کے بارے میں خیال ہے کہ اس میں کچھ فوری جواب طلب مسائل تھے۔ چنانچہ آپ نے اس خط کو پڑھنا

شروع کر دیا اور جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کی کہ حضور بیان جاری رہے؟

فرمایا: افسوس ابن عباس یہ تو ایک شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔

(شقشقہ اونٹ کے منہ میں وہ گوشت کا ٹوٹھڑا ہے جو غصہ اور بیجان کے وقت باہر نکل آتا ہے)

ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا

افسوس اس امر پر ہوا کہ امیرالمؤمنین اپنی بات پوری نہ فرما سکے اور آپ کا کلام ناتمام رہ گیا۔

امیر المؤمنین کے ساتھ رسول اکرم کی گفتگو

ام سلمہ زوجہ رسول اکرم فرماتی ہیں: پیغمبر اسلام کی ہم نو بیویاں تھیں، ایک ایک دن ایک ایک کی نوبت ہوتی، جس دن میری باری تھی میں نے حجرہ کے دروازہ پر آ کر عرض کیا، کیا مجھے دخول کی اجازت ہے؟ رسول نے فرمایا نہیں۔

میں اس بات سے شرمندہ اور اندوہناک ہو گئی اور ڈری کہ آنحضرت نے مجھے چھوڑ دیا ہے، یا میرے بارے میں آسمان سے کچھ نازل ہوا ہے، تھوڑا صبر کرنے کے بعد دوبارہ دخول کی اجازت طلب کی؟ پھر اجازت نہیں ملی، اس دفعہ پہلے سے زیادہ طول و ٹٹکین ہوئی، چونکہ بے چین ہو گئی، لہذا تھوڑی دیر بعد پھر اجازت مانگی، فرمایا:

اے ام سلمہ! داخل ہو جاؤ، پھر میں حجرہ میں داخل ہوئی۔ علی ابن ابیطالب کو آنحضرت کے سامنے دروازہ ٹٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ قربان ہوں! جب ایسا ہوا تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور میرا وظیفہ کیا ہوگا؟ پیغمبر نے فرمایا: تم کو صبر کرنے کا حکم ہے۔

پھر علی نے اپنے سوال کی تکرار کی، پھر رسول نے انھیں ایسے ہی صبر و تحمل کا حکم دیا۔
ایسے ہی جب چوتھی مرتبہ تکرار کیا تو آنحضرت نے فرمایا:

اس صورت میں اپنی تلوار نیام سے نکال کر کاندھے پر رکھ لینا اور صراط مستقیم پر مخالفین سے جنگ کرنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کر دوں یا خلیفہ تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہوں۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ام سلمہ تم کس چیز سے پریشان و ملول ہو؟
میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے دخول کی اجازت نہیں دی۔

فرمایا: یہ خیر کا تذکرہ تھا جب تم نے داخل ہونے کی اجازت چاہی اس وقت جبرئیل مجھے آئندہ

واقعات کی خبر دے رہے تھے اور میرے پاس حکم لائے تھے کہ علی کو ان واقعات سے آگاہ کر دوں اور انہیں وصیت کروں۔

اے ام سلمہ! سنو اور گواہ رہو کہ علی ابن ابیطالب دنیا و آخرت میں میرے وزیر ہیں اور میرے بعد میرے وعدہ کو پورا کریں گے، قیامت کے دن حوض کوثر سے دشمنوں کو دوزخ کریں گے، گواہ رہو کہ علی سید المسلمین، امام المومنین اور قاتل ناکشین، قاسطین، ومارقین ہیں؟

میں نے عرض کیا ناکشین، قاسطین، ومارقین کون ہیں؟

فرمایا: ناکشین وہ لوگ ہیں جو مدینہ میں علی کی بیعت کریں گے اور بصرہ میں بیعت تو نہ کریں گے، جنگ کریں گے،

قاسطین: معاویہ اور اہل شام میں سے اس کے یا اور مددگار ہیں جو علی پر ظلم کریں گے۔

مارقین: وہ ہیں جو راہ حقیقت سے نکل کر نہروان میں علی کے خلاف اجتماع اور جنگ کریں گے۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ سب وہ لوگ ہیں جو آپ کو بیعت کر چکے ہیں؟

فرمایا: ہاں، لیکن ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو آپ کو بیعت کر کے بھی آپ کے خلاف جنگ کریں گے۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ سب وہ لوگ ہیں جو آپ کو بیعت کر چکے ہیں؟

فرمایا: ہاں، لیکن ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو آپ کو بیعت کر کے بھی آپ کے خلاف جنگ کریں گے۔

امیر المومنین سے رسول اکرم کی وصیت

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنین نے جنگ جمل کے بعد کسی ایک خطبہ میں رسول خدا کا یہ قول نقل کیا۔ اے علی! تم میرے بعد دنیا میں رہو گے میری امت کی طرف سے مصیبت میں گرفتار ہو گے اور روز قیامت خدا کے سامنے اپنے دشمنوں اور مخالفین سے محاکمہ کرو گے پس مخالفین سے محاکمہ کے دن کی خاطر اپنا جواب و حجت اور دلیل تیار کر لو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان، میں کس لئے اور کس چیز سے آزما یا جاؤں گا، جو فتنہ میری مصیبت کا سبب بنے گا وہ کیا ہے اور کس عنوان و موضوع پر میں مقابلہ کروں گا؟ رسول اکرم نے فرمایا: تم میرے بعد بیعت توڑنے والے (ناکین) اور ظالمین (قاسطین) اور راہ مستقیم سے خارج ہو جانے والے (مارقین) سے جنگ و جہاد کرو گے، آنحضرتؐ نے ایک ایک کا تعارف کرایا۔

تم میرے بعد قرآن مجید کی اور میری سنت کی مخالفت کرنے والوں اور دین خدا میں اپنی ناقص رائے و نظریہ پر عمل کرنے والوں سے قتال اور جہاد کرو گے جبکہ دین خدا میں کسی کی کوئی رائے اور کسی کا کوئی نظریہ نہیں ہے کسی فرد کے نظریہ و رائے کے مطابق احکام الہی کی تفسیر و توضیح نہیں ہو سکتی بلکہ دین خدا، پروردگار کے اوامر و نواہی اور اس کے فرمودات کو کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس راستہ کی ہدایت کیجئے جس سے روز قیامت مخالفین سے محاکمہ کر کے کامیاب کاہران رہوں۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا: ہاں! میرے بعد جب لوگ تمہاری مخالفت کریں تو تم اصول پر ثابت قدم رہنا، جب تم دیکھو کہ انہوں نے راہ ہدایت و حقیقت کو اپنے میلان و خواہشات سے بدل دیا ہے کتاب خدا

اور کلمات الہی کو اپنی فکر و نظر کی طرف موڑ رہے ہیں تو تم ضراط مستقیم پر ثابت قدم رہنا اور اپنی فکر و نظر کو قرآن مجید کے تابع رکھنا؛ کیونکہ انہوں نے دنیاوی زندگی پر تکیہ کیا ہوگا اور متشابہ امور کو لے کر ان کی تائید اور اثبات کیلئے آیات قرآن سے تمسک کرتے ہوں گے۔

جب تم دیکھو کہ لوگوں نے کلمات خدا کو ان کی اپنی جگہ سے منحرف و جدا کر دیا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہیں، خود خواہ اور پریشان حال، متجاوز و منحرف جھوٹے ہوئی پرست و مفسد افراد وہ اشخاص اپنے کام میں لگ کر حکومت و ریاست کو گھیر لیا ہے، تو تم راہ تقویٰ کو نہ چھوڑنا اور حسن عاقبت کو اپنی نگاہ میں رکھنا (فان العاقبة للمتقين) بہترین انجام متقین کیلئے ہے۔

امیر المؤمنینؑ کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں

ابن عباس کہتے ہیں ﴿ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین... ﴾

(سورہ توبہ، آیت ۷۳/۷۴)

اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

منافقین اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور وہ لوگ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اسلام نے فرمایا:

یقیناً میں کفار و منافقین سے جہاد کروں گا، پس جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا:

یا علی ابن ابیطالب جنگ و جہاد آپ بھی کریں گے۔

جاہر ابن عبد اللہ سے روایت ہے: حجۃ الوداع کے وقت میں میدان منیٰ میں سب سے زیادہ رسول

اکرمؐ سے نزدیک تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے بعد دین سے منحرف ہو کر اپنے ہاتھ اور اپنی شمشیر سے ایک دوسرے کی

گردن مارو گے، خدا کی قسم اگر ایسا ہوا تو مجھے دکھو گے کہ میں ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم سے جنگ کر رہا

ہوں گا پھر اپنے پیچھے کی طرف رخ کر کے فرمایا: یا میرے بھائی علی ابن ابیطالب کو دیکھو گے، اس جملہ کی

تین بار تکرار کی، اس کلام کے بعد آنحضرتؐ کی حالت متغیر ہوئی اور جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

جب ہم آپ کو دنیا سے بلا لیں گے تو ہم (علی ابن ابیطالب کے ذریعہ آپ کے مخالفین سے) انتقام لیں گے

یا جو ہم نے وعدہ کیا ہے وہ آپ کو دکھائیں گے ہم جو چاہتے ہیں اس پر قدرت و اختیار بھی رکھتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حیات رسول اکرمؐ میں امیر المؤمنینؑ فرماتے تھے کہ خدا فرماتا ہے: کہ محمدؐ، خدا کے رسولؐ ہیں جیسے ان سے قبل بھی دوسرے رسولؐ تھے اگر ان کی وفات ہو جائے یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ پیچھے ہیر پلٹ جاؤ گے میں (علیؑ) کہتا ہوں خدا کی قسم! ہم حق کی جانب ہدایت پانے کے بعد ہرگز پیچھے نہیں لوٹیں گے، خدا کی قسم جب پیغمبرؐ دنیا سے رحلت فرما جائیں یا قتل ہو جائیں تو جیسے انہوں نے جہاد کیا اور جس راہ میں انہوں نے مقابلہ و مبارزہ کیا میں بھی مخالفین سے جنگ و جہاد کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے کیونکہ میں ان کا بھائی ہوں اور ان کے چچا کا بیٹا اور ان کا وارث ہوں اور کون ہے جو مجھ سے زیادہ آنحضرتؐ کے نزدیک اولیٰ و افضل ہو۔

افضلیت امیر المؤمنین

احمد ابن ہمام کہتے ہیں کہ ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں عبادہ ابن صامت سے میں نے جا کر کہا کیا لوگ ابوبکر کو ان کی خلافت سے پہلے دوسروں پر مقدم اور ترجیح دیتے تھے؟

عبادہ نے کہا اے ابوالخبر! جیسے سب خاموش بیٹھے ہیں اور بات نہیں کرتے تم بھی کوئی بات نہ کہو، خدا کی قسم! علی ابن ابیطالب خلافت کیلئے ابوبکر سے زیادہ سزاوار ہیں جیسے کہ رسول خدا نبوت و رسالت میں ابوجہل سے زیادہ سزاوار تھے۔

پھر کہا میں تم کو اس سے زیادہ بتاتا ہوں کہ ہم ایک دن رسول خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، علی ابن ابیطالب اور عمر و ابوبکر دروازہ رسول پر آئے، سب سے پہلے ابوبکر داخل خانہ ہوئے پھر عمر اس کے بعد علی وارد ہوئے۔ رسول خدا اس واقعہ سے اتنا متاثر ہوئے گویا آپ کے سر پر گر دو خاک پڑی ہو۔

پھر فرمایا: علی! کیا یہ دونوں تم پر سبقت کر رہے ہیں دراصل ایک خدا نے تم کو انکا امیر و مولیٰ قرار دیا ہے، ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ میں بھول گیا تھا اور عمر نے بھی اپنے سہو، اشتباہ کی عذر خواہی کی۔

رسول اکرم نے فرمایا: تم لوگوں نے غلطی اور اشتباہ نہیں کی ہے بلکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ان کے حق کو غضب کر کے ان سے جنگ و جدال کر رہے ہو اور جو دشمن و مخالفین رسول خدا ہیں وہ اس عمل میں تمہاری مدد کر رہے ہیں، گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ تم نے مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا، انھوں نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا اور دنیاوی فائدہ کی خاطر باہم نزاع و جدال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، گویا میں اپنے اہل بیت کو دیکھ رہا ہوں وہ تمہارے درمیان مغلوب و مقہور ہو کر زمین پر بکھر گئے ہیں البتہ خدا کی جانب سے ایسی پیشین گوئی اور ایسا مقدر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد رسول نے اس طرح گریہ کیا کہ اشک چہرہ مبارک پر جاری ہو گئے، پھر فرمایا:

اے علی ان تمام امور و حوادث میں تمہیں صبر و تحمل کرنا چاہئے، یہاں تک کہ خدا فرج و گمشائے عنایت کرے، ہاں قدرت و توانائی تو بیش خدا سے ہے اور اس لحاظ سے تمہارا اجر ثواب بہت ہے۔

جب خدا تم کو قدرت و تسلط دے تو اپنی تلوار اٹھا لو اور اسے لے کر آگے بڑھو، مخالفین کی سرکوبی کرو، مغربین و منافقین کو قتل کرو جب تک کہ حقیقت کی جانب واپس نہ ہو جائیں اور سب کے سب تیرے امر و حکم تسلیم نہ کر لیں اور حق کے فرمان کے مطیع و فرمانبردار نہ بن جائیں، جان لو کہ تم ہمیشہ حق و حقیقت کے ہمراہ ہو اور تمہاری پاک ذریت بھی ایسی ہے، اور تمہارے مخالف اور دشمن باطل و گمراہ ہیں۔

رسول خدا اور مرغ بریان

روایت کی گئی ہے کہ امام صادق سے انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ بعد از نماز صبح ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد رسول خدا اٹھ کر چل دیئے، آپ کے ساتھ میں چلا، معمولاً جہاں رسول خدا تشریف فرما ہوتے مجھے ضرور خبر دیتے، جب بھی کہیں معمول سے زیادہ بیٹھے میں وہاں جا کر ان سے ملاقات کرتا کیوں کہ مقدار معین سے زیادہ حضرت کا فراق برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

رسول اکرم عائشہ کے گھر کی جانب تشریف لے گئے اور ارادہ سے مجھے باخبر کیا۔

میں اپنے گھر زہرا، وحسین کے پاس واپس ہو گیا، تھوڑی دیر گھر میں سرور و خوش بیٹھے رہے۔

پھر میں اٹھ کر عائشہ کے حجرہ کی سمت آیا اور دق الباب کیا، عائشہ نے دروازہ کے پیچھے سے پوچھا

کون؟ میں نے کہا میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ جواب دیا کہ رسول خدا سوراہے ہیں۔

میں واپس ہو گیا لیکن راستہ میں اپنے سے کہا کیسے ہو سکتا ہے کہ عائشہ گھر میں حاضر و بیدار ہوں اور وہ

سوئیں۔ پھر واپس آ کر دروازہ کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علی ابن ابیطالب ہوں۔ اس نے کہا

رسول خدا مصروف کار ہیں، میں واپس ہو گیا اور دق الباب سے کچھ شرمندہ بھی ہوا لیکن در عین حال میرا

دل پریشان و بے قرار اور بے صبر ہو گیا کہ اب جدائی کی طاقت نہیں رہ گئی، اس بار بے اختیار واپس ہوا اور

دروازہ زور سے کھٹکھٹایا، عائشہ نے پوچھا کون؟ میں علی ہوں۔

اس وقت میں نے رسول کی آواز سنی کہ عائشہ سے کہا، اے عائشہ دروازہ کھول دو، اس نے دروازہ

کھولا اور میں وارد ہوا۔

رسول اکرم نے فرمایا اے ابوالحسن بیٹھو، میں تمہیں اپنے سامنے کی چیز کی خبر دوں، یا تم اپنے دیر کرنے

کا سبب بیان کرو گے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی زبان دگھنگوز زیادہ سزاوار ہے۔ آپ نے فرمایا:

جب میں تم سے جدا ہوا بہت بھوکا تھا، عائشہ کے پاس بھی کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، میں نے ہاتھوں کو دعا کیلئے بلند کیا اور خدا سے طعام کی درخواست کی، جبرئیل نازل ہوئے اور یہ مرغ بریان میرے سامنے رکھا (آپ نے اپنے سامنے رکھے ہوئے مرغ پر اپنی انگلی رکھی) اور فرمایا: خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ یہ مرغ جنت کے بہترین و لذیذ کھانوں میں سے ہے، اسے میں آپ کے پاس لاؤں، میں نے حمد و شکر کیا اور جبرئیل واپس چلے گئے، میں نے ہاتھ بلند کر کے عرض کیا خداوند! جو بندہ تجھے سب سے زیادہ دوست ہے اور میرا بھی سب سے زیادہ محبوب ہو، اسے اس دسترخوان پر حاضر کر دے تاکہ وہ میرے ساتھ یہ غذا کھائے، اس دعا کے بعد تھوڑی دیر میں نے صبر کیا لیکن کچھ اتر نہیں دکھائی پڑا، دوبارہ دعا کی پروردگار! جو تجھے اور مجھے دوست رکھتا ہے اور تو کبھی اور میں بھی اسے محبوب رکھتے ہیں اس دسترخوان پر بھیج دے، تاکہ ہم باہم یہ غذا تناول کریں، اس وقت تمہارے دق الباب کی آواز میں نے سنی تو عائشہ سے کہا دروازہ کھول دو، تاکہ علی گھر میں آجائیں اور میں نے خدا کی حمد و ثنا کی، میں خوش ہوا کہ تم خدا اور رسول کے محبت ہو اور ان کے محبوب ہو۔ اے علی! لو کھاؤ!

جب ہم دونوں نے طعام تناول کر لیا تو آنحضرت نے فرمایا: اے علی! اب تم اپنے امور کی خبر دو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جب میں آپ کے پاس سے گھر گیا، فاطمہ و حسنین کے ساتھ خوش و خرم رہا پھر کچھ دیر بعد آپ کے دیدار و ملاقات کیلئے وہاں سے نکل پڑا۔ امیر المؤمنین نے اس کے بعد سے دروازہ تک کہ بات نقل کی۔

رسول خدا نے فرمایا:

اے عائشہ! خدا نے ایسا ہی مقدر کیا ہے، بتاؤ تم نے کس وجہ سے دروازہ نہیں کھولا؟

عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میں چاہتی تھی کہ میرے باپ آجائیں اور اس کھانے کو کھائیں۔

رسول خدا نے فرمایا: علی سے تمہاری عداوت و دشمنی کا اظہار پہلی مرتبہ نہیں ہے، تمہارے دل کی نسبت

جو کچھ ہے میں جانتا ہوں، خدا کی قسم!! تم ان سے مقاتلہ و مقابلہ کرو گی۔

عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ممکن ہے کہ عورتیں مردوں سے جنگ کریں؟

پیغمبر نے فرمایا: اے عائشہ! تم علی ابن ابیطالب سے جنگ کرو گی، میرے کچھ اصحاب تیرے اس عمل میں شریک ہو کر تمہیں تشویتی و تحریک کریں گے، تیری جنگ کا واقعہ تاریخ کے صفحات پر ضبط ہوگا اور امت کے اولین و آخرین افراد اس کے بارے میں مذاکرہ و مناظرہ کریں گے، اس عمل کی علامت یہ ہے کہ تم ایسے اونٹ پر سوار ہو گی جو شیطان کی طرح ہوگا، منزل کے پہنچنے سے پہلے مقام حوآب کے کتوں کی آواز اور ان کے حملوں کا سامنا کرو گی، وہاں سے مراجعت پر اصرار کرو گی تو کچھ لوگ جھوٹی گواہی دیں گے کہ یہ مقام حوآب نہیں ہے پھر اس شہر کی طرف جاؤ گی جس کے رہنے والے تمہارے اصحاب ہوں گے، وہ شہر بصرہ، آسمان سے دور ترین شہر ہے اور آب دریا سے نزدیکترین، تو وہاں سے مغلوب و ذلیل حالت میں واپس ہو گی، علی ابن ابیطالب تمہاری اس مصیبت کے دن اپنے کچھ معتمد اصحاب کو تمہارے ہمراہ کر کے تم کو تمہارے وطن واپس کریں گے، وہ تمہارا خیر خواہ ہے، اس اختلاف اور جنگ میں بھی وہ تم کو قیامت کے دن کی میری اور تمہاری جدائی سے ڈرائیں گے، کیونکہ میری رحلت کے بعد علی نے میری ازواج میں سے جس کو طلاق دیدیا وہ مطلقہ ہو جائے گی۔

عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! کاش اس دن سے پہلے ہی میں مرجاتی۔

رسول اکرم نے فرمایا! انسوس! انسوس! اس خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں مری جان ہے، جو میں نے کہا وہ ہونے والا ہے، گویا اس حادثہ کو میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد علی ابن ابیطالب نے فرمایا: نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے اور بلال کو اذان کہنے کا حکم دیا، پھر مسجد میں جا کر نماز میں مشغول و مصروف ہو گئے۔

توحید کے بارے میں امیر المومنین کی گفتگو

توحید کے بارے میں آنحضرتؐ کا خطبہ اور پروردگار کی ان صفات کے بارے میں جو مخلوق سے مخصوص ہے اور الوہیت کے سزاوار نہیں ہے۔ مثلاً مجبور ہونا، شبیہ ہونا، دکھائی دینا، حرکت کرنا، متغیر ہونا، زائل ہونا، ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا وغیرہ انھیں آپ نے اپنے کلمات و محاورات میں بیان فرمایا ہے۔

تمام حمد و ستائش اس اللہ کیلئے ہے جس کی حمد و تعریف کرنے والے اور وصف کرنے والے نہ بیان کر سکتے ہیں اور نہ ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ جس کی نعمتوں کو شمار کرنے والے شمار نہیں کر سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پاسکتی ہیں، نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تک پہنچ سکتی ہیں، اس پروردگار کی کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اس کی ابتداء کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار کیا جاسکے۔

ان تمام مخلوقات کو اپنی قدرت و توانائی سے خلق کیا، اپنی رحمت و لطف سے ہواؤں کو چلایا، پھر تھرائی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی بیخیں گاڑیں۔

آغاز دین جو اس کی معرفت ہے، کمال معرفت و نہایت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق توحید ہے، کمال توحید جز یہ و اخلاص ہے، کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفاتوں کی نفی کی جائے کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

جب کوئی کسی چیز کی توصیف کرتا ہے تو درحقیقت اس ذات موصوف کے ساتھ ایک وصف و صفت مانتا ہے، پس خدا کی توصیف بھی ایسی ہوگی، کیونکہ جس نے اس کی ذات کی توصیف ایک الگ صفت سے کی تو گویا اس خدا کو دو چیز (صفت و موصوف) سے مرکب کر دیا اور اس کیلئے دو عنوان طے کر دیا۔ جس نے

اسے مرکب مانا اور دوئی پیدا کی، اس نے اس کے لئے جزء و تقسیم بنا ڈالی، خدائے بے نیاز و قدیم و ازلی و واجب کیلئے جزء و تقسیم محال ہے، جس نے خدا کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھا اور اس کیلئے اجزاء کا تصور کیا وہ خدائے واحد کے مرحلہ معرفت میں پہلے ہی سے دُور ہو گیا، شخص جاہل و نادان ایسا خیال کرتا ہے کہ وہ دوسری موجودات کی طرح قابل اشارہ ہے اور اس کی جانب حسی یا عقلی اشارہ کیا جاسکتا ہے لیکن وہ توجہ نہیں رکھتا کہ اشارہ کرنا سلتزم محدودیت ہے، جب تک کوئی چیز معین و محدود نہ ہو اس کی طرف اشارہ نہیں کیا جاسکتا اور جوشیء محدود ہو جائے اور حدود و اطراف کے سبب معین ہو جائے وہ قابل تجربہ و تقسیم ہوگی۔

پس اگر خدا مورد، موقع اور اشارہ میں آجائے تو وہ مرکب و محدود صاحب جسم اور ممکن ہو جائے گا۔

اس کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کسی معین محیط یا محدود محل و مقام میں ہے یا کسی معلوم معین سطح و جگہ پر ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی ایک معین محیط و حدود میں ہے اور دوسرے مقامات یا موارد پروردگار سے خالی ہیں۔

ذات خدا حادث نہیں ہے اس کے وجود پاک پر عدم و نیستی نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن جسمانی اتصال کی طرح نہیں، وہ تمام اشیاء سے جدا و علاحدہ ہے لیکن جسمانی دوری کی مانند نہیں، وہ صنائع و فاعل ہے، لیکن لوگوں کے مثل حرکات و آلات و فعلیات کا محتاج نہیں وہ دیکھنے والا ہے لیکن مبصرات و محسوسات کی احتیاج نہیں رکھتا کیوں کہ وہ زمانہ پر محیط ہے اور اس کے احاطہ علم و بینائی کے لحاظ سے گزشتہ و آئندہ میں تفاوت و فریق نہیں ہے، وہ تنہا و یگانہ ہے کیونکہ اس کا کوئی ساتھی و شریک نہیں، کہ جس سے وہ مانوس ہو پھر اس کے نہ ہونے سے پریشان ہو جائے۔

اسی خدانے پہلے مخلوقات کو پیدا کیا اور اس خلقت میں لوگوں کی کی طرح فکر و نقشہ اور تجربہ و زحمت و کوشش کا معمولی سا بھی محتاج نہیں تھا۔

خدانے دنیا اور اہل دنیا کی خلقت کے بعد اس کے نظم و ضبط کو مرتب کیا اور ہر امور حادثہ و ہر موضوع کیلئے وقت معین مقرر کیا، مختلف اشیاء و متفاوت موضوعات کے درمیان ربط پیدا کیا اور اپنی تمام موجودات

وخلوقات کو ایک دوسرے سے مرتبط کیا موجودات میں سے ہر ایک کی خاطر ایک مخصوص طبیعت و فطرت اور ایک معین خاصیت اور ایک معلوم اثر کا انتظام کیا اور ان خواص و آثار و طبائع کو ان اشیاء کا ایسا سلسلہ تلازم رکھا کہ ہرگز ایک دوسرے سے جدائی نہیں پیدا کر سکتے، پروردگار عالم ان تمام حوادث اور امور کا ان کے حدوث و وقوع اور وجود کے پہلے ہی سے آگاہ تھا اور امور کے تمام حدود و اطراف اور آغاز و انجام سے مطلع تھا اور ان کے تمام قرائن، خصوصیت اور اثرات کو جانتا تھا۔

امیر المؤمنین کی ایک راہب سے ملاقات

روایت کی گئی ہے کہ اہل روم کا ایک گروہ شہر مدینہ میں وارد ہوا، ان کے درمیان نصاریٰ کے راہبوں میں سے ایک راہب دانشمند بھی تھا، اس وقت امور مسلمین کی حکومت ابو بکر ابن ابوقحافہ کے ہاتھوں میں تھی راہب سونے چاندی سے لدے ہوئے اپنے اونٹ کے ساتھ مسجد نبوی کے پاس آیا، ابو بکر کچھ مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد میں موجود تھے۔

راہب مسجد نبوی میں داخل ہوا، اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر سلام و احترام کے بعد کہا:

تم میں سے اپنے پیغمبر کا خلیفہ اور اپنے دین کا امین کون ہے؟

حاضرین نے ابو بکر کی جانب اشارہ کیا، راہب نے ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا:

اے شیخ: تمہارا کیا نام ہے؟

ابو بکر: میرا نام عتیق ہے، راہب دوسرا کوئی نام؟

ابو بکر: صدیق ہے، راہب! اور کوئی نام ہے؟

ابو بکر: میں اس کے علاوہ اپنا کوئی اور نام نہیں جانتا۔

راہب: میرا مطلوب و مقصود کوئی دوسرا ہے، تم نہیں۔

ابو بکر: تمہاری حاجت اور تمہارا مقصد کیا ہے؟

راہب: میں ملک روم سے آیا ہوں اور اونٹ سونا و چاندی سے لدہا ہوا ہے اتنی لمبی مسافت طے کرنے

کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کے خلیفہ سے چند مسائل دریافت کروں، اگر وہ میرے سوالات کا صحیح اور وافی

جواب دے تو میں دین اسلام کو قبول کر کے اس کے احکام و دستورات کی اطاعت کروں، ضمنی طور پر اپنے

ان اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کروں اور اگر صحیح و کافی جواب نہ دے سکے تو جہاں سے آیا ہوں

وہاں واپس چلا جاؤں اور اسلام کو قبول نہ کروں۔

ابوبکر: آپ، سوالات بیان کرو؟

راہب: کوئی حرج نہیں ہے لیکن تم مجھ کو اپنی اور اپنے دوستوں کی اذیت و غصہ سے امان و آزادی دو۔

ابوبکر: تم امان میں ہو، جو کہنا چاہتے ہو کہو!

راہب: مجھے بتاؤ کہ وہ کیا ہے، جو خدا کیلئے نہیں ہے؟

وہ کیا نہیں رکھتا؟ خدا سے کیا نہیں ہے؟ اور خدا کیا نہیں جانتا؟

ابوبکر حیران رہ گئے اور جواب سے عاجز رہے، تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھنے کے بعد حکم دیا کہ عمر بن

خطاب کو بلاؤ۔ وہ آ کر ان کے بازو میں بیٹھ گئے، ابوبکر نے راہب سے کہا اپنے سوالات ان سے پوچھو۔

راہب نے عمر کی طرف رخ کرتے ہوئے اپنی بات کی تکرار کی۔ عمر بن خطاب نے بھی ابوبکر کی مانند

سر جھکا لیا اور جواب سے عاجز رہے، اسی وقت عثمان بن عفان وارد مسجد ہوئے اور ان دونوں کے بازو میں

بیٹھ گئے، راہب نے اپنی بات کو پیش کیا، راہب نے اپنے سے کہا یہ سب پیر و بزرگ لوگ ہیں لیکن افسوس

کہ انھیں اپنے اوپر غرور و تکبر ہے پھر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر جناب سلمان حاضر تھے،

جلدی سے حضرت علی کے پاس آئے اور مسجد کے واقعہ کو بیان کیا۔

امیر المومنین اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے گھر کے صحن میں موجود تھے، آپ کا گھر مسجد کے بازو میں

تھا اور سلمان کے تقاضہ کے سبب مسجد میں آئے جیسے ہی جمعیت نے آپ کو دیکھا خوشحال و مسرور ہوئے،

سب نے کبیر بلندگی اور حمد و شکر کیا اور ان کو عزت و احترام سے ایک جگہ بٹھایا۔

ابوبکر نے راہب سے کہا کہ تم جس کو چاہتے تھے وہ حاضر ہیں جو پوچھنا چاہتے ہو ان سے پوچھو؟

راہب نے آپ کی سمت متوجہ ہو کر کہا:

اے جوان! تمہارا نام کیا ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا: مجھے یہودی الیا اور عیسائی الیا اور قرآن میں علی اور میری ماں حیدر کہتی ہیں۔

راہب: پیغمبر اسلام سے تمہارا تعلق ورشتہ کیا ہے؟

امیر المومنین: میں ان کے چچا کا بیٹا، ان کا داماد اور بھائی ہوں۔

راہب: عیسیٰ کی قسم! آپ ہی میرا مقصود ہیں، آپ مجھے بتائیے کہ وہ کیا ہے، جو خدا کے نہیں ہے اور

خدا سے نہیں ہے، اور خدا سے نہیں جانتا؟

امیر المومنین: جو خدا کیلئے نہیں ہے، وہ بیوی اور فرزند ہے، کیونکہ خدا اہل و عیال نہیں رکھتا (کچھ عیسائی

گمراہ ہو گئے اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں) جو خدا سے نہیں ہے وہ ظلم ہے، وہ عادل ہے اس سے

کبھی ظلم تم نہیں ہوگا۔ جو خدا نہیں جانتا وہ اس کا شریک ہے کہ خدا کسی کو اپنا شریک نہیں جانتا۔

راہب نے کھڑے ہو کر اپنی کر کے پتہ کو کھولا اور امیر المومنین کی پیشانی کا بوسہ دیکر کہا کہ میں

گواہی دیتا ہوں کہ خدا، ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، میں گواہی دیتا ہوں محمد خدا کی طرف سے

رسالت و نبوت پر مبعوث ہوئے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ دوصی پیغمبر اور امت اسلامی کے امین،

دین کا مہدیان، علم و حکمت اور برہان کا سرچشمہ ہیں۔

میں نے آپ کا نام توریت میں ایلیا، انجیل میں ایلیا، قرآن میں علی اور گذشتہ کتابوں میں حیدر پڑھا

ہے۔ میں اپنی معلومات و اطاعت کے سبب معتقد ہوں کہ آپ ہی رحلت پیغمبر کے بعد خلافت اور ان کی

امت کی پیشوائی نیز امارت کیلئے دوسروں سے زیادہ لائق و سزاوار ہیں۔

پس آپ کے امور اس امت کے ساتھ کیسے ہیں؟

امیر المومنین نے راہب کی بات کا مختصر و مجمل جواب دیا۔

راہب اٹھا اور اپنے اموال امیر المومنین کے حوالہ کئے، آپ نے وہ تمام مال، سونا و چاندی مدینہ کے

فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم فرمائے اور مسجد سے باہر چلے گئے۔

ظلم و جور کے بارے میں امیر المومنین کا کلام

روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنین کے سامنے تذکرہ ہوا کہ آپ کے اصحاب خدا کے عدل و ظلم کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں، یہ سن کر امام اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد میں آ کر منبر پر تشریف لے گئے۔ پروردگار کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جان لو کہ جب خدا نے انسان کو خلق کیا تو اس نے چاہا کہ تمام انسان آداب پسندیدہ کے مطابق عمل کریں اور صفات حمیدہ و اخلاق شریفہ سے متصف ہوں۔ ہاں یہ باتیں خود بخود متحقق و عملی نہیں ہو سکتیں، بلکہ ان مظلومہ و غیر مظلومہ، صفات حمیدہ و ناپسندیدہ آداب و اعمال کی وضاحت ہونا چاہیے، کیونکہ یہ امر خیر و صلاح کی طرف دعوت اور شر و فساد کی ممانعت پر موقوف تھا، امر و نہی اور دعوت اس صورت میں اثر بخش اور نتیجہ خیز ہوتی کہ اس کے بعد مفید وعدوں اور سخت خوف و تحذیر کا بیان ہوتا، جو ترغیب و تشویق، خواہشات نفسانی و لذائذ جسمانی کے وسیلہ سے ہونا چاہئے جیسے ماڈی و محسوس مصیبتوں اور عذابوں کے ذریعہ ڈرانا، اس لحاظ سے جب انسان پیدا ہوا اور اس جہان میں زندگی بسر کرنے لگا تو بہشت کی نعمت و لذت اور خوشی و آرام کے بہت سے نمونہ اس دنیا میں دکھائے گئے تاکہ ان مختصر نمونوں سے حقیقی خوشیوں تک پہنچ سکے، اس طرح دوزخ کی سختیوں، شکنجوں اور عذابوں کے نمونہ بھی ظاہر و نمایاں ہوئے تاکہ ان جزئیات اور علامتوں سے وہاں کی بڑی بڑی مصیبتوں کی خصوصیات سمجھی جاسکے۔ یہ وہی ہے جو تم ملاحظہ کر رہے ہو کہ دوزخ کی تمام نعمت و خوشی و آرام، غم و غصہ اور مختلف رنج و غم سے ملی ہوئی ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ کلام جاہل کے سامنے پڑھا گیا، اس نے کہا کہ یہ کلام جاہل ترین و بہترین کلام ہے جسے مومنین نے اپنی تالیف میں جمع کیا ہے اور محدثین نے بھی بیان کیا ہے، ابوعلی جب انی نے جاہل کی بات سنی تو کہا جاہل نے درست کہا، اس میں کسی طرح کی کمی و زیادتی کا احتمال نہیں ہے۔

جبر و تفویض کے بارے میں امیر المومنین کا کلام

امام علی نقی سے روایت کی گئی ہے: کہ آپ نے مسئلہ نفی جبر و تفویض میں اہل اہواز کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

امیر المومنین سے جنگ صفین کی مراجعت کے بعد ایک شخص نے پوچھا:

اے امیر المومنین! مجھے اہل شام سے جنگ و مقابلہ کے بارے میں بتائیے کہ یہ واقعہ پروردگار کی قضا و قدر کے اعتبار سے تھا یا نہیں؟

امیر المومنین نے اس کے جواب میں فرمایا: اے مرد بزرگوار! ہاں، تم لوگوں نے پہاڑ ذرہ و صحرا میں کوئی قدم نہیں رکھا مگر یہ کہ وہ خدا کی قضا و قدر کے مطابق تھا۔

اس مرد نے کہا! اس صورت میں اس سفر کی برداشت کی ہوئی تمام تکالیف و شدائد خدا کے حساب میں ہے اور ہمیں اس کا کوئی اجر و ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

امیر المومنین نے فرمایا: ہم کو اجر و ثواب کیوں نہیں ملے گا، جبکہ خداوند متعال نے تمہارے دشمن کی طرف جانے کیلئے اور جنگ سے مراجعت کیلئے اجر جزیل اور ثواب کثیر عین کیا ہے اور تم ان حالات و واقعات میں مجبور و مضطر نہیں تھے (بلکہ اپنے اختیار سے گئے اور واپس ہوئے)

اس شخص نے کہا: یا امیر المومنین! کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اس سفر کے رفت و آمد میں مختار و آزاد ہوئے جبکہ قضا و قدر الہی ہمیں اس واقعہ کی جانب کھینچ رہی ہے۔

امیر المومنین نے فرمایا: شاید تو حسی و عینی قدر و قضا سمجھ رہا ہے اور اسی کو مراد لے رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا یقیناً امر نہی، ثواب و عقاب اور جنت، دوزخ عیث و باطل ہو جائیں، مطیع و فرمانبردار و نیکوکار اشخاص اور عاصی و بدکار افراد سادی ہو جائیں بد کردار اشرار کی ملامت و مذمت اور نیکوکار و خوش رفتار لوگوں کی مدح و

ثنا اور تشویق نہیں کی جاسکتی، نیکو کار کو جزائے خیر میں کوئی اولویت نہ ہوتی اور بد کردار کیلئے اعمالِ بد کی سزا و عقاب میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

یہ بات بت پرستوں کے کلامِ کبیرج ہے اور شیطان کے پیروکاروں اور حُرّین کے مخالفوں، دروغ و بہتان کی تصدیق کرنے والوں اور گمراہوں کی باتیں ہیں۔

ایسا اعتقاد رکھنے والے اس امت کے مجوسی اور قدری شمار ہوں گے۔

وہ لوگ نہیں جانتے کہ پروردگار نے حکم دیا ہے دراصل ایک لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ اپنے اختیار سے اس کے امر و حکم کی اطاعت کریں۔ اس نے نبی کی ہے دارا خلیفہ اس کی روک تھام ڈرانے و دھمکانے کی خاطر ہے اس کی نکالیف بہل و آسان اور بندوں کے حدود قدرت میں ہے، لوگوں کی مخالفت و نافرمانی نہ تو خدا کے ضعیف و کمزور اور مغلوب ہونے کے سبب ہے اور نہ تو لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری اس کے زور و زبردستی کی وجہ سے ہے۔ انبیاء و رسولوں کی بعثت کا بیہودہ و عبث نہیں، آسمانی کتابوں کا نزول و تقویٰ مہمل نہیں ہے، زمین و آسمان اور دوسری مخلوقات کی خلقت باطل و بے فائدہ نہیں، رہ گیا منکرین خدا غلط فکر اور عناد کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور کافروں کیلئے جہنم اور اس کا عذاب سخت ہے۔

پھر امیر المؤمنین نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَةً...﴾

تمہارے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ اس کی بندگی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

(سورہ اسراء، آیت ۲۲)

وہ شخص نہایت خوش و مسرور ہو کر امیر المؤمنین کے پاس سے اٹھ کر یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا۔

(ترجمہ) آپ وہ امام و پیشوا ہیں کہ جن کی ذات سے ہم امیدوار ہیں کہ آپ کی اطاعت و پیروی کے ذریعہ روز قیامت پروردگار ہماری مغفرت کرے گا، حقائق دین میں سے جو میرے لئے مشتبه تھا وہ آپ نے روشن کر دیا، خدا آپ کو جزائے خیر عنایت کرے، عمل قبیح کرنے والے شخص کو کوئی عذر و بہانہ نہیں ہے اور اس کے فسق و منحصیت کو غیر کبیرج نسبت نہیں دینی جاسکتی، ہرگز یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ جس نے

فحشاء و منکرات سے منع کیا ہے وہی اس کے عمل کا سبب ہے یا جو پروردگار خیر و صلاح اور عدالت کا خواہاں ہے اور خود قادر و بے نیاز و مہربان ہے وہی اولیاء سے عداوت اور ان پر ظلم و ستم اور قتل کا حامی بھی ہوتا ہے، یقیناً ایسا عقیدہ عداوت و غضب الہی کا موجب ہے اور شیطانی و سوسہ شمار ہوتا ہے۔

قضا و قدر کیا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص امیر المؤمنین کی خدمت میں شریفاب ہوا اور عرض کیا جس قضا و قدر کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کیا ہے؟

امیر المؤمنین نے فرمایا: قضا و قدر یعنی پروردگار کا اپنی اطاعت کا حکم دینا اور اپنی مخالفت و نافرمانی سے روکنا، اعمال خیر و پسندیدہ کے انجام دینے اور برے افعال کے ترک کرنے کیلئے بندوں کو طاقت دینا، اپنی خوشنودی اور اپنے تقرب کی توفیق دینا اور مدد کرنا، راہ معصیت پر چلنے والے اشخاص کی مدد نہ کرنا، اچھی جزا کے وعدے کرنا اور برے اعمال کے برے انجام کا یاد دلانا، رغبت و شوق دلانا، ڈرانا و خوف دلانا۔

یہ سب خدا کی قضا و قدر کے معانی ہیں۔ ہمارے اعمال کے بارے میں اس کے علاوہ جو مفہوم بیان کیا جائے، وہ قابل تصدیق اور لائق اعتماد نہیں ہے بلکہ عمل کے باطل ہونے اور حسنات کے محو ہوجانے کا سبب ہوگا، تم کو ان کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس مرد نے کہا:

یا امیر المؤمنین! آپ نے مجھے سکون و اطمینان بخش دیا اور دل کے اضطراب سے نجات دیدی۔

قضا و قدر کے بارے میں

روایت کی گئی ہے کہ امیر المؤمنین سے قضا و قدر کے معنی پوچھے گئے؟

آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ خدا نے لوگوں کو خود انہیں پر چھوڑ دیا ہے اور ان کے امور خود انہیں کے ذمہ کر دیا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے اللہ تعالیٰ کے مقدس مقام کی توہین و تحقیر کی ہوگی۔

یہ بھی نہ کہو کہ خداوند عالم نے لوگوں کو ان کے گناہ و معصیت کی نسبت مجبور و عاجز بنایا ہے کیونکہ اس صورت میں تم نے قادر مطلق و مہربان خدا کو ظالم و ستمگر سمجھ لیا ہے۔

بلکہ ایسا کہنا چاہئے کہ اطاعت اور اعمال صالح خدا کی توفیق و عنایات سے انجام پاتا ہے اور افعال بد اس کے لطف و کرم اور توفیق کے سلب ہو جانے کے نتیجہ میں انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔

منتوج رہنا چاہئے کہ یہ تمام امور اور اس کے تمام مراتب علم خدا میں مثبت و ضبط کئے ہوئے ہیں۔

کیا خدا دیکھا جاسکتا ہے؟

روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص نے آ کر امیر المومنین سے عرض کیا: یا امیر المومنین! مجھے پروردگار عالم

کے بارے میں بتائیے کیا آپ وقت عبادت اس کا مشاہدہ کرتے ہیں؟

فرمایا: ہاں میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ بغیر دیکھے ہوئے خدا کی عبادت کروں۔

عرض کیا امیر المومنین! آپ خدا کو کیسے دیکھتے ہیں؟

فرمایا: تم پرانوس! تمہارے خیال میں خدائے جہان کو اس آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، خدا ظاہری چشم

اور مادی دید کے ذریعہ نہیں دیکھا جاسکتا، بلکہ اسے چشم قلب، باطنی بصیرت اور نور عقل سے مشاہدہ کیا جاسکتا

ہے اور نور معرفت و ایمان کے وسیلہ سے درک کیا جاسکتا ہے۔

خداوند متعال اپنی آیات و علامات کی دلالت سے پہچانا گیا ہے اور خود اس کے واضح و روشن آثار

وعلامت سے اس کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔

پروردگار! لوگوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ظاہری حواس و قوتوں سے اس کا ادراک ہو سکتا ہے۔ یہ

سن کر وہ شخص امیر المومنین کے پاس سے یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا کہ:

خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت و خلافت کو کس محل و مقام پر رکھے۔

خداوند متعال کہاں ہے؟

روایت ہے کہ علماء یہود سے ایک نے ابو بکر سے آ کر پوچھا کیا تم جانشین پیغمبر ہو؟

ابو بکر نے کہا! ہاں، عالم یہودی! ہم تورات میں پڑھتے ہیں کہ انبیاء کے جانشین کو امت سے اہم و افضل ہونا چاہئے، آپ مجھے بتائیے کہ پروردگار عالم کہاں ہے؟

آبادہ آسمان میں ہے یا زمین میں ہے؟

ابو بکر! خدا آسمان میں عرش کے اوپر ہے۔

عالم یہودی ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ زمین خداوند عالم کے وجود سے خالی ہو، وہ ایک معین جگہ پر قرار پائے اور دوسرے مقامات سے وہ دور ہو۔

ابو بکر! یہ زندہ لیتوں اور بے دینوں کی باتیں ہیں، میرے پاس سے اٹھ کر دور ہو جاؤ، ورنہ حکم دول گاکہ تمہیں قتل کر دیں۔

وہ شخص نہایت حیرت و تعجب کے ساتھ اٹھ کر چل دیا اور واپس جاتے ہوئے دین اسلام کا مذاق کر رہا

تھا، وسط راہ میں امیر المؤمنین نے اس سے ملاقات کر کے فرمایا:

تمہارے سوال اور ابو بکر کے جواب کی مجھے اطلاع ہے، اس کے بارے میں میرا جواب یہ ہے کہ خدا نے مکان و مقام تو پیدا کیا ہے، اس کیلئے کوئی مکان نہیں ہے۔ وہ اس سے برتر اور بالاتر ہے کہ اس کو کوئی محل اپنے احاطہ میں لے، وہ تمام مکان پر محیط ہے اور تمام محل و مقام اس کی ذات القدس کی نسبت مساوی و برابر ہیں۔

تمہاری آسمانی کتابوں میں سے ایک میں جو بات وارد ہوئی ہے میں تمہیں بتاتا ہوں، تم میری

تصدیق کرو گے، کیا ایسی صورت میں میری بات قبول کر کے اس پر اعتقاد اور ایمان لاؤ گے؟

عالم یہودی کہاں!

امیر المؤمنین نے فرمایا: تمہاری آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز جناب موسیٰ بیٹھے تھے، ان کے پاس ایک فرشتہ مشرق سے آیا، نبی نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟

اس فرشتہ نے جواب دیا، پروردگار کی جانب سے آیا ہوں، دوسرا فرشتہ مغرب کی جانب سے آیا، جب نبی نے اس کی جگہ پوچھی اس نے جواب دیا، پروردگار کی سمت سے آرہا ہوں، اسی وقت ایک دوسرا آسمان سے آیا اس نے بھی نبی کے جواب میں کہا خدا کی طرف سے آرہا ہوں، پھر ایک دوسرا فرشتہ زمین کے نیچے سے آیا، نبی نے اس سے وہی سوال کیا، اس نے کہا زمین ہتھم اور جانب پروردگار سے آرہا ہوں۔

اس سے حضرت موسیٰ نے عرض کیا منزه و برتر ہے وہ خدا جو کسی مکان میں نہیں ہے اور کوئی محل اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا اور خدا کسی مکان معین میں دوسرے مکان سے نزدیک تر نہیں ہے۔

عالم یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق و حقیقت کا مطلب وہی ہے جو آپ نے فرمایا، آپ مقام خلافت اور صابیت کیلئے اولویت رکھتے ہیں۔

خدا مکان محدود نہیں رکھتا

شعسی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ اس خدا کی قسم جو سات پردوں کے ذریعہ پوشیدہ ہے۔

امیر المومنین نے اس کی جانب تازیانہ بلند کرتے ہوئے فرمایا:

تجھ پر افسوس! خداوند متعال اس سے برتر و بالاتر ہے کہ کسی چیز کے ذریعہ پنہاں اور پوشیدہ ہو یا اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہو، پاک ہے وہ پروردگار جسے مکان گھیر نہیں سکتا اور دنیا کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی، وہ تمام آسمانوں، زمینوں اور دنیا والوں سے باخبر و آگاہ ہے۔

اس شخص نے کہا کیا اپنی قسم کا کفارہ دینا لازم ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا: تو نے خدا کی قسم کھائی ہی نہیں کہ اس کا کفارہ دینا ضروری ہے کیونکہ جو سات طبقہ کے ساتھ پوشیدہ ہو وہ خدا ہی نہیں ہے اور تیری قسم اس خدا سے مخفی جو ایسا نہیں ہے۔

امام صادق سے منقول ہے: کہ علماء یہود میں سے ایک نے امیر المومنین سے آکر عرض کیا:

اے علی! آپ کا خدا کہاں ہے؟

امیر المومنین نے فرمایا: تجھ پر افسوس! کس نقطہ اور کس مکان کو فرض کیا جائے کہ پروردگار وہاں نہیں

ہے، لہذا تم کیسے اس کے محل و مقام کا استفسار و سوال کر رہے ہو؟

خداوند عالم ہر جگہ ہے، وہ ہر موجود سے قبل ہے، تصور نہیں ہو سکتا، کہ اس سے پہلے کوئی چیز وجود رکھتی

ہو، اس کے بعد کسی موجود کا ہونا باطل اور غلط ہے، اس کیلئے کوئی انتہا نہیں ہے، تمام انتہا اس کے ابدی وجود

کے مقابل ختم ہو جاتے ہیں، وہ تمام انتہا و موجودات کا انتہی اور مرجع ہے۔ عالم یہودی نے کہا:

یا امیر المومنین! کیا آپ پیغمبر ہیں؟

امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا:

تجھ پر افسوس ہے، میں پیغمبر اسلامؐ خاتم النبیین کے غلاموں اور دوستوں میں سے ایک ادا غلام ہوں۔

اشفاق حسین

محرم الحرام ۱۴۱۷ھ مطابق فروری ۲۰۰۶ھ

فہرست

حصہ اول

۶	کچھ کتاب کے بارے میں	۱
۱۲	مقدمہ	۲
۱۴	تالیف کتاب کا سبب	۳
۱۴	احتجاج سے متعلق آیات	۴
۱۵	اہل علم و دانش کے فضائل	۵
۲۳	احتجاج رسول اکرمؐ	۶
۲۵	کیا رسول خدا نے احتجاج و مناظرہ کیا ہے؟	۷
۲۶	مخالفین، رسول اکرمؐ کی خدمت میں	۸
۲۸	رسول اکرمؐ کا یہودیوں سے احتجاج	۹
۳۰	نصارئی سے پیغمبر اسلامؐ کا احتجاج	۱۰
۳۳	دہریوں سے رسول اکرمؐ کا احتجاج	۱۱
۳۵	مانویوں سے رسول اکرمؐ کا مناظرہ و احتجاج	۱۲
۳۷	بت پرستوں سے رسول اکرمؐ کا مباحثہ و احتجاج	۱۳
۳۸	خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا	۱۴
۳۹	غیر خدا کا سجدہ	۱۵
۴۰	خانہ کعبہ کے مقابل عبادت کا مقصد	۱۶
۴۳	مشرکین سے رسول اکرمؐ کا احتجاج	۱۷

۴۷	مقام نبوت اور جاہ و ثروت.....	۱۸
۵۸	ابو جہل کی گفتگو.....	۱۹
۶۰	رسول اکرم کا مشرکین سے احتجاج.....	۲۰
۶۲	رسول اکرم کے نام ابو جہل کا خط.....	۲۱
۶۳	یہودیوں سے رسول اکرم کا احتجاج.....	۲۲
۶۶	قبلہ کے بارے میں یہودیوں سے رسول اکرم کا احتجاج.....	۲۳
۶۹	یہودیوں سے رسول اکرم کا احتجاج.....	۲۴
۷۱	یہودہ نواصب سے رسول اکرم کا احتجاج.....	۲۵
۷۵	رسول اکرم کا یہودیوں سے احتجاج.....	۲۶
۷۸	کیا رسول اسلام افضل انبیاء ہیں؟.....	۲۷
۷۹	یہودیوں سے رسول خدا کا احتجاج.....	۲۸
۸۳	رسول اکرم سے یہودی کا دو سوال.....	۲۹
۸۵	غزوہ تبوک میں منافقین سے رسول اکرم کا احتجاج.....	۳۰
۸۹	رسول اکرم اور کوہ تبوک کی گھائی.....	۳۱
۹۱	روز غدیر رسول اکرم کا احتجاج.....	۳۲
۹۳	روز غدیر خطبہ رسول اکرم.....	۳۳
۱۰۶	رسول اکرم کے جانشینوں کا تعین.....	۳۴
۱۱۰	رسول اکرم کے بعد بارہ خلیفہ.....	۳۵
۱۱۳	اوصیاء رسول اکرم.....	۳۶
۱۱۴	خلافت کے بارے میں احتجاج.....	۳۷

۱۱۵	لشکر سامہ اور وفات پیغمبر	۳۸
۱۱۷	تشکیل سقیہ و انتخاب	۳۹
۱۲۱	احتجاج حضرت علی	۴۰
۱۲۵	علی بن ابی طالب کی خلافت کا واقعہ	۴۱
۱۲۸	خالد ابن سعید کا بیان احتجاج	۴۲
۱۳۰	سلمان فارسی کا احتجاج	۴۳
۱۳۲	احتجاج حضرت ابوذر غفاری	۴۴
۱۳۳	احتجاج مقداد ابن اسود	۴۵
۱۳۴	احتجاج بریدہ اسلمی	۴۶
۱۳۵	احتجاج جناب عمار یاسر	۴۷
۱۳۷	احتجاج ابی ابن کعب	۴۸
۱۳۸	احتجاج خزیمہ ابن ثابت	۴۹
۱۳۹	احتجاج ابوالمشیم تہیان	۵۰
۱۴۰	احتجاج سہیل ابن حنیف	۵۱
۱۴۱	احتجاج عثمان ابن حنیف	۵۲
۱۴۲	احتجاج حضرت ابوایوب انصاری	۵۳
۱۴۳	ابوبکر کا تاثر اور ان کی تغیر حالت	۵۴
۱۴۵	عمر کا، بکر کی بیعت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنا اور خانہ فاطمہ کا جلانا	۵۵
۱۴۷	بعد وفات رسول اکرم	۵۶
۱۵۰	امیر المومنین علی کی خلافت کا واقعہ	۵۷

۱۵۷	تأثرات حضرت زہراؑ	۵۸
۱۵۸	اسامہ کی بیعت کا واقعہ	۵۹
۱۶۰	ابوبکر کا خط اپنے باپ کے نام	۶۰
۱۶۲	امیر المومنین علیؑ کے بارے میں ابوبکر کا کلام	۶۱
۱۶۳	امیر المومنین و عباس ابن عبدالمطلب	۶۲
۱۶۵	امارت و ولایت کے موضوع پر ابوبکر کی گفتگو	۶۳
۱۶۶	فدک کے بارے میں علیؑ کا ابوبکر سے احتجاج	۶۴
۱۶۹	علیؑ ابن ابی طالب و خالد ابن ولید	۶۵
۱۷۱	غضب فدک کے بعد ابوبکر کے نام علیؑ کا خط	۶۶
۱۷۳	علیؑ ابن ابیطالب کا خط	۶۷
۱۷۵	حضرت زہراؑ کا فدک کے بارے میں خطبہ اور احتجاج	۶۸
۱۷۷	خطبہ میں احکام الہی کا فلسفہ	۶۹
۱۷۹	فاطمہؑ ہر اپنا تعارف کراتی ہیں	۷۰
۱۸۳	مطالبہ فدک اور احتجاج	۷۱
۱۸۵	انصار کی سرزنش اور ان سے طلب امداد	۷۲
۱۸۸	ابوبکر کا جواب	۷۳
۱۹۰	بنت رسول کا جواب	۷۴
۱۹۲	بنت رسول کے پاس خواتین مدینہ	۷۵

حصہ دوم

۱۹۶ خلافت علی بن ابیطالب کے بارے میں سلمان فارسی کا احتجاج	۷۶
۱۹۸ احتجاج ابی ابن کعب در بارہ خلافت علی	۷۷
۲۰۱ بیعت کے بعد، ابو بکر کا اظہار مسرت اور حضرت علی کا احتجاج	۷۸
۲۰۹ اہل شرای کے سامنے اپنی اولویت کیلئے حضرت علی کا احتجاج	۷۹
۲۱۲ حضرت علی کا انصار و مہاجرین سے اپنی فضیلت کے بارے میں احتجاج	۸۰
۲۱۸ طلحہ ابن عبید اللہ کا اعتراض	۸۱
۲۲۲ حضرت علی کا اپنا تعارف	۸۲
۲۲۳ مسجد الحرام میں جناب ابو ذر کا رسول خدا کی دو حدیث بیان کرنا	۸۳
۲۲۵ علی ابن ابیطالب کا عثمان سے احتجاج	۸۴
۲۲۶ ایک شخص کا حضرت علی کے مقابلہ میں فخر و مباہات	۸۵
۲۲۷ امیر المومنین صدیق و فاروق ہیں	۸۶
۲۲۸ فضائل امام علی کے اثبات کا احتجاج	۸۷
۲۳۰ امیر المومنین کا ناکھین کے ساتھ احتجاج	۸۸
۲۳۳ طلحہ و زبیر سے امیر المومنین کا احتجاج	۸۹
۲۳۳ حضرت علی ابن ابیطالب کا خطبہ	۹۰
۲۳۶ طلحہ و زبیر سے امیر المومنین کا گفتگو	۹۱
۲۳۸ زبیر ابن عوام سے امیر المومنین کی گفتگو	۹۲
۲۴۲ جنگ جمل و عائشہ	۹۳
۲۴۳ ام سلمہ کی عائشہ سے ملاقات	۹۴

۲۴۷	۹۵	ام سلمہ کا عائشہ سے احتجاج
۲۵۰	۹۶	امیر المومنین کا اہل بصرہ سے احتجاج
۲۵۵	۹۷	اہل اسلام سے قتل و جنگ سے امیر المومنین کا احتجاج
۲۵۷	۹۸	حسن بصری سے امیر المومنین کا احتجاج
۲۵۹	۹۹	امیر المومنین کا کلام حسن بصری کے بارے میں
۲۶۰	۱۰۰	اپنے صحاب سے امیر المومنین کا احتجاج
۲۶۵	۱۰۱	کلام امیر المومنین
۲۷۳	۱۰۲	امیر المومنین کا معاویہ کے ساتھ احتجاج
۲۷۸	۱۰۳	امیر المومنین کا خط معاویہ کے نام
۲۸۱	۱۰۴	امیر المومنین کا دوسرا خط معاویہ ابن ابوسفیان کے نام
۲۸۲	۱۰۵	معاویہ کا نوشتہ اور جواب امیر المومنین
۲۸۳	۱۰۶	قتل ابراہین یا سر کے بارے میں
۲۸۵	۱۰۷	عمر و عاص کے نام امیر المومنین کا خط
۲۸۶	۱۰۸	عمر و عاص کی بات کا امیر المومنین کا جواب
۲۸۷	۱۰۹	محمد ابن ابوبکر کا خط معاویہ کے نام
۲۸۸	۱۱۰	معاویہ کا جواب محمد ابن ابوبکر کے نام
۲۹۱	۱۱۱	امیر المومنین کا خوارج سے احتجاج
۲۹۳	۱۱۲	امیر المومنین کا خوارج سے مناظرہ
۲۹۵	۱۱۳	حکیمین کے بارے میں کلام امیر المومنین
۲۹۶	۱۱۴	امیر المومنین کا خوارج کے اعتراض پر جواب

۳۰۱	۱۱۵	امیر المومنین کا احتجاج
۳۰۲	۱۱۶	اشعث کی بات اور جواب امیر المومنین
۳۰۹	۱۱۷	امیر المومنین کے ساتھ رسول اکرم کی گفتگو
۳۱۱	۱۱۸	امیر المومنین سے رسول اکرم کی وصیت
۳۱۳	۱۱۹	امیر المومنین کے جہاد کی خصوصیات کے بیان میں
۳۱۵	۱۲۰	افضلیت امیر المومنین
۳۱۷	۱۲۱	رسول خدا اور مرغ بریان
۳۲۰	۱۲۲	توحید کے بارے میں امیر المومنین کی گفتگو
۳۲۲	۱۲۳	امیر المومنین کی ایک راہب سے ملاقات
۳۲۶	۱۲۴	ظلم و جور کے بارے میں امیر المومنین کا شکلام
۳۲۷	۱۲۵	جبر و تنویض کے بارے میں امیر المومنین کا کلام
۳۳۰	۱۲۶	قضا و تدبیر کیا ہے؟
۳۳۱	۱۲۷	قضا و تدبیر کے بارے میں
۳۳۲	۱۲۸	کیا خدا دیکھا جاسکتا ہے؟
۳۳۳	۱۲۹	خداوند متعال کہاں ہے؟
۳۳۵	۱۳۰	خدا کا نام محدود نہیں رکھتا
۳۳۷	۱۳۱	فہرست

حاشیہ

حاشیہ ص ۸۵:

نبی کا یہ فرمان حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسی مفہوم کے ساتھ صحیح بخاری کتاب المناقب، کتاب المغازی، مسلم کتاب فضائل صحابہ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہے۔ منقول از مناقب علی و حسین و امہما فاطمہ الزہراء مصنف محمد فواد عبدالباقی۔

حاشیہ ص ۹۳

آیت بلغ سورة مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ ہے اور یہ آیت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اس آیت کے ذریعے نبی کو حکم دیا کہ آپ مولا علی کی ولایت کا اظہار سب لوگوں کے سامنے فرمائیں اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے رسالت کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ تفسیر درمنثور میں بھی اس آیت کا علی کی شان میں نازل ہونا لکھا ہوا ہے۔

اور جب نبی پاک نے مولا علی کی ولایت اور ان کے مولا ہونے کا خطبہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ”جس کا میں مولا ہوں تو علی بھی اس کا مولا ہے۔“ (مسند احمد) سیوطی کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ منقول از مناقب علی و حسین و امہما فاطمہ الزہراء مصنف محمد فواد عبدالباقی

تو اللہ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ”میں نے تمہارے دین کو کامل کر

دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے (اس) دین اسلام کو پسند کیا۔ سورۃ
المائدہ ۳۱ یہ آیت بھی مولاً علی کی شان میں نازل ہوئی ملاحظہ کریں۔ تفسیر درمنثور
ارجح المطالب، غدیر خم کے واقعے کی مزید تفصیل کیلئے کتاب ”خلاصہ الغدیر“
مصنف علی اصغر خراسانی کی طرف رجوع کریں۔

حاشیہ ص ۱۰۲

حدیث ثقلین لا تعداد لوگوں نے روایت کی ہے اور لا تعداد علماء نے اسے
اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کچھ کے نام یہ ہیں:

مسلم ترمذی، طبقات ابن سعد، مسند احمد بن حنبل، خصائص نسائی وغیرہ
وغیرہ۔ ہم نے یہ تفصیل رئیس المناظرین حضرت علامہ میر حامد حسین ہندیؒ کی
لاجواب کتاب عقبات الانوار کی جلد حدیث ثقلین سے لی ہے۔

حاشیہ ص ۱۰۹

واضح رہے کہ آئمہ اثنا عشر کے اسماء نبیؐ نے پہلے ہی بتادیئے تھے۔ چنانچہ
اسی قسم کی ایک روایت ینابیع المودۃ میں بھی موجود ہے جس میں نبیؐ نے بارہ آئمہ
کے نام لیے ہیں۔

حاشیہ ص ۱۱۳

نبیؐ نے فرمایا ”اے مسلمانوں کے گروہ! جوان اہل خیمہ سے صلح رکھے گا
میری اس سے صلح ہے اور جس کی ان سے لڑائی ہے میری اس سے لڑائی ہے ان کا
دوست میرا دوست ہے۔ ان سے وہی محبت کرے گا جو انتہائی سعادت مند اور

اچھی ولادت والا ہے اور ان سے وہی دشمنی اور بغض رکھے گا جو انتہائی بد بخت اور گھٹیا ولادت والا ہے۔“ اہل خیمہ سے مراد علیؑ سیدہ فاطمہؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ جلد ۳
حاشیہ ص ۱۱۹

یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت عمر میدان جنگ سے بھاگ جایا کرتے تھے چنانچہ ان کا اپنا اقرار جرم ہے کہ ”حضرت عمر نے یوم جمعہ کو خطبہ دیا اور آل عمران کی تلاوت کی۔ خطبہ کے وقت اس سورت کی تلاوت آپ کو اچھی لگتی تھی۔ جب آپ ان الذین تو لو انکم یوم النقی الجمعن“ (آل عمران ۱۵۵) تک پہنچے تو فرمایا جب غزوہ احد ہوا تو ہم بھاگ گئے۔ میں بھی بھاگ گیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں اپنے آپ کو یوں چھلانگیں مارتا ہوا دیکھتا گویا میں پہاڑی بکرا ہوں،“ تفسیر درمنثور جلد ۲ اردو
حاشیہ ص ۱۲۰

سقیفہ میں سعد بن عبادہ کا مخالفت کرنا تاریخ طبری جلد ۲ اردو میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ ”چند روز ان سے تعارض نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد ان سے کہلا کر بھیجا گیا کہ چونکہ تمام لوگوں نے اور خود تمہاری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے تم بھی آ کر بیعت کرو۔ سعد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ میں تمہارے مقابلے میں اپنا ترکش خالی نہ کر دوں۔ اپنے نیزے کو تمہارے خون سے رنگین نہ کر لوں۔ سعد نہ ابو بکر کی امامت میں نماز پڑھتے تھے اور نہ جماعت

میں شریک ہوتے۔ حج میں بھی مناسک کو ان کے ساتھ ادا نہ کرتے۔ ابو بکر کے انتقال تک ان کی یہی روش رہی۔“

سعد اور حضرت عمر کی لڑائی ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے ”عمر نے اسے اٹھا لیا اور بھر سعد پر چھپے اور لوگ بھی سعد پر جھپٹے۔“ اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر پیش آیا اور تو تو میں میں ہونے لگی۔ ابو بکر اس سے دور رہے۔ جس وقت سعد پر لوگ چڑھ گئے کسی نے کہا کہ تم لوگوں نے سعد کو مار ڈالا۔ عمر نے کہا اللہ اسے ہلاک کر دے وہ منافق ہے عمر کی تلوار کے سامنے ایک پتھر آ گیا اور ان کی ضرب سے وہ قطع ہو گیا۔ ناظرین اس مار دھاڑ اور طاقت کے بل بوتے پر یہ خلافت پروان چڑھی۔

حاشیہ ص ۱۲۲

آل محمدؐ نبیؐ کا کفن و دفن کا نظام کر رہے تھے اور یہ خلافت کے پجاری ستیقہ میں خلافت کا انتظام کر رہے تھے چنانچہ مصر کے ایک مشہور عالم دین رشید رضا اپنی کتاب ”امامت عظمیٰ“ میں لکھتے ہیں ”صحابہ نے نصب خلیفہ کو نبی کریمؐ کی تجہیز و تکفین پر بھی مقدم کیا اور یہی معتمد علیہ ہے۔“

زید ابن ارقم کا حدیث غدیر کی تصدیق نہ کرنا اور مولانا علیؑ کی بددعا سے اس کا بیانی سے محروم ہونا انسان العیون جلد ۶ اردو میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۱۲۶

”مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے

تخلف کیا اور حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے۔ ان میں عباسؑ، فضل بن عباسؑ، زبیر بن العوامؑ، خالد بن سعیدؑ، مقداد بن عمروؑ، سلمان فارسیؑ، ابوذر غفاریؑ، عمار بن یاسرؑ، البراء بن عازبؑ اور ابی بن کعب شامل تھے۔ یہ الفاظ عالم اسلام کے ایک مشہور مورخ جن کے بارے میں شبلی نعمانی کہتے ہیں۔ احمد بن ابی یعقوب کا تب عباسی یہ تیسری صدی کا مورخ ہے۔ مجھ کو اس کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے۔ لیکن اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کا دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا۔ اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا۔ اس کی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے یورپ میں بمقام لیڈن ۱۸۸۳ عیسوی میں چھاپی گئی ہے۔“ (الفاروق)

مولانا علیؒ کا یہ فرمان کہ میں اس وقت دوش پرعبانہ ڈالوں گا جب تک کہ قرآن مجید جمع و مرتب نہ کر لوں۔ الاقان فی علوم قرآن میں بھی موجود ہیں واضح رہے کہ الاقان کے مطابق مولانا علیؒ کے مصحف میں سورۃ اقرء اول سورت تھی۔ پھر المدثر۔ المزمل، تبت اور تکویر تھیں۔

حاشیہ ص ۱۲۹

خالد ابن سعید اور اس کے بھائیوں نے ابو بکر کی بیعت کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا۔ خالد نے بنی ہاشم سے کہا آپ خاندان بنی ہاشم قد آور درخت کی مانند ہیں اور ہم بھی آپ کے تابعدار ہیں استعیاب، اصابہ منقول از قصہ

عبداللہ ابن سبأ جلد ۱

حاشیہ ص ۱۳۱

مسلمان نے کہا: ایک معمر انسان کو منتخب کر کے اپنے پیغمبر کے خاندان کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر خلافت کو پیغمبر کے خاندان میں رہنے دیتے تو دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہیں کرتے اور لوگ اس درخت کے میوؤں سے بیشتر مستفید ہوتے۔ ابو بکر جوہری سقیفہ بروایت ابن ابی الحدید۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سبأ

حاشیہ ص ۱۳۲

ابو ذر نے فرمایا تم لوگوں نے تھوڑی سی چیز کو حاصل کر کے اسی پر اکتفا کیا اور پیغمبر کے خاندان کو کھو دیا۔ اگر اس کام کو اہلبیت رسول کے سپرد کرتے تو دو آدمی بھی آپ کے نقصان میں آپ سے مخالفت نہ کرتے۔ جوہری کتاب سقیفہ۔ منقول از قصہ عبداللہ ابن سبأ

حاشیہ ص ۱۳۶

حضرت عمر کا سیدہ فاطمہ کے گھر آگ سے حملہ کرنا ان کتابوں میں مذکور ہے۔ الفاروق تاریخ یعقوبی الامامت والسیاست وغیرہ وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۵۳

خلفاء نے سیدہ کے گھر پر حملہ کیا اور پھر سیدہ کے شکم اور پہلو پر ایسی ضرب لگائی کہ محسن ساقط ہو گئے۔ شہرستانی المملک والنحل منقول از قصہ عبداللہ ابن سبأ

حاشیہ ص ۱۵۹

اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ مولانا علی نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی اس کا

مطلب مصالحت کیونکہ پچھلی روایات بھی یہی بتا رہی ہیں کہ مولا علیؑ نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ زبردستی ان کے ہاتھ کو کھینچ کر بیعت کروائی گئی اور آپؑ نے اپنے ہاتھ کو کھینچا یعنی آپؑ نے بیعت نہیں فرمائی بلکہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ اور پھر اتنی جلدی بیعت کرنا تو مکتب خلفاء کی مستند کتاب بخاری کی اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ ”حضرت فاطمہؑ کو حضرت ابو بکر پر غصہ آیا انہوں نے ان کی ملاقات ترک کر دی اور مرنے تک ان سے بات نہ کی۔ وہ آنحضرتؐ کے بعد صرف چھ مہینے تو زندہ رہیں جب ان کی وفات ہوئی ان کے خاوند حضرت علیؑ نے رات ہی کو ان کو دفن کر دیا اور ابو بکر کو ان کی وفات کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے ان پر نماز پڑھی اور جب تک حضرت فاطمہؑ زندہ تھیں تو لوگ علیؑ پر بہت توجہ رکھتے تھے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؑ نے دیکھا لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے معلوم ہوتے ہیں اس وقت انہوں نے ابو بکر سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ بخاری کتاب المغازی۔ اس روایت سے بھی اتنی جلد بیعت کرنا ثابت نہیں ہے۔ شیعہ محققین کے نزدیک مولا علیؑ نے خلفاء کی آخری وقت تک بیعت نہیں کی۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کیلئے کتاب اثبات امامت کی طرف رجوع کیا جائے۔

حاشیہ ص ۱۶۶

حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں نبی کا یہ فرمان انسان العیون میں بھی

موجود ہے۔

نبی پاک نے فدک سیدہ کو اپنی حیات میں عطا فرما دیا تھا۔ ملاحظہ کریں
معارض البیوۃ، ینابیح المودۃ، تفسیر درمنثور ۲، تفسیر مظہری ۷۔

انسان العیون جلد ۶ ص ۵۳۳ اردو دارالاشاعت میں لکھا ہے۔

”غلامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابو بکر نے فدک کی جائیداد کے متعلق
حضرت فاطمہ کے لیے تحریر لکھ دی تھی۔ اسی وقت حضرت عمر شریف لائے اور
پوچھا یہ کیا ہے۔ ابو بکر نے کہا: میں نے فاطمہ کے لیے ان کے والد مکرم کی
میراث کے سلسلے میں تحریر لکھ دی ہے۔ عمر نے کہا کہ پھر آپ مسلمانوں کی
ضروریات پر کہاں سے خرچ کریں گے جبکہ آپ کو معلوم ہے عرب آپ کے
ساتھ برسر جنگ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے وہ تحریر لے کر پھاڑ دی۔“

سیدہ نے فدک کا مطالبہ کیا ملاحظہ کریں بخاری ۲، مسلم ۵، تاریخ یعقوبی ۲،
وفاء الوفاء ۳ ان کتب میں مطالبہ فدک اور ابو بکر سے وفات تک سیدہ کی
ناراضگی لکھی ہوئی ہے۔ اور صواعق الحرقۃ وغیرہ میں ظلی گواہ اور سیدہ کا علیؑ ام
ایمن اور حسن و حسینؑ کو پیش فرمانا اور خلفاء کا ان بزرگوں کی گواہیوں کو رد کرنا لکھا
ہوا ہے۔

حاشیہ ص ۱۷۳

یہ بات کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ایک عجیب سی رام کہانی ہے جس کی
نسبت رسول اللہؐ کی طرف معاذ اللہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث نہ تو نبیؐ کی
اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہؑ نے سنی۔ نہ مولا علیؑ نے سنی نہ حسینؑ نے سنی نہ ام ایمنؑ نے

سنی نہ کسی ام المومنین بشمول حضرت عائشہ نے سنی۔ کیونکہ ان سب نے میراث کا مطالبہ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، صواعق المحرقہ، ازالۃ الخفاء، مدارج النبوت وغیرہ۔

حاشیہ ص ۱۷۴

نبی پاک نے مولا علیؑ کو بتا دیا تھا کہ یہ امت تمہارے ساتھ دھوکا کرے گی اس لیے آپؐ نے منافقین سے جنگ نہیں کی اور تلوار نہیں اٹھائی۔ نبی نے فرمایا کہ ”علیؑ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے مجھ سے جو عہد لیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بعد امت میرے ساتھ بے وفائی کرے گی۔“ خصائص کبریٰ جلد ۲۔ پھر فرمایا۔ ”اے علیؑ! میری امت میرے بعد تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دے گی۔“ کنز العمال منقول از اثبات امامت۔ پھر کہا ”میں نے کہا میں انہیں اور جسے وہ اختیار کریں گے ترک کر دوں گا۔ خدا اور رسول اور دار آخرت کو اختیار کروں گا۔ اور راہ خدا میں جس قدر مجھ پر مصائب و شدائد ڈھائے جائیں گے ان پر صبر کروں گا یہاں تک کہ آپ کے ساتھ ملحق ہو جاؤں۔ فرمایا سچ کہتے ہو۔ واقعاً تم ایسا ہی کرو گے۔ بار الہا علیؑ کو اس کی توفیق عطا فرما۔“ کنز العمال منقول از اثبات امامت

حاشیہ ص ۱۹۱

یہ روایت کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے قرآن کے بھی خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ ”میری بیوی بھی باپنچہ ہے بس تو مجھے اپنے

پاس تھے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنالے۔“ (مریم ۶، ۵) (زکریا کی دعا) ”اور داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں۔ بیشک یہ کھلا ہوا فضل الہی ہے۔“ نمل ۱۶

اس آیت کی تفسیر میں فتاویٰ کہتے ہیں کہ سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کی نبوت؛ آپؑ کے ملک اور آپؑ کے علم کے وارث بنے۔ تفسیر درمنثور۔ سورۃ مریم کی آیت کی تفسیر میں درمنثور میں یہ لکھا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ زکریا کی اولاد نہ تھی تو آپ نے اللہ کی بارگاہ میں میں التجا کی رب ہب لی من لدنک..... الایۃ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مال کا وارث بنے اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث بنے۔ ”ان کے نبی نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے وحی ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے.....“ بقرہ ۲۲۸ تفسیر خازن میں ہے کہ اس تابوت میں انبیاء کی تصویریں تھیں اور یہ تابوت نسل در نسل آگے جاتا رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ تک پہنچا۔

لڑکیوں کو حصے دینے کیلئے اللہ کا فرمان سورہ نساء ۱۱۔ ۷ تک میں بڑھ لیا جائے اور انہیں آیات کی تفسیر میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ اہل جاہلیت تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے اور لڑکیاں خالی ہاتھ رہ جاتیں تھیں تو اللہ نے ان کا

تاریخ یعقوبی اور انسان العیون۔ حضرت عائشہ کے دل میں علی سے بغض بھی تھا۔
حضرت علیؓ، حسین مصری و طبقات ابن سعد

حاشیہ ص ۲۳۹

حضرت ام سلمہؓ مولانا علیؒ کی طرف تھیں اور آپؐ نے اپنا بیٹا بھی مولانا علیؒ کے ساتھ بھیجا تھا۔

حاشیہ ص ۲۸۲

معاویہ نے وحی کی کتابت نہیں کی۔ کچھ خطوط وغیرہ کی کتابت کی ہوگی لیکن وحی کی کتابت نہیں کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہوا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے وحی کی کتابت بالکل نہیں کی۔ مدارج النبوت میں بھی ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ ایک مشہور عالم دین ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی اپنی کتاب خانوادہ نبوی و عہد نبی امیہ میں لکھتے ہیں۔ ”حافظ ابن حجر نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی مشہور و مستند کتاب ”الاصابہ“ میں معاویہ کے سوانح حیات میں لکھا ہے۔ ”زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور معاویہ حضورؐ اور عربوں کے مابین امور کی کتابت کرتے تھے۔ یعنی آنحضورؐ کے خطوط اور معاہدات لکھتے تھے۔ اور یہی بات ان سے قبل امام ذہبی نے معاویہ کے کافی طویل سوانحی خاکے میں لکھی ہے اور اس ”کتابت“ کی بھی حقیقت انہوں نے اس طرح بیان کی ہے:

وکتب صراطِ یسیرة (چند دفعہ ہی حضور کیلئے انہوں نے کتابت کی)“

خانوادہ نبوی و عہد بنی امیہ ص ۵۵

معاویہ اور اس کا باپ فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے ”یہ خود اور ان کے والد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں اور مولفہ القلوب میں داخل تھے ”مشکوٰۃ مدارج النبوت‘ منہاج السنۃ‘ المعارف ابن قتیبہ۔ منقول از استخلاف یزید۔

حاشیہ ص ۲۸۴

یہ حدیث بخاری میں بھی موجود ہے۔

حاشیہ ص ۲۸۶

واقعہ یہ ہے کہ جب مولا علیؑ نے جنگ صفین میں عمرو بن العاص پر حملہ کیا تو اس نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے اپنی شرمگاہ کو کھول دیا۔ مروج الذهب ۳ حاشیہ ص ۳۰۱

ناکشین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں بیعت کی اور بصرہ میں جا کر توڑ دی۔ قاسطین سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں اور مارقین سے مراد اصحاب نہروان ہیں۔ ان کے بارے میں نبیؐ نے پہلے اطلاع دے دی تھی۔ دیلمی، تاریخ ابن عساکر، اسد الغابہ ۱۵ منقول از ارجح المطالب

حاشیہ ص ۳۱۲

نبیؐ نے فرمادیا تھا کہ علیؑ قرآن کے مفہوم اور مطلب پر لڑائی کریں گے۔

مسند احمد۔ اسی مفہوم کی حدیث ترمذی میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی و حسنین و امہما فاطمہ الزہراء اخصائیں کبریٰ میں بھی یہ حدیث حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے موجود ہے۔

حاشیہ ص ۳۱۸

حدیث طبر ترمذی، مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ منقول از مناقب علی و حسنین و امہما فاطمہ و الزہراء و ینایج المودۃ۔ ینایج المودۃ میں لکھا ہوا ہے کہ ”حدیث طبر کو ۲۳ آدمیوں نے انس سے روایت کیا ہے ان میں سعید بن مسیب، سدی اور اسماعیل ہیں۔ ابن مغازی نے حدیث طبر کو ۲۰ طریقوں سے بیان کیا ہے۔“

حاشیہ ص ۳۱۹

خصائیں کبریٰ میں احمد، ابویعلیٰ، بزار، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم کے حوالے سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تھا ”تم میں کوئی زوجہ اس وقت کیا کرے گی جب حواب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔“

چنانچہ جب حضرت عائشہ اس مقام پر پہنچیں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا مقام حواب پر اور عائشہ کو نبیؐ کی پیشین گوئی یاد آگئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا اور واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور کہا خدا کی قسم وہ حواب والی عورت میں ہی ہوں مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔“ اس وقت طلحہ و زبیر پچاس آدمیوں کو لے کر حضرت عائشہ کے پاس پہنچے اور ان لوگوں

نے ان کے سامنے شہادت دی کہ حواب کا مقام نہیں ہے اور جس نے آپ کو اطلاع دی ہے وہ بالکل جھوٹا ہے۔ علامہ شععی کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے۔ ماخوذ از انسان العیون جلد ۶۔

(محمد مہدی محسن)



یادداشت